صدّیقۂ طاہرہ

مظلومہ کیوں؟؟؟

حضرت فاطمۂ زہرؑا کی حیاتِ طیبہ پر ایک تحقیقی و علمی جائزہ

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی

ترجمہ، تحقیق اور حذف و اضافات

حجۃ الاسلام شفقت عباس انقلابی

ناشر

المرضیّہ دار التّحقیق و پبلیکیشنز

صدّیقۂ طاہرہ مظلومہ کیوں؟؟؟

تالیف حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی

ترجمہ، تحقیق اور حذف و اضافات حجۃ الاسلام شفقت عباس انقلابی

المرضیّہ دار التّحقیق و پبلیکیشنز

خوشخبری

انشاء اللہ بہ لطفِ پروردگار اور امام زمانہؑ کی خصوصی عنایات سے اسی ادارہ کے زیرِ اہتمام کتاب ہٰذا کے مترجم حجۃ الاسلام والمسلمین شفقت عباس انقلابی کی امام زمانہؑ کی حیات طیبہ پر ایک تحقیقی و علمی تالیف عنقریب شائع ہوگی جس میں امریکہ کے ایک معروف دانشور کے امام زمانہؑ کی حیاتِ طیبہ پر کئے گئے اعتراضات کے مدلل اور مستند جوابات تحقیقی انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔

ناشر

المرضیّہ دار التّحقیق و پبلیکیشنز

Printed at: Print n Papers 0322-2003577

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

السلام عليكِ يا فاطمة الزهرأ

صدّیقۂ طاہرہ،

مظلومہ کیوں؟؟

اور مہم ترین

اعتراضات کے جوابات

مولف:

حجۃ الاسلام والمسلمین استاد علی اصغر رضوانی

ترجمہ، تحقیق، حذف واضافات:

حجۃ الاسلام مولانا شفقت عباس انقلابی

نام کتاب: صدّیقۂ طاہرہ، مظلومہ کیوں؟؟

(حضرت فاطمۃ الزہرا + کی زندگی کا تحقیقی جائزہ)

تالیف:۔ حجۃ الاسلام والمسلمین استاد علی اصغر رضوانی صاحب

ترجمہ، تحقیق، حذف واضافات:۔ حجۃ الاسلام مولانا شفقت عباس انقلابی صاحب

تصحیح: مولانا بابر حسین کاظمی

نظر ثانی:۔ حجۃ الاسلام مولانا فیروز حیدر فیضی

کمپوزنگ:۔ مشتاق حسین جعفری

سن اشاعت: ١٧ جمادی الاول ١٤٣١

تعداد:۔ ١٠٠٠

ہدیہ:۔

ناشر:۔

المرضیہ دار التحقیق وپبلکیشنز

فہرست عناوین

حضرت فاطمہ☆ کا ایمان اور عبادت

با برکت ہار

پیغمبر کی فاطمہ☆ سے محبت اور ان کا احترام

سیدہ کی شادی

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اہل سنت کی نگاہ میں

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اہل سنت کی کتابوں میں

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ولایت

ا۔انفال اور فیء کے مقامات:

۲۔خمس

امامت کا بارہ افراد میں منحصر ہونا

ا۔بارہ خلفاء والی حدیث

۲۔حدیث ثقلین

۳۔حدیث غدیر

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نور مذہبی تبدیلی کا سرچشمہ

حضرت زہرا علیہا السلام سے توسل

ا۔آیۂ مباہلہ

۲۔حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے والی آیت

سنّت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حجّیت

قرآنی آیات کے تناظر میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کا حجت ہونا

ا۔آیۂ تطہیر

۲۔آیۂ (اھل ذکر

۳۔آیۂ (علم الکتاب)

۴۔آیۂ اعتصام

۵۔آیۂ اوتوا لعلم

۶۔آیۂ (اصطفاء)

۷۔آیۂ (مودت)

روایتوں میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کا حجت ہونا

ا۔(حدیث ثقلین)

۲۔حدیث سفینہ

۳۔حدیث امان

۴۔حدیث غضب فاطمہ

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے باپ کی ماں

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا پیغمبر اکرم ﷺ کی بہ نسبت ماں ہونے کے نمونے

الف: مکہ میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ماں جیسے فرائض انجام دینا

ب: پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مدینہ میں ماں جیسے فرائض انجام دینا

تیسری فصل

سیرت حضرت فاطمه زهرا سلام الله علیها

درسِ سیرتِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

الف ۔عقد سے پہلے سیرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

ا۔غریبوں سے مانوس ہونا

۲۔حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا رسول خدا ﷺ سے دفاع کرنا۔

ب۔ حیات پیغمبر ﷺ میں (ازواج کے بعد) فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت

ا۔خود گذشتگی اور ایثار

دوسرا: دعا میں ایثار اور خود گذشتگی ______

۲۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جناب سلمانؓ سے ہم کلام ہونا ______

۳۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نشر و اشاعت کرنا ______

۴۔ عبادت خدا: ______

۵۔ تلاوتِ قرآن ______

۶۔ والدگرامی کا احترام ______

۷۔ والدگرامی کی مدد کرنا ______

۸۔ شرعی احکام کا بیان کرنا ______

۹۔ گفتار میں سچائی ______

۱۰۔ دین دار شخص کو مال دار پر مقدم کرنا ______

۱۱۔ حق مہر کو جہیز میں خرچ کریں ______

۱۲۔ دلہن کی زینت کے بعض اسباب کی فراہمی ______

۱۳۔ عقد سے رخصتی تک کی مدت ______

۱۴۔ شادی کے ولیمے کا کھانا تقسیم کرنا ______

۱۵۔ ولیمے کے موقع پر مسجد والوں کو کھانے کی دعوت ______

۱۶۔ شوہر اور زوجہ کا کھانا جدا ہونا چاہیے ______

۱۷۔ باپ کی بیٹی سے خدا حافظی ______

۱۸۔ شوہر کا محبت آمیز برتاؤ تنگدستی کے تلافی کا سبب ہے ______

۱۹۔ لوگوں کی مذمت سے بے توجہی کی نصیحت کرنا ______

۲۰۔ گھر کے کام سے لذت حاصل کرنا ______

۲۱۔ اخلاقی امور کی پابندی ______

۲۲۔ باپ کا اپنی بیٹی کے لیے شوہر کی اطاعت کا حکم کرنا ______

۲۳۔ شوہر سے کسی چیز کے مطالبہ کرنے کے متعلق باپ کا بیٹی کو سمجھانا ______

۲۴۔ گھر کے امور میں زوجہ کی مدد کرنا ______

۲۵۔ اولاد کے لیے مہربان ______

۲۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی بیٹی سے گھر آنے کی اجازت لینا ______

۲۷۔ قیامت کی یاد میں رہنا ______

ج۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ______

۱۔ باپ کے لیے عزاداری ______

۲۔ عورت کا اپنے حق کے دفاع کے لیے نامحرم سے ہم کلام ہونا ______

۳۔ شوہر کو حکم نہ دینا ______

۴۔ باہر جاتے وقت مقنعہ پہننا ______

۵۔ چادر کا اوڑھنا ______

۶۔ چادر کو بڑا کر کے اوڑھنا ______

۷۔ خود کو مردوں کی نگاہ سے محفوظ رکھنا ______

۸۔ اپنے بابا کے ساتھ تجدید عہد کرنا ______

۹۔ اپنے حق کو لینا ______

۱۰۔ شوہر سے ہمّ و غم اور پریشانیوں کو دور کرنا ______

۱۱۔ شوہر کے ناراض ہونے کا سبب نہ بنیں ______

۱۲۔ نیک زوجہ کو ناراض نہ کریں ______

۱۳۔ شوہر کی نافرمانی ممنوع ہے ______

۱۴۔ شوہر کی اجازت سے گھر سے باہر جائیں ______

۱۵۔ اپنے امام اور شوہر کے لیے فداکاری ______

چوتھی فصل

مصیبت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

پانچویں فصل

مہم ترین اعتراضات کے جوابات

۵۔مصحف فاطمہ زہراعلیہا السلام کیا ہے؟

لفظ مصحف کے معنیٰ

لفظِ مصحف،نزول قرآن کے بعد

لفظِ مصحف،قرآن اوراحادیث میں

حضرت فاطمہ زہراعلیہا السلام کے مصحف کوتحریر کرنے والا کون ہے؟

مصحف کا املاء کرانے والا کون ہے؟

مصحفِ فاطمہ علیہا السلام ایک تاریخی کتاب

۱۔قرآن

۲۔شرعی احکام

مصحف فاطمہ علیہا السلام کے بعض مضامین

۱۔پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام

۲۔حضرت زہراعلیہا السلام کی ذریت کا مستقبل

۳۔علمِ حوادث

۴۔فاطمہ علیہا السلام کی وصیت

۶۔فدک کیا ہے اور حضرت زہراعلیہا السلام نے اس کا مطالبہ کیوں کیا؟

فدک کا جغرافیہ

فدک قرآن کریم کی روشنی میں

فدک تاریخ کی روشنی میں

ایک شبہ اوراس کا جواب

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دعوے

۱۔فدک فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہدیہ

۲۔میراث کا دعویٰ

قرآن میں انبیاء کی میراث کا ذکر

الف:عرف اور لغت کے مطابق ہونا

ب: ظاہرفہم کے مطابق ہونا

ج:عقل کے مطابق ہونا

د:شریعت کے مطابق ہونا

ھ۔موجودہ قرائن کے مطابق ہونا

و۔میراث کی آیتوں کا مطلق ہونا

[حدیث میراث]شیعہ کتابوں میں

اس حدیث کے جواب میں ہم کہیں گے:

۳۔قرابت داروں کے حصے کا دعوی (خمس)

حضرت فاطمہ زہراعلیہا السلام کا فدک لینے کے اہداف ومقاصد

حضرت زہراعلیہا السلام کے مبارزے اور قیام کے مراحل

۷۔حضرت علی علیہ السلام سے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری پر شکایت!

اہل سنت کی روایات:

اہل سنت کی روایات:

اعتراضات

الف۔ابن عباس

ب۔علی ابن الحسین

ج۔عبداللہ ابن زبیر

د۔عروۃ ابن زبیر

مقدمہ مؤلف

قرآن کریم کی آیات اور فریقین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام مقامِ عصمت کے حامل ہیں اور ہر قسم کے گناہ صغیرہ اور کبیرہ نیز غلطی اور سہو سے محفوظ ہیں نتیجہ میں ایسے افراد معاشرے کے لیے مناسب نمونۂ عمل ہیں اور ان کی قولی، فعلی اور تقریری سنت تمام لوگوں کے لیے حجت ہے اور معاشرے کے ایک ایک فرد کا فرض بنتا ہے کہ عمل میں ان سے درسِ عبرت حاصل کریں۔ان اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک جو معصوم ہیں اور ان کی سنت حجت ہے، وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اس لیے کہ وہ آیتیں اور روایتیں جو اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بھی شامل حال ہیں۔لہذا جیسے ہم اپنے ائمہ علیہم السلام کو ایک دینی اور علمی مرجع کے طور پر متعارف کراتے ہیں اور ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے حجت ہے لہذا حق بنتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت کی جستجو اور تحقیق کریں تا کہ لوگ خصوصاً عورتیں انہیں اپنا نمونۂ عمل قرار دیتے ہوئے ان کی پیروی کریں تا کہ دنیا اور آخرت میں سعادت مند ہو جائیں۔

علی اصغر رضوانی

عرض مترجم

ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اس اپنی پہلی کوشش کو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے نام سے شروع کریں (جیسا کہ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: اے لوگو! ہم تم پر حجتِ خدا ہیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہا ہمارے لیے حجتِ خدا ہیں۔ اور حدیث لولاک کے مطابق (لو لا فاطمة لما خلقتکما) (اگر فاطمہ نہ ہوتیں تو میں تمہیں (محمد و علی) خلق نہ کرتا) اور آسمان سے زمین پر فیض الٰہی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے) تا کہ اس ادنیٰ کوشش سے ہمارا نام بھی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے چاہنے والوں میں تحریر کیا جائے اور انشااللہ اس دنیا میں ان کی خصوصی عنایت سے گناہوں سے دور رہیں اور ہمیں خدمت دین کی توفیق ہو، اور ہمیں آخرت میں ان کی شفاعت نصیب ہو۔ اور ہمارا یہ معاملہ ایک ایسی شخصیت سے ہے کہ جہاں عجز اور بخل کا کوئی تصور نہیں بلکہ جہاں جود و کرم سرشار ہوتے ہیں وہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات مبارک ہے۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حجت کبریٰ، آیۂ تطہیر اور فریقین کے بیان کے مطابق معصومہ ہیں اس کتاب میں جو مطالب مذکور ہیں انشااللہ وہ اس معاشرے کے ان (کہ جن کو استاد محترم حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی حفظہ اللہ نے نہایت زحمتوں سے تحریر کیا ہے) افراد کے لئے جو دور حاضر میں اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات سے دور ہو رہے ہیں مذکورہ مطالب کا مطالعہ کر کے اپنی زندگی کو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔ اگر اس کتاب کے مطالعے کے بعد ایک شخص کی بھی ہدایت ہوگئی تو امید ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام ہم سے راضی ہوں گے اور ہم ان کے پاس ماٴجور ہوں گے۔ اور ہم بھی اس شخص کی ہدایت پانے میں سہیم ہیں۔

اتحاد بین المسلمین کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے احترام اور ادب کے ساتھ علمی مطالب کا ترجمہ کیا ہے تا کہ دنیا کے لیے یہ سوالات برانگیز ہوں کہ دخترِ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی وفات کے فوراً بعد یہ مظالم کیوں کیے گئے؟ مظالم انجام دینے والے کون تھے؟ ان افراد کا ان مظالم

سے کیا مقصد تھا؟ کیونکہ جب ہم نے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عصمت کا اقرار کیا ہے تو یہ واضح بات ہے کہ جن افراد نے آپ پر مظالم ڈھائے وہ باطل پر ہیں اور انہیں خلیفۂ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بننے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ خلیفۃ المسلمین اور بظاہر جانشینِ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی باعظمت بیٹی پر ایسے مظالم کیوں ڈھائے؟ بالآخر تاریخ کی گواہی کے مطابق اس کا ذکر فریقین کی کتابوں میں موجود ہے یہ خود ایک سوال ہے کہ ایسے شخص نے مظالم ڈھائے جو منصب خلیفۂ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدعی تھا؟

قارئین محترم کو دعوت غور و فکر دیتے ہیں کہ انصاف سے اس سوال کا جواب خود تلاش کریں اور اپنی باقی ماندہ زندگی کو بہ وجہ احسن بسر کریں۔

یاد دہانی: قارئین محترم! کتاب حاضر میں بعض چیزوں کا اضافہ (جو تقریباً ستر (۷۰) صفحہ ہیں، اور اصل کتاب کے مطالب کی ترتیب کو بہتر بنانے کیلئے ہر مطلب کو اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے اور بعض چیزوں کو حذف کیا گیا ہے یہ مؤلف محترم کی اجازت سے انجام پایا ہے۔

آخر میں خداوند متعال کے غیبی الطاف اور سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خصوصی عنایات کا مشکور ہوں کہ اس ناچیز کو یہ توفیق ہوئی اور ہم اس مختصر سی کوشش کو بارگاہ ولی اللہ الاعظم امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتے ہیں انشاء اللہ اس ہدیہ کے جواب میں آپ کی دعائیں ہمارے شامل حال ہوں گی۔

رَبنا تَقَبل مِنّا انّک انت سمیع العلیم۔

مترجم

احقر العباد: شفقت عباس انقلابی

شب قدر ۱۴۳۰ھ ق: حوزہ علمیہ قم المقدسہ۔ ایران

EMAIL:shafqatabbas12@yahoo.com

عرض ناشر

خداوند متعال کا شکر ہے کہ ادارہ ''المرضیہ دارالتحقیق وپبلیکیشنز'' اپنے قارئین کے لئے علمی، فکری اور تحقیقی طرز پر مبنی کتب کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی سلسلے کی پہلی بابرکت اشاعت پاکستان کے مشہور ومعروف عالم دین حجۃ الاسلام و المسلمین حیدر علی جوادی صاحب قبلہ کی تقاریر کا مجموعہ بنام ''حسینؑ نوید انبیاء'' طبع کے زیور سے آراستہ ہوکر قلیل مدت میں کثیر مومنین اور اہل علم کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے ادارہ قارئین محترم کی اس بے پناہ پزیرائی کا خیر مقدم کرتا ہے۔ اب مومنین کی دعاؤں کے ساتھ یہ ادارہ قارئین محترم کی خدمت میں حوزہ علمیہ قم المقدس ایران کی انتہائی اہم شخصیت، کثیر کتب کے مؤلف، اہل قلم کی نگاہ میں ایک اچھے قلم نگار اور اہل تحقیق کی نظر میں ایک بہترین محقق حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی قبلہ کی تالیف بنام ''الگوی برتر درسھای از زندگی حضرت فاطمہ زہراؑ'' کا اردو ترجمہ بنام ''صدّیقۂ طاہرہ، مظلومہ کیوں؟؟'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔

قبلہ صاحب نے اس کتاب میں جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ پر تحقیقی انداز میں جامع گفتگو کی ہے جس میں قبلہ نے جناب زہرا اسلام اللہ علیہا کی فضیلت، سیرۃ اور مصیبت زہراؑ جیسے عنوان کو موضوعِ گفتگو قرار دیا ہے اور سیدہ زہراؑ کی شخصیت پر کئے گئے سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور تاریخی حقائق کو فریقین کے کتب سے ایک جدید انداز میں بیان کیا ہے۔

قارئین محترم کو اس بات پر خوشی ہوگی کہ اس کتاب کے مترجم حجۃ الاسلام مولانا شفقت عباس انقلابی صاحب نے تحقیق کرتے ہوئے اس کتاب میں مزید حقائق کا اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی رونق میں انشاء اللہ اضافہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ قارئین محترم کو بھی

دوران مطالعہ لطف آئے گا، اسی ہی مترجم کی ایک کتاب ''امام زمانہ عج کے موضوع پر زیر طبع ہے جس میں امریکہ کے مشہور ڈاکٹر کے کیئے گئے اعتراضات کے جوابات مدلل انداز میں بیان کئے گئے ہیں، جو انشاء اللہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر مومنین کی خدمت میں پہنچ جائے گی.

آخر میں بارگاہ پروردگار عالم میں دعا ہے کہ تمام مومنین اور مومنات کو جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرۃ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خصوصاً کتاب کے مولف حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی اور مترجم حجۃ الاسلام مولانا شفقت عباس انقلابی کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے۔

ادارہ قارئین کے نیک آراء اور تنقید برائے اصلاح کا تہہِ دل سے خیر مقدم کرتا ہے۔

والسلام

ادارہ

المرضیہ دارالتحقیق وپبلکیشنز

0302-2949195

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱

پهلی فصل

مقدماتی امور

تاریخی مسائل کی تحقیق کے آثار

بعض افراد کہتے ہیں کہ صدر اسلام کے تاریخی مسائل اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کی سیرت و روش اور وہ اختلافات جو ان کے درمیان موجود تھے، پر بحث کرنا بے فائدہ بلکہ فتنے، اختلاف اور مسلمانوں میں بغض و کینہ کا سبب ہے۔ لیکن جو بات سمجھ میں آتی ہے ایسا نہیں ہے اس لیے کہ معصومین جیسے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت کی بحث میں آثار و برکتیں ہیں کہ جن میں سے ہم بعض کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ تفکر کرنا:

خداوند متعال فرماتا ہے: ''**فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ**'' (۱)۔

''آپ ان قصوں کو بیان کریں کہ شاید یہ غور و فکر کرنے لگیں۔''

۲۔ عبرت حاصل کرنا:

خداوند متعال فرماتا ہے: ''**لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ**'' (۲)۔

''یقیناً ان کے واقعات میں صاحبانِ عقل کے لیے سامان عبرت ہے۔''

نیز فرماتا ہے: ''**فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ**'' ۔(۳)

''تو صاحبانِ نظر عبرت حاصل کرو۔''

۱۔ سورہ اعراف آیت/۱۷۶۔

۲۔ سورہ یوسف آیت/۱۱۱۔

۳۔ سورہ حشر آیت/۲۔

امام علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''**من كثر اعتبار قل عثاره**'' (۱)۔

(جو زیادہ عبرت حاصل کرے اس کی لغزش کم ہوتی ہے۔)

نیز نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''**ای بنیّ! انی ان لم اكن عمّرتُ عمر من كانَ قبلی فقد نظرت فی اعمالِهم و فكّرتُ فی اخبارِهم و سرتُ فی آثارهم حتیٰ عدتُ كأحدهم بل كأنّی بما انتهی الیّ من امورهم قد عمرتُ مع اوّلِهم الیٰ آخرِهم**'' (۲)۔

''فرزند! اگرچہ میں نے اپنی عمر نہیں پائی جیسے اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی لیکن میں نے ان کے اعمال میں غور کیا ہے اور ان کے اخبار میں فکر کی ہے اور ان کے آثار میں سیر و سیاحت کی ہے۔ یہاں تک کہ میں ان میں سے ہو گیا ہوں، لیکن ان سب کے حالات زندگی اور ان کی معلومات جو مجھ تک پہنچی ہے، ان کی وجہ سے ایسے ابتدا سے زندگی بصر کی ہے۔''

نیز نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''**من اعتبر ابصرَ، ومن ابصر فهِم، ومن فَهِم علم**''؛ (۳)۔

''عبرت حاصل کرنے والا صاحب بصیرت ہوتا ہے اور بصیرت والا فہیم ہوتا ہے اور فہیم عالم ہوتا ہے''۔

۱۔ شرح غرر الحکم ج ۵ ص، ۲۱۷۔

۲۔ نہج البلاغہ، مکتوب نمبر/۳۱۔

۳۔ نہج البلاغہ حکمت ۲۰۸۔

نیز فرماتے ہیں: ''الاعتبار یقود الی الرشد ِ)؛(۱)۔

''عبرت حاصل کرنا انسان کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے)

۳۔تقویت قلب:

بزرگوں کی سیرت پر غور وفکر کرنے کا ایک اثر یہ ہے کہ مشکلات، شدائد اور تنہائی کے وقت قلوب کو تقویت ہوتی ہے خداوند متعال فرماتا ہے: ''وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ....''(۲)۔

''اور ہم قدیم رسولوں کے واقعات آپ سے بیان کررہے ہیں کہ ان کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں۔''

۴۔بزرگوں کی سیرت سے نمونۂ عمل اخذ کرنا

بزرگوں کی سیرت پر بحث کرنے کا ایک اثر ان سے نمونۂ عمل حاصل کرنا ہے۔'' کہ ادیان الٰہی کا امتیاز یہ ہے کہ پروگرام پیش کرتے وقت اس کے ساتھ کامل انسانوں میں سے معاشرے کے لیے نمونۂ عمل پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے ایک خود پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپؐ کے بعد پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حقیقی ایمان لانے والے ہیں خداوند متعال پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرماتا ہے: ''لَقَد كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ الله أُسوَةٌ حسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِر''؛(۳).

۱۔شرح غرر الحکم، جلد۱ص۲۹۱۔

۲۔سورہ ھود، آیت ۱۲۰۔

۳۔سورہ احزاب، آیت۲۱۔

''مسلمانو! تم میں سے اس کے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔''

اور حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اور ان پر حقیقی ایمان لانے والوں کے لیے فرماتا ہے:

''قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَه.....''(۱)۔

''تمہارے لیے بہترین نمونۂ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے۔''

صدر اسلام کے بزرگوں کی سیرت پر بحث کرنا درحقیقت نمونۂ عمل کی بحث ہے اور یہ کہ کس کو اپنی زندگی میں بطور اسوہ ونمونۂ عمل انتخاب کریں، اگر اصحاب کو مورد جرح وتعدیل (مذمت یا عدالت) قرار دیتے ہیں تو درحقیقت ہم معصوم وصحیح اور بے خطا نمونۂ عمل کی اقتداء کے لیے ہے، یا اس حد تک کہ کون زیادہ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع تھا اور ان کے اوامر پر عمل کرتا تھا تاکہ ہم اس کو بطور نمونۂ عمل انتخاب کریں۔

خداوند متعال فرماتا ہے: ''أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ)(۲)۔

''اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کررہے ہو۔)

۱۔سورہ ممتحنہ، آیت۴۔

۲۔۔سورہ یونس، آیت ۳۵۔

۵۔ نہی از منکر:

بزرگ اصحاب کے بارے میں بحث اور ان کی جرح وتعدیل نیز صدر اسلام کے تاریخی واقعات پر غور وفکر کرنا درحقیقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا واضح مصداق ہے۔ اس معنی میں کہ اگر ہم اصحاب پیغمبرؐ کے بارے میں بحث کریں اور یہ ثابت کریں کہ اُن میں کون سے اصحاب بہتر تھے اور لوگوں کا فرض بنے کہ ان کی پیروی کریں اور ان میں سے کون بدکردار تھے تاکہ ان سے دوری اختیار کریں۔

۶۔ وحدت واتحاد کے لیے زمینہ فراہم کرنا

ہم معتقد ہیں کہ اس قسم کی بحثیں اگر علمی اور تعصب کے بغیر ہوں تو یقینی طور پر سیاسی اور حقیقی اتحاد کے لیے مفید ہوں گی، اس لیے کہ تمام اختلاف کا سرچشمہ وہ تاریخی مسائل ہیں جو صدر اسلام میں رونما ہوئے، لہذا ہمارا فرض ہے کہ ان کا تجزیہ کریں اور حق کو روشن کریں تاکہ وحدت اسلامی کے مسئلہ کو بنیادی طور پر حل کریں۔

۷۔ مشکلات کی ریشہ یابی اور ان کی چارہ جوئی

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی جو سوریہ (شام) کے شہر حلب کے دانشوروں میں سے ہیں، علامہ امینیؒ کی کتاب (الغدیر) کی تقریظ میں لکھتے ہیں ''..... **انّ العالم الاسلامی الذی لا یزال فی حاجة ماسة الی مثل هذه الدراسات، یهمّه ولا شک ان یعلم تطور الحکم قبل اسلام و بعده و أسباب الأحداث التی رافقت قضیة الخلافة والخلفاء وما جری فی ایّامهم ..... ولما ذا بدأ الاختلافات بعد وفاةالرسول الأعظم و أبعد بنو هاشم عن حقّهم ؟ ویهمّه ان یعلم ما هی**

بواعث الانحطاط والانحلال فی المسلمین حتی اصبحوا علی ما هم علیه؟ وما هی الطرق المؤدّیة الی وحدة کلمتهم و نهضتهم دینیاً و سیاسیاً و اقتصادیاً و ادبیاً و علمیاً؟ ام یجب البحث والعمل والانصراف الی التحری والاستقراء بتجرّد ونزاهة؟ حتی یمکن الاستنباط والتحقّق من العلل واستخراج الأسباب ....)؛(۱)۔

''.....اسلامی معاشرہ ہمیشہ شدت سے اس قسم کی بحثوں کا محتاج رہا ہے۔ اس لیے یہ جاننا اہم ہے کہ اسلام میں رسول اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور بعد میں حکومت میں تبدیلی کیسے آئی۔ اور ہم ان عوامل واسباب کو جان لیں کہ جو خلافت اور خلفاء کی تبدیلی کے موضوع پر موثر تھے .... پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اختلاف کیوں شروع ہوا؟ جس کے نتیجے میں بنی ھاشم اپنے حق سے محروم ہوئے نیز اسلامی سماج کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں رخنہ اندازی اور پراکندگی کے عوامل واسباب کیا تھے کہ مسلمان اس موجودہ حالت میں گرفتار ہوئے؟ اور سیاسی، اقتصادی، ادبی، علمی تحریک میں متحد ہونے کے کون سے راستے ہیں؟ یا یہ کہ واجب ہے کہ سعی وکوشش کی جائے اور یہ علمی کاوش، بغیر کسی تعصب کے ہو، تاکہ وہ عوامل واسباب اور انگیزے حاصل ہوں...)۔

۱۔ الغدیر، ج صفر، ص ۳۳۹، ۳۴۰۔

۸۔ بزرگوں کی یاد منانے سے دین زندہ ہوتا ہے

اگر چہ لوگ وہ مجالس جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور دوسرے ائمہ علیہم السلام کے نام سے منعقد ہوتی ہیں ان مجلسوں اور محفلوں میں عشق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات دینی مسائل، اعتقادات، احکام اور اخلاقیات سننے سے اس قسم کے امور سے آگاہ ہوتے ہیں اور معرفت حاصل کرتے ہیں، وہی امور جن کی وجہ سے ان بزرگوں نے اتنے زحمات اور مصائب تحمل کیے۔

۹۔ امت کا اولیاء سے مشفقانہ رابطہ

لوگوں کے عقیدتی، سیاسی اور اجتماعی مسائل ایک بنیادی اور مہم راستہ کے حل کے لیے لوگوں میں لطف و محبت کے برانگیختہ کرنے کا ایک راستہ ہے، اگر چہ ان مسائل کو مستحکم کرنے کے لیے عقلی مبانی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

لوگوں کو صدر اسلام اور اہل بیت علیہم السلام مخصوصاً حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مظلومیت کی یاد دہانی اس کے علاوہ دینی اور اخلاقی تعلیمات معاشرے کے لیے مؤثر ہو سکتی ہے۔

دوسری فصل

فضائل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

مقدمہ فصل

کتاب کے شروع میں فضائل کی روایتوں کو نقل کرنا فقط خیر و برکت کے قصد سے ہے، نیز فضائل کے بیان اور اس میں غور و خوض کے ذریعہ جہاں صدیقہ کبری = کی مظلومیت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں غاصبین خلافت اور آپ کی ذات والا صفات پر ظلم و ستم کرنے والوں کی شدّت عداوت کا بھی علم ہوتا ہے۔

حمد و ثناء، سپاس و ستائش، اس خدائے وحدہ لاشریک کے لیے جس نے انسان کو عقل و خرد جیسی طاقت و توانائی سے نوازا اور اس میں افہام و تفہیم کی صلاحیت و دیعت کر کے اس کو تمام مخلوقات پر برتری عطا کی۔

درود و سلام ہو کاروان بشریت کے سربراہ اور پرچم داران فضیلت و عدالت اور اس کے برگزیدہ نیک بندوں پر جنھوں نے الٰہی احکام سے ہم کو آشنا کر کے ہمیں قعر مذلت سے محفوظ رکھا نیز سلام و تحیت ہو جانشین خاتم الانبیاء بالخصوص شہزادی کونین، رسول اسلام ﷺ جان کا رخِ شرافت و حریت پر جنھوں نے ہمیشہ راہ حق دکھلائی اور فرامین الوہیت کو عملی جامۂ خلقت پہنایا۔ جناب فاطمہ = محبوبۂ خدا و جان رسول ﷺ امت، مادر والائے امامت، نمونہ کردار انسانیت، آئینۂ اصل حقیقت، تجسم زبدہ شریعت، رمز خلقت انسانیت، مظہر کمال خلق، مرکز مہر و ہدایت، یادگار نبوت و رسالت، سرچشمۂ دلیل و حجت، سردار بانوان امت، بارور بوستان رسالت، نزول وحی کی آماجگاہ، ستارۂ درخشندہ رسالت، معلمۂ اخلاص و ایمان خادمۂ اسلام و قرآن، نفس نفیس رسول ﷺ فاطمہ بنت رسول = کی فضیلت و صداقت و اضح و روشن ہے۔ اور یہ بھی ایک خدائی عطیہ ہے کہ ''جس شخصیت نے جمع غفیر میں برجستہ طور

پر خلیفۂ وقت کی مخالفت کی اور ان کے کرتوتوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے حقیقت کو برملا کیا'' علمائے اسلام اس کا ذکر نہ تو اپنی کتابوں سے نکال سکے اور نہ ہی ان کی قابل فخر شخصیت سے انکار کر سکے۔

ہم اس مقام پر صدیقۂ طاہرہ کے بعض فضائل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

حضرت زہرا + کے پدر بزرگوار

آپؑ کے پدر گرامی کا نام محمد بن عبداللہ ﷺ ہے جو خداوند متعال کے برگزیدہ اور آخری نبی ہیں خدا نے یہ کائنات انھیں کے صدقہ میں پیدا کی، تمام فضیلتوں کو انھیں کی ذات سے مخصوص فرمایا، اس عظیم المرتبت پیغمبر ﷺ نے لوگوں کو دین سکھایا اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی اور ان کو خدا کی الوہیت و وحدانیت سے روشناس کرایا اور انسان کو زندگی کے اہم نکات سے آگاہ کیا۔

صاحبانِ عقل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جناب فاطمہ ☆ اس عظیم المرتبت نبی کی بیٹی ہیں جنھوں نے عرب کے جاہل لوگوں کے درمیان اسلام کا پرچم بلند کیا اور'' **قولو الا الہ الا اللہ تفلحوا** '' کا نعرہ بلند کر کے پوری دنیا کو ایک پرچم کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دی۔

جناب خدیجہ علیہا السلام حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مادر گرامی

ازواج پیغمبر کے بارے میں تاریخی منابع کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں: کہ حضرت خدیجہ علیہا السلام پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین زوجہ تھیں۔ وہی خاتون کہ خداوند متعال نے جس کے ذریعے آپ کو ایک ایسی بیٹی عطا کی جس سے روز قیامت تک آپ کی ذرّیت اور نسل باقی رہے۔ آپ کی مادر گرامی کا نام جناب خدیجہ بنت خویلد تھا جو سرزمین حجاز کی نیک طینت، پاک دامن اور دولت مند خاتون تھیں۔

جس وقت رسول خدا ﷺ نے جناب خدیجہ☆ سے شادی کی، تو اس وقت رسول خدا ﷺ کی عمر ۲۵/سال تھی، رشتہ کے ابتدائی امور جناب ابوطالب- کی سرکردگی میں آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ''جناب صفیہ'' نے انجام دئے اور عقد نکاح جناب ابوطالب- نے پڑھا۔

جس کے بعد سے جناب رسول اسلام ﷺ نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا اور جس سے جناب فاطمہ☆ اس دنیا میں آئیں آپ نے اس بابرکت ماحول اور نورانی آغوش میں تربیت و پرورش پائی اور دنیا والوں کے لیے رسالت وامامت کا نمونہ بن گئیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''بہترین عورتیں چار ہیں، مریم علیہا السلام دختر عمران، فاطمہ دختر محمد ﷺ، خدیجہ بنت خویلد، آسیہ زوجہ فرعون۔(۱)

پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

''بہشت کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہ☆ ہیں۔''(۲)

۱۔کشف الغمہ، ج۲ص۷۶ ۲۔گزشتہ حوالہ

جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جب قیامت برپا ہوگی، عرش سے اللہ کا منادی ندا دے گا، لوگو! اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ☆ پل صراط سے گزر جائیں۔''(۱)

پیغمبر اکرم ﷺ نے جناب فاطمہ☆ سے فرمایا کہ: ''خدا تیرے واسطے سے غضب کرتا ہے اور تیری خوشنودی کے ذریعہ خوشنود ہوتا ہے۔(۲)

جناب خدیجہ علیہا السلام کا اسلام

مسلم نے اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: ایک روز مجھ پر حسد طاری ہوا اور میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: مگر یہ خدیجہ (علیہا السلام) سوائے بوڑھی عورت کے اور کیا ہے؟ خداوند متعال نے آپ کو اس سے بہتر عطا کی ہے ام المومنین کہتی ہیں: پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے اتنے ناراض ہوئے کہ آپ کے سر کے آگے والے بال کھڑے ہوگئے، اس وقت آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! خدا نے ان سے بہتر مجھے عطا نہیں کی ہے۔ وہ اس وقت کہ جب تمام لوگ کافر تھے مجھ پر ایمان لائیں اور جس وقت سب مجھے جھٹلاتے تھے خدیجہ (علیہا السلام) نے میری تصدیق کی، اور جس وقت سب نے مجھے مال سے محروم کرتے اس وقت مجھ سے (مالی اعتبار) سے نیک سلوک سے پیش آئیں، اور جس وقت خداوند متعال نے مجھے دوسری ازواج سے صاحب اولاد ہونے سے محروم کیا تو ان سے مجھے اولاد عطا فرمائی جناب عائشہ نے کہا: میں نے اپنے آپ سے کہا: خدا کی قسم! دوبارہ کبھی خدیجہ (علیہا السلام) کی برائی نہیں کروں گی (۳)۔

۱۔کشف الغمہ، ج۲ص۷۶، ذخائر العقبیٰ ص۴۸۔
۲۔کشف الغمہ، ج۲ص۸۴، اسد الغابہ، ج۵ص۵۲۲
۳۔صحیح مسلم، باب فضائل خدیجہؓ، حدیث ۲۴۳۷۔

جناب خدیجہ علیہا السلام کا انفاق

واقدی کہتے ہیں: ''خدیجہ (علیہا السلام) بہت سے مال اور شرف کی حامل تھیں۔ اپنے تجارت کے مال کو شام بھیجتی تھیں۔ اور ان کا ایک کاروان قریش کے تمام کاروانوں جتنا شمار ہوتا تھا.....''۔(۱)

بعثت کے چھٹے سال کہ جب قریش نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کا شعب ابی طالب – میں اقتصادی اور اجتماعی محاصرہ کیا، جناب خدیجہ (علیہا السلام) ان تین سال میں اپنے شوہر گرامی کی خدمت میں تھیں وہ قریش کے نزدیک اپنے اثر ورسوخ اور اموال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محاصرہ کیے گئے افراد کی مدد کے لیے پیش قدم ہوئیں اور اپنے مال کو اتنا زیادہ بخش دیا کہ خود سختی میں پڑ گئیں۔(۲)

بلاذری کہتے ہیں: ''حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ شعب ابی طالب – سے باہر آئے تاکہ تھوڑا سا طعام خریدیں، لیکن ابوجہل نے انہیں روکا خدیجہ (علیہا السلام) نے کسی کو زمعہ بن اسود کے پاس بھیجا اور ابوجہل کی شکایت زمعہ سے کی۔ زمعہ نے ابوجہل کو اس کام سے منع کیا، اور ابوجہل نے بھی اس کام سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور کبھی کبھی حکیم ابن حزام ابن خویلد (خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے) اونٹ کو سامان سے بھر کر لاتے تھے اور شعب ابی طالب – کے باہر اس کو چھوڑ دیتے تھے تاکہ جناب خدیجہ (علیہا السلام) تک پہنچے۔''(۳)

۱۔السیرۃ الحلبیہ، ج۱، ص۱۳۸۔

۲۔تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۳۱۔

۳۔انساب الاشراف، ج۱، ص۲۳۵؛ سیرہ ابن ہشام، ج۱، ص۳۷۹۔

جناب خدیجہ علیہا السلام پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی زوجہ

جناب خدیجہ علیہا السلام جب کہ آپ عمر میں پندرہ سال پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی تھیں (۱) لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے، اور انہیں چاہتے تھے یہاں تک کہ دوسری ازواج بالخصوص جناب عائشہ حسد کرتی تھیں۔

مسلم نے اپنی سند کے ساتھ عائشہ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب عائشہ نے کہا: رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے، میں خدیجہ (علیہا السلام) پر حسرت کھاتی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر ان کا نام لیتے تھے۔ کبھی کبھی آپ بھیڑ کو ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے اور خدیجہ کی وجہ سے ان کی سہلیوں کے لیے بھیجتے تھے۔(۲)

جناب عائشہ کہتی ہیں: ایک روز میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضب ناک کیا، میں نے خدیجہ (علیہا السلام) کے لفظ کو مصغّر کیا (یعنی خدیجہ کو خُدیجہ پڑھا) اور مذاق اڑایا آپ نے مجھے اس کام سے روکا اور فرمایا: خدا نے مجھے خدیجہ (علیہا السلام) کی محبت عطا کی ہے۔(۳)

جناب خدیجہ علیہا السلام دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہیں

بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی

۱۔تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۶۴؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۲، ص۲۹۵۔

۲۔صحیح مسلم، حدیث ۲۴۳۵، باب فضائل خدیجہ۔

۳۔صحیح مسلم، حدیث ۲۴۳۵، باب فضائل خدیجہ۔

عورتوں میں سے بہترین عورت مریم بنت عمران اور اس امت کی عورتوں میں سے بہترین عورت، خدیجہ خویلد کی بیٹی ہے۔ (۱)

ابو ہریرہ اور انس ابن مالک نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''دنیا کی بہترین عورتیں مریم، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ (علیہا السلام) اور فاطمہ (علیہا السلام) ہیں''۔ (۲)

عروہ کہتے ہیں: جناب عائشہ نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ = سے کہا: کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''دنیا کی بہترین عورتیں چار ہیں: مریم بنت عمران، فاطمہ (علیہا السلام) بنت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدیجہ بنت خویلد، اور آسیہ بنت مزاحم اور فرعون کی زوجہ۔)(۳)

حضرت خدیجہ علیہا السلام کی حیثیت اور منزلت

جناب خدیجہ علیہا السلام شرف کے حوالے سے قریش کی عورتوں میں سے بہترین عورت تھیں، اور مال کے اعتبار سے سب سے مال دار اور حسن و جمال کے اعتبار سے سب سے حسین ترین عورت تھیں جہالت کے زمانے میں انہیں ''طاہرہ'' (۴) کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ پوری قوم کی یہ تمنا تھی کہ کاش صاحبِ قدرت ہوتے اور ان سے تعلقات بڑھاتے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۴۷۔ ۲۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۴۵۔

۳۔ نور الابصار، ص ۴۰۔

۴۔ الاصابۃ، ج ۴، ص ۲۸۱؛ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۲۹۴۔

۵۔ البدایہ، ج ۲، ص ۲۹۴۔

بزرگانِ قریش نے کثیر دولت کے بخشنے کی پیش کش کے ساتھ آپ سے شادی کی درخواست کی لیکن آپ نے ان سب کو رد کر دیا کہ جن میں سے عقبہ ابن ابی معیط، صلت ابن ابی یھاب، ابو جہل اور ابو سفیان شامل تھے، لیکن آپ نے خود رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی پیشکش کی؛ اس لیے کہ انہوں نے آنحضرتؐ میں اخلاقِ کریمہ اور شرف نفس اور دوسری اخلاقی صفات کا مشاہدہ کیا تھا۔

جناب خدیجہ علیہا السلام پر خدا کا درود

بخاری، مسلم اور دوسروں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ: جبرئیل رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ''اے محمد! (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ خدیجہ (علیہا السلام) ہیں جو تمہارے پاس آئی ہیں، اس کے پروردگار کی طرف سے ان کو سلام پہنچا اور ان کو بہشت میں ایک گھر کی بشارت دے....''۔ (۱)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۴۷ اور ۴۸؛ صحیح مسلم، باب مناقب خدیجہؓ۔

ہم اس مقام پر شہزادی کے وہ فضائل ذکر کر رہے ہیں جو براہ راست آپ سے متعلق ہیں:

قالؐ : **اول شخص یدخل الجنة فاطمة. (۱)**

فاطمہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم: فاطمة بضعة منی وھی نورعینی و ثمرة فؤادی و روحی التی بین جنبی و ھی حورالانسیة۔(۲)

فاطمہ = میرے جگر کا حصہ ہیں، میری آنکھوں کا نور ہیں، اور میری وہ روح ہیں جو میرے پہلو میں ہے اور وہ انسان صفت حور ہیں۔

قال النبی ﷺ :فاطمة سیدة نساء اھل الجنة ۔(۳)

فاطمہ = جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

عن مفضل بن عمر ، قال : قلت لابی عبداللہ اخبرنی عن قول رسول اللہ فی فاطمہ انھا سیدة نساء العالمین أھی سیدة نساء عالمھا ؟ فقال ذالک لمریم کانت سیدة عالمھا و فاطمة سیدة نساء العالمین من الاولین والاخرین ۔(۴)

چھٹے امام - کے صحابی جناب مفضل بن عمر کا بیان ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق - سے عرض کیا: مولا مجھے پیغمبر اسلام ﷺ کی اس حدیث کے بارے میں بتائیے کہ جس میں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ فاطمہ = تمام عالم کے عورتوں کی سردار ہیں۔ کیا وہ صرف اپنے زمانے میں تمام عورتوں کی سردار تھیں؟

۱۔ابن شہر آشوب، المناقب، ج ۳، ص ۳۲۹، بنقل از ابو ہریرہ، بحار الانوار، ج ۴۳، باب ۳، ص ۴۴

۲۔شیخ الصدوق، الامالی، ص ۱۱۲۔ ۳۔محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث ۳۳۵۳

۴۔ابن بابویہ، معانی الاخبار، ص ۱۰۷۔

امام - نے فرمایا: یہ رتبہ صرف حضرت مریم = کو حاصل تھا۔ وہ اپنے زمانے کے عورتوں کی سردار تھیں اور جناب فاطمہ = اول سے لے کر آخر تک تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جنت کے دروازے پر نام وصفات فاطمہ = کا درج ہونا

قال رسول اللّٰہؐ: لیلة عرج بی الی السماء رایت علی باب الجنة مکتوبا لاالہ اللّٰہ محمدرسول اللّٰہ و علی حبیب اللّٰہ و الحسن والحسین صفوة اللّٰہ فاطمة خیرة اللّٰہ علی باغضھم لعنة اللّٰہ .(۱)

''شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا: کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، محمد ﷺ اس کے رسول ﷺ ہیں، علی - اس کے حبیب ہیں، حسن وحسین علیھما السلام اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور فاطمہ = اس کی منتخب شدہ ہیں جو ان سے بغض وحسد رکھے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پیغمبر ﷺ فاطمہ = سے بہت زیادہ اظہارِ محبت کرتے تھے ایک روز جناب عائشہ نے عرض کیا کہ آپ فاطمہ (=) سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں؟

---

۵ بحار الانوار، ج ۴۳، باب ۱۲، ص ۳۰۳

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:فاذا اشتقت لتلک الثمار قبلت فاطمة فاصبت من رائحتها جمیع تلک الثمار التی اکلتها(۱)۔

جس وقت میں شب معراج، کھائے ہوئے میوے کا مشتاق ہوتا ہوں، فاطمہ= کو بوسہ دیتا ہوں اور فاطمہ= کی خوشبو سے میں میووں کے کھانے والی لذت کومحسوس کرتا ہوں۔

تاریخ اورروایات کی کتابیں جناب فاطمہ= کے فضائل سے بھری ہوئی ہیں جن سے آپ کی عدالت وصداقت، شرافت، نجابت اور کرامت و بزرگی واضح ہے۔

دنیائے اسلام کی عورتوں کے لیے جناب فاطمہ= کی شخصیت شرافت ونجابت، عدالت و صداقت، عظمت ومنزلت اور پرورش وتربیت کے اعتبار سے بالکل نمایاں و درخشاں ہے۔

ان تمام ترفضیلتوں کے باوجود آپ سلام اللہ علیہا کی مختصر حیات طیبہ نے مظلومیت کا ایک نیاباب کھول دیا آپ کی حیات طیبہ کے بارے میں مختصرسی معلومات کے بعد ہر ذی شعور یہ سوچنے پرمجبور ہوجاتا ہے کہ آخر وہ کون سے مظالم تھے جن کی وجہ سے جناب فاطمہ زہرا = اس کم عمری میں عصا کے سہارے راستہ طے کرتی تھیں اوراپنے والدگرامی کی رحلت کے بعد ایک سال بھی زندہ نہ رہ سکیں جن مظالم کوہم مصیبت کے باب میں ذکرکریں گے۔

جناب فاطمہ= کے اسمائے گرامی

عموماً لوگ جب اپنی اولاد کا نام رکھتے ہیں تو وہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اس نام کی خصوصیات اس شخص میں بھی ہونا ضروری ہیں جس کے لیے یہ نام رکھا جارہا ہے۔

لیکن انبیاء ؑ و ائمہ ؑ کے اسمائے گرامی خدا کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں او رخاص

۱۔علامہ حلی، کشف الیقین، ص۳۵۲۔

خصوصیتوں کے حامل ہوتے ہیں اسی طرح فاطمہ زہرا = کا یہ نام اوردوسرے اسماء والقاب کمالات الٰہی اور نیک خصوصیتوں کے مظہر ہیں۔

امام صادق - نے فرمایا:لفاطمة تسعة اسماء عند الله عزو جل ”

خداوندعالم کے نزدیک جناب فاطمہ= کے نو نام ہیں۔“

الفاطمة والصدیقة والمبارکة والطاهرة والزکیة والرضیة والمرضیة والمحدثة والزهراء (۱)

فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، زہرا

ان ناموں کے علاوہ، عذراء اور بتول جیسے اہم القاب بھی آپ کی ذات سے مربوط ہیں جو آپ کی اہم اور قیمتی فضیلتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اسم فاطمہ+ کی وضاحت

فاطمہ= ایک ایسا نام ہے جو اپنے دامن میں بہت سی خصوصیتیں سموئے ہوئے ہے خود رسول اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”انی سمّیت فاطمة لانّ اللّٰہ عز و جلّ فطمها وفطم من احبها من النار۔“(۲)

”میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ= رکھا اس لیے کہ خداوندعالم نے ان کو اوران کے محبوں کو آتش جہنم سے امان دی ہے۔“

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله: ”ان اللّٰہ عزوجل فطم ابنتی فاطمة ولدها و من احبهم من النار فلذالک سمیت فاطمة “(۳)

۱۔ علی ابن عیسی اربلی، کشف الغمہ، ج۱،ص۴۶۳

۲۔بحارالانوار، ج۲۳، باب۲،ص۵۱

۳۔ذخائرالعقبی ص۲۶، ینابیع المودۃ ص۱۹۴، ارجح المطالب ص۲۴، ۲۶۳، صواعق محرقہ ص۲۳۵۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک خداوند متعال نے میری بیٹی فاطمہ اوران کے فرزند کو نیز ہر اس شخص کو جوان کو دوست رکھتا ہے آتش جہنم سے دور رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو فاطمہ کہا جاتا ہے۔''

فاطمہ فطم کے مصدر سے مشتق ہے اور اسم صفت ہے فطم عربی لغت میں کاٹنے، قطع کرنے اور جدا ہونے کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ صیغہ جو فاعل کے وزن پر ہے مفعولی معنی دیتا ہے، یہاں پر کٹا ہوا اور جدا شدہ کے معنا میں استعمال ہوا ہے۔

فاطمہ کس چیز سے جدا ہیں؟ شیعہ اور سنی کتب میں پیغمبر اسلام کی ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''ان کا نام فاطمہ رکھا گیا چونکہ وہ اور ان کے شیعہ دوزخ کی آگ سے جدا ہیں۔'' (۱) علامہ مجلسیؒ نے ایک روایت عیون اخبار الرضا سے نقل کی ہے کہ جس میں راوی نے اپنی اسناد کے ساتھ علی بن موسی الرضا+ اور محمد بن علی+ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے مامون سے اور مامون نے ہارون سے، اس نے مہدی سے اور مہدی نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ابن عباسؓ نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ فاطمہ =کو فاطمہ= کیوں کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں! ابن عباسؓ نے بتایا کہ کیونکہ وہ اور ان کے شیعہ دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ (۲) فتال نیشا پوری نے امام صادق - سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ فاطمہ - چونکہ برائیوں اور بدیوں سے دور اور جدا ہیں اس لیے انہیں فاطمہ کہا جاتا ہے۔ (۳) اسی قسم کے مفہوم پر مشتمل دوسری احادیث بھی منقول ہیں۔ اسی طرح یہ صیغہ اسم صفت کے مذکورہ معانی کے علاوہ اور معنوں میں بھی بیان ہوا ہے۔ (۴)

۱۔ بحارالانوار ز امالی شیخ طوسی۔ نسائی، حافظ ابوالقاسم دمشقی ص ۱۸ ج ۱۴۳۔
۲۔ بحارالانوار ۹، ج ۴۳۔
۳ روضۃ الواعظین ص ۱۴۸۔
۴ بحارالانوار جلد ۴۳ ص ۱۲۔

نور فاطمہ

۱۔ "عن العلاء بن عبدالرحمان، عن ابیه، عن ابی هریره، عن النبی قال: لما خلق الله تعالی آدم ابا البشر و نفخ فیه من روحه التفت آدم یمنة العرش فاذا فی النور خمسة اشباح سجدا وركّعا، قال آدم: یا ربِّ هل خلقت أحداً مِن طینٍ قبلی؟ قال تعالی: لا یا آدم۔ قال فمن هولاء الخمسة اشباح الذین أراهم فی هیئتی و صورتی؟ قال تعالی: هولا ء خمسة من ولدك لولاهم ما خلقتك هؤلا ء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی، لولاهم ما خلقت الجنة و النّار، ولا العرش ولا الكرسي، ولا السماء ولا الارض و لا الملائكة ولا الا نس ولا الجنّ، فانا المحمود وهذا محمد (ﷺ)، وانا العالی وهذا علیّ (علیه السلام) و انا الفاطر وهذه فاطمة (=) وانا الا حسان وهذا الحسن (-) و انا المحسن و هذا الحسین (-) آلیت بعزتی انه لا یاتینی احد بمثقال ذرة (حبة) من خردل من بغض أحدهم الّا ادخلته ناری ولا ابالی۔

یا آدم هولاء صفوتی من خلقی بهم اُنجیهم و بهم أهلكهم (بهم أنجی وأهلُك) فاذا كان لك الیّ حاجة فبهولاء توسل۔

فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم: نحن سفینة النجاة، من تعلق بها نجا ومن حاد عنها هلك، فمن كان له الی الله حاجة فلیسال بنا اهل البیت"۔ (۱)

۱۔ فرائد السمطین: ج ۱ ص ۳۶ و ۳۷۔ غایۃ المرام ص ۱۵ و ۱۶۔

''رسول اکرم ﷺ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ خداوند عالم نے جس وقت ابوالبشر حضرت آدم -کو پیدا کیا، اوراپنی روح ان کے پیکر خاکی میں پھونکی، تو ایک مرتبہ حضرت آدم - عرش کے داہنی جانب متوجہ ہوئے دیکھا کہ پانچ نور رکوع وسجود کی کیفیت میں محو ہیں، جناب آدم- نے کہا: اے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی مخلوق کو مٹی سے پیدا کیا ہے خدا نے کہا: نہیں، جناب آدم- نے عرض کی: پس یہ پانچ نور کہ جن کو میں دیکھ رہا ہوں کون ہیں؟ خداوند عالم نے فرمایا: یہ پانچ نور تمھاری صلب سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمھیں پیدا نہ کرتا ،ان پانچوں کے اسماء کو میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت وجھنم کو پیدا نہ کرتا، عرش وکرسی کا وجود نہ ہوتا، زمین وآسمان خلق نہ ہوتے، جن وانس کی تخلیق نہ ہوتی، میں محمود ہوں تو یہ محمد (ﷺ) ہیں، میں عالی ہوں تو یہ علی (-) ہیں میں فاطر ہوں تو یہ فاطمہ (=)، میں احسان ہوں تو یہ حسن (-) ہیں میں محسن ہوں تو یہ حسین (-) ہیں۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم! روز قیامت اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی انکی دشمنی ہوگی تو میں اسے واصل جھنم کروں گا اور اس سلسلہ میں مجھے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی، اے آدم (-)! یہ میرے برگزیدہ افراد ہیں۔ اھل جنت کو میں انھیں کے وسیلہ سے نجات دوں گا، اور گمراہوں کو میں انھیں کے ذریعہ ھلاک کروں گا اے آدم- اگر کوئی حاجت ہے ان کے وسیلے سے مانگو، اس وقت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نجات کی کشتی ہوں جو بھی اس پر سوار ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے روگردانی کرے گا وہ غرق ہوجائے گا پس اگر کوئی شخص خدا سے حاجت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ہم اہل بیت کے وسیلہ سے دعا مانگے۔''

عظمت ومنزلت فاطمہ+

رسول اکرم ﷺ نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! تمھارا شمار میرے اصحاب میں ہے لیکن علی ابن ابی طالب کی ذات مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اگر کسی نے علی کا غیر سے تقابل کیا تو یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے مجھ پر ظلم کیا اس نے گویا مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اے عبدالرحمٰن! یہ سچ ہے کہ خداوند عالم نے مجھ پر ایک روشن کتاب نازل کی اور مجھے حکم دیا کہ علی -کے علاوہ لوگوں کے لیے اس نازل شدہ کتاب (قرآن) کو بیان کروں، اس لیے کہ ان کو کتاب کی احتیاج نہیں ہے کیوں کہ خدا نے حضرت علی -کی فصاحت کو میری فصاحت کے مانند قرار دیا ہے اور ان کے فہم وشعور کو میرے فہم وشعور جیسا بنایا ہے اگر تمام حلم کو سمیٹ کر مجسم کردیا جائے تو یقیناً وہ علی- کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اگر تمام عقلیں یکجا ہو کے تجسم اختیار کرلیں تو بیشک حسن- بنیں گے اور پوری سخاوت کو ایک پیکر میں سمو دیا جائے تو بیشک حسین- نظر آئیں گے، اسی طرح اگر تمام خوبیاں اور کمالات کسی ایک ذات وجود میں جمع ہوجائیں تو وہ فاطمہ= کہلائیں گی بلکہ فاطمہ= کی عظمت ورفعت اس سے بھی بلند وبالاتر ہے، بیشک میری بیٹی فاطمہ =روئے زمین پر شرف وفضیلت نیز عنصر وجودی کے اعتبار سے سب سے افضل و برتر ہیں۔(۱)

۱۔مقتل خوارزمی ج۱ص۶۰، فرائد السمطین ج۲ص۶۸

حضرت فاطمہ زہرا + سے محبت کے فوائد

عن سلمان ÷ قال: قال رسول الله ﷺ یا سلمان من احبّ فاطمة ابنتی فهو فی الجنة معی ، ومن ابغضها فهو فی النار ، یاسلمان حب فاطمة ینفع فی مائة من المواطن ایسر ذلك الموت والقبر والمیزان والمحشر والصراط والمحاسبه ۔ فمن رضیت عنه ابنتی فاطمة رضیت عنه ، و من رضیتُ عنه رضی الله عنهُ ، و من غضبت علیه غضبت علیه ، و من غضبت علیه غضب الله علیه۔

یا سلمان ویل لمن یظلمها ویظلم بعلها امیرالمومنین علیّا ، وویل لمن یظلم ذریتها و شیعتها ۔(۱)

جناب سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے سلمان! جو کوئی میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو کوئی اس کو ناراض کرے گا اس کا ٹھکانا جھنم ہوگا۔

اے سلمان! سو(۱۰۰) مواقع ایسے ہیں جہاں فاطمہ کی محبت انسان کو فائدہ پہونچا ئے گی جس میں سے آسان ترین مراحل: موت،قبر،میزان،حشرونشر،حساب وکتاب،اور پل صراط ہیں لہٰذا جس سے میری بیٹی فاطمہ راضی ہے میں اس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوا اس سے خدا راضی ہے۔اور جس شخص سے میری بیٹی فاطمہ(=) غضبناک ہوں اس سے میں غضبناک ہوتا ہوں،اور جس سے میں غضبناک ہوا اس سے خدا غضبناک ہوتا ہے۔

۱۔مقتل خوارزمی ج۱ص۶۰ فرائدالسمطین ج۲ص۶۷۔

اے سلمان! وائے ہو اس پر جس نے فاطمہ اور فاطمہ کے شوہر امیرالمؤمنین علی(-) پر ظلم کیا، نیز ہلاکت ہو اس پر جس نے اولاد فاطمہ اور شیعیان فاطمہ پر ستم روا رکھا۔

دشمن فاطمہ

قال رسول اللّٰہ صلی علیه وآله وسلم :" یا علی ان اللّٰه تعالی زوجك فاطمة وجعل صداقها الأرض فمن مشی علیها مبغضا لها مشی حراما"۔(۱)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:''اے علی! خداوند متعال نے فاطمہ کو تمھارا کفو منتخب کیا اور پورے کرہ ارض کو ان کا مہر قرار دیا۔لہذا جو بھی روئے زمین پر فاطمہ سے دشمنی رکھتے ہوئے چلے اس کا چلنا حرام ہے۔

فاطمہ زہرا + سے تمسک کرنا

قال رسول الله ﷺ : "فاطمة بهجة قلبی، وابناها ثمرة فؤادی و بعلها نور بصری و الائمة من ولدها امناء ربی و حبله الممدود بینه و بین خلقه ، من اعتصم بهم نجی ، و من تخلف عنهم هوی"۔(۲)

۱۔مقتل خوارزمی ج۱ص۶۶،فرائدالسمطین ج۱ص۹۵۔

۲۔فرائدالسمطین ج۲ص۶۶،مقتل خوارزمی ج۱ص۵۹

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ = میری روح کی نشاط اور خوشی ہے اور اس کے دونوں فرزند میرے دل کے میوے ہیں نیز اس کے شوہر (علی) میری آنکھوں کا نور ہیں اور اولاد فاطمہ میں سے بقیہ ائمہ طاہرین امین الٰہی نیز خالق و مخلوق کے درمیان حبل ممدود (ایک کھینچی ہوئی رسی) ہیں کہ جس سے تمسک نجات کا ضامن اور ان کی مخالفت ہلاکت و گمراہی کا باعث ہے۔''

محشر میں عظمت فاطمہ+

قال رسول الله ﷺ : ابنتی فاطمة حوراء آدمیّة۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری بیٹی انسانی شکل میں حور ہے۔''

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے: ''روز قیامت عرش کی پشت سے منادی کی ندا آئے گی کہ اے اہل محشر: اپنی آنکھوں کو بند کرلو، تاکہ بنت رسول فاطمہ زہرا = اپنے بیٹے حسین کا خون بھرا اُکرتا لے کر گزر جائیں، پس فاطمہ = ساق عرش پکڑ کر یہ فریاد کریں گی بار الہا! تو عادل و جبار ہے تو ہی فیصلہ کر، میرے اور ان لوگوں کے درمیان کہ جنھوں نے میرے لخت جگر کو قتل کیا۔ پس خدا کی قسم، خدا حکم دے گا اور فاطمہ زہرا = حکم خدا سن کر یہ عرض کریں گی، بار الہا! حسین کی مصیبت پر گریہ کرنے والوں کے حق میں میری شفاعت قبول کر، تب خدا فاطمہ = کی اس عرض داشت کو قبول کرے گا اور حسین- پر آنسو بہانے والوں کے سلسلہ میں فاطمہ = کی شفاعت قبول ہوگی۔(۱)

۱۔ کفایۃ الطالب ص۲۱۲، میزان الاعتدال ذہبی ج۲ص۱۸، لسان المیز ان ابن حجر ج۲ص۲۳۷، خصائص سیوطی ج۲ص ۲۶۵، مجمع الزوائد ہیثمی ج۶ص۲۱۲، اسد الغابہ ج۷ص۵۲۳۔

اسم زہرا+ کی نامگذاری کی وجہ

امام محمد باقر - سے پوچھا گیا کہ جناب فاطمہ☆ کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ آپؑ نے فرمایا اس لیے کہ خدا نے آپ کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے آپ کے نور سے زمین اور آسمان اتنے روشن ہوئے کہ ملائکہ اس نور سے متاثر ہوئے اور وہ اللہ کے لیے سجدہ میں گئے اور عرض کی: خدایا! یہ کس کا نور ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ میری عظمت کے نور سے ایک شعلہ ہے کہ جسے میں نے پیدا کیا ہے اور آسمان پر سکونت دی ہے اسے پیغمبروں میں سے بہترین پیغمبر ﷺ کے صلب سے پیدا کروں گا اور اسی نور سے دین کے امام اور پیشوا پیدا کروں گا تاکہ وہ لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کریں (اور) وہ پیغمبر ﷺ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔(۱)

پیغمبر ﷺ نے جناب فاطمہ☆ سے فرمایا: ''بیٹی خداوند عالم نے دنیا کی طرف پہلی دفعہ نظر کی تو مجھے تمام مردوں پر برتری دی، دوسری مرتبہ اس کی طرف نظر کی تو تمہارے شوہر علی -کو تمام مردوں پر فوقیت دی اور تیسری مرتبہ نظر کی تو تمہیں تمام عالم کی عورتوں پر فضیلت اور برتری دی چوتھی مرتبہ توجہ کی تو حسن- اور حسین- کو جنت کے جوانوں پر امتیاز دیا۔''(۲)

امام جعفر صادق- نے فرمایا: ''کہ فاطمہ☆ کا نام فاطمہ☆ اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگوں کو آپ کی حقیقت کے درک کرنے کی قدرت نہیں ہے۔''(۳)

۱۔ کشف الغمہ، ج۲ص۸۴، اسد الغابہ، ج۵ص۵۲۲

۲۔ کشف الغمہ، ج۲ص۹۰۔

۳ بحار الانوار، ج۴۳ص۶۵

پیغمبر اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''کہ اللہ نے مجھے، علی -، فاطمہ☆ اور حسن وحسین کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔''(۱)

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''جب میں معراج پر گیا تو بہشت کی سیر کی تو میں نے فاطمہ☆ کا محل دیکھا جس میں ستر قصر تھے کہ جو لوءلوء و مرجان سے بنائے گئے تھے''(۲)

ابن عباس ÷ کہتے ہیں کہ ایک دن علی - و فاطمہ☆ اور حسن وحسین + پیغمبر ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اے خدا! مجھے علم ہے کہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہیں ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھ ان کی مدد کرنے والوں کی مدد فرما انہیں تمام برائیوں سے پاک رکھ......روح القدس کے ذریعے ان کی تائید فرما۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: یا علی - تم اس امت کے امام اور میرے جانشین ہو اور مومنین کو بہشت کی طرف ہدایت کرنے والے ہو، گویا میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ قیامت کے دن ایک نورانی سواری پر سوار ہے کہ جس کے دائیں جانب ستر ہزار فرشتے اور بائیں جانب ستر ہزار فرشتے اس کے آگے ستر ہزار فرشتے اور اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چل رہے ہیں اور تم میری امت کی عورتوں کو بہشت میں لیے جا رہی ہو پس جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے خانہء کعبہ کا

۱۔ کشف الغمہ، ج۲ص۹۱۔

۲۔ بحارالانوار، ج۴۳ص۷۶۔

حج بجالائے، اپنے مال کی زکواۃ ادا کرے، اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور علی ابن ابی طالب کو دوست رکھے وہ جناب فاطمہ☆ کی شفاعت سے بہشت میں داخل ہوگی، فاطمہ☆ دنیا کی عورتوں میں سے بہترین عورت ہے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا فاطمہ(☆) اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ تو جناب مریم ہیں کہ جو اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر ہیں، میری بیٹی فاطمہ☆ تو گذشتہ اور آئندہ آنے والی عورتوں سے بہتر ہیں، جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالی کے ستر ہزار مقرب فرشتے انھیں سلام کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں! اے فاطمہ(☆) اللہ نے تجھے چنا ہے اور پاکیزہ کیا ہے اور تمام عالم کی عورتوں پر تجھے برتری دی ہے۔

اس کے بعد آپؐ علی - کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا علی! فاطمہ☆ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میری آنکھوں کا نور اور دل کا میوہ ہے جو بھی انھیں تکلیف دے اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے انھیں خوشنود کیا اس نے مجھے خوشنود کیا فاطمہ☆ سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریں گی میرے بعد ان سے نیکی کرنا حسن اور حسین + میرے فرزند ہیں اور میرے پھول ہیں اور جنت کے جوانوں سے بہتر ہیں انہیں بھی آپ آنکھ اور کان کی طرح محترم شمار کریں۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور فرمایا: ''اے میرے خدا! تو گواہ رہنا کہ میں ان کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔''(۱)

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳ص۲۴

فاطمہ☆ کا علم ودانش

جناب عمارؓ کہتے ہیں: ایک دین حضرت علی -گھر میں داخل ہوئے تو جناب فاطمہ☆ نے فرمایا: علی -آپ میرے نزدیک آئیں تا کہ میں آپ کو گزشتہ اور آئندہ کے حالات بتاؤں، حضرت علی -، فاطمہ☆ کی اس گفتگو سے حیرت میں پڑ گئے اور پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور سلام کیا اور آپ کے نزدیک بیٹھے، پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: آپ بات شروع کریں گے یا میں کچھ کہوں؟ حضرت علی -نے عرض کی: کہ میں آپ کے فرمان سے استفادہ کرنے کو دوست رکھتا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: گویا آپ سے فاطمہ☆ نے یہ کہا ہے اسی لیے آپ میرے پاس دوبارہ آئے ہیں۔ حضرت علی- نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا فاطمہ☆ کا نور بھی ہمارے نور سے ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے؟ حضرت علی -یہ بات سن کر سجدۂ شکر میں گر گئے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ☆ کے پاس واپس آئے حضرت فاطمہ☆ نے فرمایا: اے علی- گویا میرے بابا کے پاس گئے تھے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: آپ نے اس طرح جواب دیا ہاں اے دختر پیغمبر ﷺ تو فاطمہ☆ نے فرمایا: اے ابوالحسن-! خداوند عالم نے میرے نور کو پیدا کیا اور وہ اللہ تعالی کی تسبیح کرتا تھا اس وقت اللہ تعالی نے اس نور کو بہشت کے ایک درخت میں ودیعت رکھ دیا جب میرے والد بہشت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالی نے آپ کو حکم دیا کہ اس درخت کا میوہ تناول فرمائیں، میرے والد نے اس درخت کے میوے تناول فرمائے اسی کے ذریعہ میرا نور میرے بابا کے صلب میں منتقل ہوا اور میرے بابا کے صلب سے میری ماں کے رحم میں وارد ہوا۔ یا علی! میں اسی نور سے ہوں اور گزشتہ اور آئندہ کے حالات

اور واقعات کو اس نور کے ذریعہ جانتی ہوں۔ یا ابوالحسن! مومن نور کے واسطے سے خدا کو دیکھتا ہے۔(۱)

امام حسن عسکری -فرماتے ہیں کہ: دو عورتیں کہ ان میں سے ایک مومنہ اور دوسری معاندہ و دشمن تھی، ایک دینی مطلب میں آپس میں اختلاف رکھتی تھیں اس اختلاف کے حل کرنے کے لیے جناب فاطمہ☆ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے مطلب کو بتایا چونکہ حق مومن عورت کے ساتھ تھا تو حضرت فاطمہ☆ نے اپنی گفتگو اور دلائل و برہان سے اس کی تائید کی اور اسے اس ذریعے سے پر فتح مند کر دیا اور وہ مومن عورت اس کامیابی سے خوشحال ہوگئی۔ جناب فاطمہ☆ نے اس مؤمن عورت سے فرمایا کہ اللہ تعالی کے فرشتے تجھ سے زیادہ خوشحال ہوئے ہیں اور شیطان اور اس کے پیروکاروں پر غم واندوہ اس سے زیادہ ہوا ہے جو اس دشمن عورت پر وارد ہوا ہے۔

اس وقت امام حسن عسکری- نے فرمایا: اس وجہ سے خدا نے فرشتوں سے فرمایا ہے کہ اس خدمت کے عوض جو فاطمہ☆ نے اس مومن عورت کے لیے انجام دی ہے، بہشت اور بہشتی نعمتوں کو اس سے پہلے جو مقرر تھیں کئی ہزار گنا اضافہ کر دیا جائے اور یہی روش اور سنت اس عالم کے بارے میں بھی جاری کی جاتی ہے جو اپنے علم سے کسی مومن کو کسی معاند پر فتح دلاتا ہے اور اس کے ثواب کو اللہ تعالی کئی ہزار برابر مقرر کر دیتا ہے۔(۲)

۱۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۲۴

۲۔ بحار الانوار، ج۲ص۸۔

حضرت فاطمہ☆ کا ایمان اور عبادت

پیغمبر ﷺ نے جناب فاطمہ☆ کے بارے میں فرمایا کہ: اللہ تعالی پر ایمان، فاطمہ☆ کے دل کی گہرائیوں اور روح کے اندر اتنا نفوذ کر چکا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو ہر چیز سے مستغنی کر لیتی ہیں (۱)

امام حسن- نے فرمایا ہے کہ: میری والدہ شب جمعہ سے صبح جمعہ تک اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور متواتر رکوع اور سجود بجالاتی تھیں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی آپ مومنین کے لیے نام بنام دعا کر رہی ہیں لیکن وہ اپنے لئے دعا نہیں کرتی تھیں میں نے عرض کی اماں جان: کیوں اپنے لیے دعا نہیں کرتیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے ہمسایہ اور پھر گھر۔(۲)

امام حسن- فرماتے ہیں کہ: ''جناب فاطمہ زہرا☆ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والی تھیں اللہ تعالی کی عبادت میں اتنا کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں ورم کر جاتے''(۳)

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''میری بیٹی فاطمہ☆ تمام عالم کی عورتوں میں بہترین عورت ہیں، میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، میری آنکھوں کا نور، دل کا میوہ اور میری روحِ رواں ہیں، انسان کی شکل میں حور ہیں، جب عبادت کے لیے محراب میں کھڑی ہوتیں تو آپکا نور فرشتوں میں چمکتا تھا، خداوند عالم نے ملائکہ کو خطاب کیا کہ میری کنیز کو دیکھو میرے مقابل نماز کیلئے کھڑی ہے اور اس کے اعضاء میرے خوف سے لرز رہے ہیں اور میری عبادت میں غرق ہے،

۱۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۴۶۔

۲۔ کشف الغمہ، ج۲ص۱۴ادلائل الامامہ، ص۵۶

۳۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۷۶۔

ملائکہ گواہ رہو میں نے فاطمہ☆ کے پیروکاروں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ قرار دے دیا ہے۔(۱)

البتہ جو شخص قرآن کے نزول کے مرکز میں پیدا ہوا ہو اور وحی کے دامن میں رشد پایا ہو اور غور فکر کیا ہو اور دن رات اس کے کان قرآن کی آواز سے آشنا ہوں اور محمد ﷺ جیسے باپ کی تربیت میں رہا ہو کہ آنجناب اس قدر اللہ تعالی کی عبادت کرتے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر جاتے تھے اور علیؑ جیسے شوہر کے گھر رہی ہو تو اسے اہل زمان کے افراد سے عابدترین انسان ہونا ہی چاہیئے اسے عبادت میں اتنا بلند مقام رکھنا چاہیئے اور ایمان اس کی روح کی گہرائیوں میں سماجانا چاہیئے۔

بابرکت ہار

جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے ایک دن عصر کی نماز پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد بیٹھے تھے، اچانک ایک آدمی پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا لباس پرانا اور پھٹا ہوا تھا اور وہ سخت بڑھاپے کی وجہ سے اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، پیغمبر ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی مزاج پرسی کی، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں ایک بھوکا شخص ہوں مجھے سیر کیجیے برہنہ ہوں مجھے لباس عنایت فرمایئے اور خالی ہاتھ ہوں مجھے کچھ عنایت فرمایئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا سردست تو میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تجھے ایک جگہ کی راہنمائی کرتا ہوں شاید وہاں تیری حاجت پوری ہو جائے۔ اس شخص کے گھر جا کہ جو خدا اور رسول (ﷺ) کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں جا میری بیٹی فاطمہ☆ کے گھر کہ شاید تجھے وہ کوئی چیز عنایت فرمادے۔ آپؐ نے اس کے بعد جناب بلالؓ سے فرمایا:

۱۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۷۶۔

کہ اسے فاطمہ☆ کا گھر دکھلا آؤ۔

جناب بلال اس بوڑھے کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا☆ کے گھر گئے، بوڑھے نے عرض کی میرا اسلام ہو خانوادہ اہل بیت پر کہ جو فرشتوں کے نازل ہونے کا مرکز ہے جناب فاطمہ☆ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم کون ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں ایک فقیر ہوں پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں گیا تھا انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اے دختر پیغمبر ﷺ! بھوکا ہوں سیر کیجیے، برہنہ ہوں مجھے لباس پہنائیے، فقیر ہوں کوئی چیز عنایت فرمائیے، جناب فاطمہ☆ جانتی تھیں کہ گھر میں کوئی غذا موجود نہیں ہے ایک گوسفند کی کھال ہے کہ جو امام حسن- اور امام حسین- کے فرش کے لیے تھی اسے دی اس نے عرض کی یہ چمڑے کی کھال میری زندگی کی اصلاح کہاں کرسکتی ہے۔ جناب فاطمہ☆ نے ایک ہار جو آپ کے چچا کی لڑکی نے بطور ہدیہ دیا تھا اس فقیر کو دے دیا اور فرمایا: اسے فروخت کر کے اپنی زندگی کی اصلاح کرلے۔

وہ سن رسیدہ شخص پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں لوٹ آیا اور تمام قصہ بیان کیا تو آپؐ کے آنسو نکل گئے اور فرمایا کہ اس ہار کو فروخت کرڈالو تاکہ میری بیٹی کے عطیہ کی برکت سے خدا تیری کشائش کردے۔

جناب عمار یاسرؓ نے حضرت رسول خدا ﷺ سے اجازت لی کہ اس ہار کو خرید لوں اس بوڑھے سے پوچھا کہ اسے کتنے میں فروخت کروگے؟ اس نے کہا کہ اتنی قیمت پر کہ روٹی اور گوشت سے میرا پیٹ سیر ہوجائے ایک یمانی چادر جسم کے ڈھانپنے کے لیے ہوجائے کہ جس میں نماز پڑھوں اور ایک دینار کہ میں اپنے گھر اور اہل وعیال کے پاس جاسکوں۔

جناب عمار نے کہا: میں اس ہار کو بیس دینار اور دوسو درہم اور ایک برد یمانی اور سواری کے لیے استعمال ہونے والے ایک حیوان اور روٹی اور گوشت کے عوض خریدتا ہوں اس بوڑھے نے ہار جناب عمار کو فروخت کردیا اور معاوضہ لے لیا اور پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں لوٹ آیا، پیغمبر اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری حاجت پوری ہوئی، اس نے عرض کی: ہاں، میں جناب فاطمہ☆ کی بخشش کی بدولت بے نیاز ہوگیا ہوں کہ خداوند عالم اس کے عوض جناب فاطمہ☆ کو ایسی چیز دے کہ نہ آنکھ نے دیکھی ہو اور نہ کان نے سنی ہو۔

جناب رسول خدا ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ خداوند عالم نے اسی دنیا میں اس قسم کی چیز جناب فاطمہ☆ کو عطا کردی ہے کیونکہ اسے مجھ جیسا باپ اور علی جیسا شوہر اور حسن اور حسین+ جیسے فرزند عنایت فرمائے ہیں، جب عزرائیل فاطمہ☆ کی روح قبض کرے گا اور اس سے قبر میں سوال کرے گا کہ تیرا پیغمبر کون ہے؟ تو جواب دیں گی میرا باپ، اور اگر پوچھے گا تیرا امام کون ہے تو جواب دیں گی میرا شوہر علی بن ابیطالب -، خداوند عالم نے ملائکہ کی ایک جماعت کو مأمور کیا ہے کہ آپ کے مرنے کے بعد ہمیشہ ان پر اور ان کے والد اور شوہر پر درود بھیجتے رہیں۔ خبردار! جو شخص میرے مرنے کے بعد میری زیارت کو آئے تو وہ اس کے مانند ہے کہ وہ میری زندگی میں میری زیارت کو آیا ہے اور جو شخص فاطمہ (☆) کی زیارت کو جائے اس کے مثل ہے کہ اس نے میری زیارت کی۔

جناب عمار نے وہ ہار لیا اور اسے خوشبو لگائی اور یمانی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ اسے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں لے جاکر حاضر کرو میں نے تجھے بھی آنجناب کو بخش دیا ہے۔

جب وہ غلام جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں گیا تو حضرت نے وہ ہار مع غلام کے

جناب فاطمہ☆ کو بخش دیا۔

جناب فاطمہ☆ نے وہ ہار لیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔ جب غلام آزاد ہوا تو ہنسنے لگا جب اس سے ہنسنے کی علت پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اس ہار کی برکت پر مجھے تعجب ہوا ہے کیونکہ اس نے بھوکے کو سیر کیا ہے، برہنہ کو کپڑا پہنایا، فقیر کو غنی کر دیا، غلام کو آزاد کر دیا اور پھر وہ اپنے مالک کے پاس لوٹ گیا۔ (۱)

پیغمبر اکرم ﷺ کی فاطمہ☆ سے محبت اور ان کا احترام

جناب عائشہ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ☆ گفتار میں تمام لوگوں کی نسبت پیغمبر اکرم ﷺ سے زیادہ شباہت رکھتی تھیں، جب آپ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس جاتیں تو پیغمبر اکرم ﷺ آپ کا دست مبارک پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور جناب فاطمہ☆ کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب رسول خدا ﷺ جناب فاطمہ☆ کے پاس جاتے تو آپ والد کے احترام کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھ چومتیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلاتیں۔((۲)

ایک دن جناب عائشہ نے دیکھا کہ پیغمبر ﷺ جناب فاطمہ☆ کو بوسہ دے رہے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ اب بھی آپ فاطمہ☆ کو چومتے ہیں جب کہ وہ شوہر دار ہو چکی ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تجھے پتہ ہوتا کہ میں فاطمہ☆ کو کتنا دوست رکھتا ہوں تو تیری محبت بھی ان کے ساتھ زیادہ ہو جاتی! فاطمہ انسان کی شکل میں حور ہیں جب بھی میں بہشت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اسے بوسہ دیتا ہوں۔ (۳)

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳ص۵۶۔

۲۔ کشف الغمہ، ج۲ص۷۹۔

۳۔ کشف الغمہ، ج۲ص۸۵۔

علی بن ابیطالب نے پیغمبر اکرم ﷺ سے پوچھایا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زیادہ دوست رکھتے ہیں یا فاطمہ☆ کو؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم عزیز ترین ہو اور فاطمہ☆ محبوب تر ہے۔(۱)

جناب فاطمہ☆ فرماتی ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ: ﴿لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا﴾ (مسلمانو! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)۔ تو میں اس کے بعد بابا جان کے لفظ سے آپ کو خطاب نہ کرتی تھی اور یا رسول اللہ ﷺ کہا کرتی تھی، کئی دفعہ میں نے آپ کو اسی سے آواز دی تو آپ نے میرا جواب نہ دیا اور اس کے بعد فرمایا: بیٹی فاطمہ☆ یہ آیت تمہارے اور تمہاری اولاد کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، یہ آیت قریش کے متکبر افراد کے لیے نازل ہوئی ہے، تم مجھے بابا کہہ کر پکارا کرو کیونکہ یہ لفظ میرے دل کو زندہ کرتا ہے اور پروردگار عالم کو خوشنود کرتا ہے۔(۲)

جناب عائشہ سے سوال کیا گیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ(☆) اس کے بعد دریافت کیا گیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا تو آپ نے فرمایا فاطمہ(☆) کے شوہر علی - ۔(۳)

جب تک پیغمبر اکرم ﷺ فاطمہ☆ کو چوم نہ لیتے تب تک سویا نہیں کرتے تھے۔(۴)

پیغمبر اکرم ﷺ جب سفر کو جاتے تھے تو آخری آدمی جسے وداع فرماتے تھے وہ فاطمہ☆ ہوتیں اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو پہلا شخص جس کی ملاقات کو جلدی جاتے فاطمہ☆ ہوتیں۔(۵)

۱۔ کشف الغمہ، ج۲ص۸۸۔ ۲۔ بیت الاحزان ص۱۰۔

۳۔ کشف الغمہ، ج۲ص۸۸۔ ۴۔ کشف الغمہ، ج۲ص۹۳۔

۵۔ ذخائر العقبی، ص۳۷۔

پیغمبراکرم ﷺ فرماتے تھے کہ: فاطمہ☆ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں جو ان کو خوشنود کرے گا اس نے مجھے خوشنو کیا، اور جو شخص ان کو اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی سب سے عزیز ترین میرے نزدیک فاطمہ (☆) ہیں۔(۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خدا ﷺ حد سے زیادہ اور معمول ومتعارف سے بڑھ کر جناب فاطمہ☆ سے محبت کا اظہار اس حد تک کرتے تھے کہ بسا اوقات اعتراضات کیے جاتے تھے البتہ ہر باپ کو طبیعی طور پر اولاد سے محبت ہوتی ہے لیکن جب محبت اور تعلق معمول سے تجاوز کر جائے تو اس کی کوئی خاص وجہ اور علت (جو فطری محبت کے علاوہ ہو) ہونی چاہیئے ،ممکن ہے حد سے زیادہ محبت کا اظہار جہالت اور کوتاہ فکری کی وجہ سے ہو لیکن اس علت کی پیغمبراکرم ﷺ کی ذات کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اللہ تعالی پیغمبراکرم ﷺ کے متعلق فرماتا ہے: ﴿انك لعلی خلق عظیم﴾ (۲) ''اور آپ بلندترین اخلاق کے درجہ پر ہیں''۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے تمام کام وحی الہی کے ماتحت ہوا کرتے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ان هو الا وحی یوحیٰ﴾ (۳)۔

''اس کا کلام وہ ہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے''

بس خدا کے رسول کا ان تمام غیر عادی محبت کے اظہار میں کوئی اور منشا اور غرض ہونی چاہیئے۔

جناب رسول خدا ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ☆ کے مقام ومنزلت کو خود مشخص کیا تھا اور آپ ان کے رتبے کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ جی ہاں! پیغمبراکرم ﷺ جانتے تھے کہ فاطمہ☆ ولایت اور امامت کے وجود میں آنے کا مرکز اور دین کے پیشواؤں کی ماں ہیں، اسلام کی نمونہ اور مثال اور ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرت علی - کے

۱۔مناقب ابن شہرآشوب، ج۳ص۳۳۲۔ ۲۔سورہ قلم آیت ۲۔ ۳۔سورہ نجم آیت ۴۔

علاوہ کوئی بھی آپ کے بلند مقام کو درک نہیں کرسکتا۔

رسول خدا ﷺ جانتے تھے کہ فاطمہ☆ کا نور آسمان کے فرشتوں کو روشنی دینے والا ہے، آپ بہشت کی خوشبو کو فاطمہ☆ سے استشمام کرتے تھے یہی علت تھی کہ آپ حد سے زیادہ فاطمہ☆ سے اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ کی شادی

جس رات فاطمہ زہرا☆ کی رخصتی تھی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! شادی طعام کے بغیر نہیں ہوتی۔

سعد نے کہا: میرے پاس ایک گوسفند ہے۔ انصار کے چند افراد نے نیز چند کلو مکئی کا بندوبست کیا۔

زبیر بکار نے عبداللہ بن ابی بکر کے ذریعے حضرت علی - سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی - نے فرمایا: ''جب میں نے فاطمہ☆ سے شادی کرنی چاہی یعنی رخصتی کے وقت پیغمبراکرم ﷺ نے مجھے ایک زرین برتن عطا کیا اور فرمایا: اس کی قیمت سے اپنی شادی کی دعوتِ ولیمہ کا انتظام کرو۔ میں محمد بن مسلم انصاری کے پاس گیا اور کہا کہ اس برتن کی قیمت کے بدلے مجھے کھانے کا سامان دے دو۔ اس نے قبول کیا اور پھر مجھ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟

میں نے کہا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔

کیا آپ پیغمبراکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں؟

میں نے کہا جی ہاں!

اس نے پوچھا یہ سامان کس لیے خرید رہے ہو؟

میں نے جواب دیا اپنی دعوت ولیمہ کے لیے۔

اس نے سوال کیا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟

میں نے جواب دیا: رسول خدا ﷺ کی بیٹی سے۔

اس انصاری نے کہا: یہ خورد ونوش کا سامان بھی آپ کا ہے اور یہ زریں ظرف بھی۔

رخصتی کے وقت رسول اکرم ﷺ نے زوجہ اور شوہر کے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار! اس عقد کو ان دونوں کے لئے مبارک قرار دے! خدایا! انہیں بہترین اولاد عطا فرما(۱)۔

ابن شہرآشوب نے ابن بابویہ سے روایت نقل کی ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے عبدالمطلب کی بہو بیٹیوں اور مہاجرین و انصار کی عورتوں سے فرمایا: کہ وہ فاطمہ زہرا☆ کے ہمراہ علی - کے گھر جائیں اور راستے میں شادمانی اور خوشی کا اظہار کریں۔

۱۔ رجوع کیجیے مناقب شہرآشوب ج۳ص۳۵۱

اس مسرت و شادمانی سے متعلق اشعار پڑھیں۔ لیکن ایسی بات نہ کہیں جو اللہ کو پسند نہ ہو۔

انہوں نے حضرت زہرا☆ کو شہباء نامی خچر (یا اونٹ) پر سوار کیا۔ اس کی باگ ڈور حضرت سلمانؓ فارسی کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت حمزہؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت جعفرؓ اور دیگر بنی ہاشم کے افراد ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی ازواج دلہن کے آگے آگے چل رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

سرن بعون الله یا جاراتی — و اشکرنه فی کل حالات

واذکرن ما انعم رب العلی — من کشف مکروه و آفات

فقد هدانا بعد کفر — و قد انعشنا رب السماوات

و سرن مع خیر نساء الوری — تقدی بعمات و خالات

یابنت من فضّله ذوی العلی — بالوحی منه والرسالات

اے میرے ساتھ چلنے والی عورتو! خدا کی مدد سے جاؤ

اور ہر حال میں اس خالق کا شکر ادا کرو

یاد رکھو کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہم پر احسان فرمایا

اور ہمیں بلاؤں اور آفتوں سے نجات بخشی

ہم کافر تھے اس نے ہماری ہدایت فرمائی

ہم ناتواں تھے اس نے ہمیں قوت بخشی

جاؤ! بہترین عورتوں کے ساتھ۔

اے اس کی بیٹی کے جس کو صاحب فضیلت نے فضیلت دی۔

تجھ پر قربان ہوں پھوپھیاں اور خالائیں

وحی ورسالت کے ذریعے سب پر فضیلت عطا کی

جناب عائشہ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

یانسوة استرن بالمعاجر / واذکرن ما یحسن فی المحاضر

واذکرن رب الناس اذ خصنا / بدینه مع کل عبد شاکر

فالحمد لله علی افضاله / و الشکر لله العزیز القادر

سرن بهافا الله اعطی ذکرها / وخصهامنه بطُهرطاهر

اے عورتو! اپنے کو پردے میں رکھو

اور زبان پر اچھی بات کے سوا کچھ نہ لاؤ

اپنی زبان پر ربّ العالمین کا نام لاؤ

جس نے ہمیں اور سب انسانوں کو اپنے دین سے فضیلت بخشی

فیاّض اور مہربان خدا کی حمد وثنا

عزیز اور قادر خدا کا سپاس وشکر!

اس دختر کو لے چلو جسے خدا نے محبوب کیا

اور اسے پاک وپاکیزہ شوہر عطا فرمایا۔

جناب حفصہ نے یہ اشعار پڑھے:

فاطمة خیر النساء البشر / و من لهاوجه کوجه القمر

فضلك اللّٰه علی کل الوریٰ / بفضل من خص بآی الزمر

زوجك الله فتی فاضلًا / اعنی علیّاخیر من فی الحضر

فسرن جاراتی بها انها / کریمة بنت عظیم انحطر

اے فاطمہ☆! اے دنیا کی تمام عورتوں سے افضل وبہتر

آپ کا چہرہ چاند جیسا ہے!

خدا نے آپ کو تمام انسانوں پر فضیلت عطا کی

اپنے باپ کے ذریعے جسے اللہ نے اپنی آیات سے خصوصیت بخشی

آپ کو ایسا شوہر عطا کیا جو صاحب فضیلت ہے

یعنی علی جو سب حاضرین سے بہتر ہیں!

میری سہیلیو! انہیں لے چلو کہ وہ خود بھی

عظیم ہیں اور عظیم خاندان کی بیٹی ہیں۔

سعد بن معاذ کی والدہ معاذہ نے یہ اشعار پڑھے:

اقول قولا فیه ما فیه / واذکرالخیروأبدیه

محمدٌ خیرنبی آدم / مافیه من کبرولاَ تیه

بفضله عرفنا رشدنا / فالله بالخیر مجازیه

ونحن مع بنت نبی الهدیٰ / ذی شرف قد مکّند فیه

فی ذروة شامخةاصلها / فماآری شیئایدانیه

جو بات کہنی چاہیئے وہی کہوں گی ۔نیکی اور بھلائی کے سوا کچھ نہ کہوں گی!

محمدؐ خیر البشر ہیں۔غرور وتکبر سے مبرا ہیں۔

آپ نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

ہم دختر نبی ہدیٰ کے ساتھ ہیں کہ عطا ہوا اسے یہ شرف نبی خدا ﷺ سے۔

وہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئی جس کی اصل برتر ہے جس کا نہ کوئی ثانی ہے نہ کوئی ہمسر۔

شیخ صدوقؒ امالی میں ذکر کرتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا☆ سے ملنے جاتے اور کافی دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہتے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے ایک سفر کے دوران حضرت فاطمہ☆ نے اپنے لیے چاندی کے گوشوارے، گلوبند اور کنگن بنوائے اور گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیا۔ حسب معمول سفر سے واپسی پر آپؐ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد ناراضگی کے تاثرات کے ساتھ وہاں سے آ گئے اور آپؐ نے مسجد نبویؐ کا رخ کیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ فاطمہ☆ کی طرف سے ایک شخص، گلوبند، گوشوارے، کنگن اور پردہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا اور کہا: کہ فاطمہ☆ کہہ رہی ہیں کہ ان چیزوں کو فروخت کر دیں اور راہ خدا میں استعمال کریں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اس پر باپ قربان ہو جو اسے کرنا چاہیئے تھا اس نے کر دیا۔ دنیا محمد و آل محمد ﷺ کے لیے نہیں ہے۔(۱)

جب رسالت مآب ﷺ ان میں اعلی انسانی صفات دیکھتے اور اسلامی تربیت کے اثرات کا مشاہدہ ان کے کردار اور گفتار میں کرتے تو خوش ہوتے۔ ان کی تعریف کرتے۔ ان کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ مسلمانوں کو ان کی شان و منزلت اور اعلی مرتبے کی پہچان کرانے کے لیے فرماتے تھے: فاطمہ☆ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف

۱۔ ا۔ بحار ص۱۸۱ انساب الاشراف ص۴۰۳ اور صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی ج۵ ص۲۶، و دیگر مآخذ

پہنچائی۔(۱)

آنحضرت ﷺ جناب فاطمہ☆ سے اپنی محبت کا اظہار کبھی تو ان کے آنے پر کھڑے ہو کر کرتے اور کبھی ان کے سر اور ہاتھوں کا بوسا لے کر کرتے تھے۔(۲)

جب بھی آپ سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے تھے، پھر فاطمہ زہرا☆ سے ملنے جاتے، اس کے بعد اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔(۳)

۱۔ ا۔ بحار ص۱۸۱ انساب الاشراف ص۴۰۳ اور صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی ج۵ ص۲۶، و دیگر مآخذ

۲۔ مناقب ج۳ ص۳۳۳ دیگر مآخذ

۳۔ الاستیعاب

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اہل سنت کی نگاہ میں

۱۔ابونعیم اصفہانی رقم طراز ہیں:(ومن ناسكات الأصفياء و صفيّات الأنقياء (فاطمة عليها السلام) السيدة البتول ،البضعة الشبيهة بالرسول ، كانت عن الدنيا و متعتها عازفة ، و بغوامض عيوب الدنيا و آفاتها عارفة) ؛(۱)۔

(حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام عبادت اور طہارت کے حوالے سے منتخب افراد میں سے ہیں، وہ جو عورتوں میں سے برتر اور ہر عیب سے دور اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پارۂ تن اور شبیۂ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ جو دنیا اور اس کے مال ومتاع سے دور، اور دنیا کے عیوب اور آفتوں سے واقف تھیں۔)

۲۔عباس محمود عقاد، مصری مولف لکھتے ہیں: (فی كل دين صورة الانوثة الكاملة المقدسة يتخشع بتقديسها المؤمنون ، كانّما هي آية الله فيما خلق من ذكر وانثى ؛ فاذا تقدست في المسيحية صورة مريم العذراء ففي الاسلام لا جرم تتقدس صورة فاطمة البتول)؛(۲)۔

(ہر دین میں کامل اور مقدس عورت کی مثال موجود ہے کہ اس کے مقدس ہونے سے مؤمنین خاشع ہوتے ہیں، گویا وہ مرد و عورت کے درمیان مخلوقات میں سے خدا کی نشانی ہے۔اور اگر عیسائی مریم عذراء کی صورت کو مقدس جانتے ہیں تو یقیناً اسلام میں فاطمہ (علیہا السلام) بتول کی صورت کو مقدس جانا جاتا ہے۔)

۱۔حلیۃ الاولیاء ج۲،ص۳۹۔ ۲۔فاطمۃ الزہراء والفاطمیون۔

۳۔ڈاکٹر علی ابراہیم حسن تحریر کرتے ہیں : (و حياة فاطمة هي صفحة فذّة من صفحات التاريخ نلمس فيها الوان العظمة، فهي لست كبلقيس او كليو بطرة ،استمدّت كل منهاعظمتها من عرش كبير و ثروة طائلة و جمال نادرا وهي لست كعايشة نالت شهرتها لما اتصفت به من جرأة جعلتها تقود الجيوش و تتحدى الرجال ، ولكنّا امام شخصية استطاعت ان تخرج الى العالم وحولها هالة من الحكمة والجلال ، حكمة ليس مرجعها الكتب والفلاسفة والعلماء وانّما تجارب الدهر الملى بالتقلّبات والمفاجآت ، وجلال ليس مستمداً من مُلك او ثراء ، وانّما من صميم النفس..)؛(۱)۔

(فاطمہ علیہا السلام کی زندگی تاریخ کے پاک صفحات میں سے ایک صفحہ ہے کہ اس میں عظمت کے مختلف رنگ ہم لمس کرتے ہیں، وہ بلقیس اور لیو بطرہ کی طرح نہیں ہیں کہ اپنی عظمت کو عظیم تاج اور بہت سی دولت اور بے نظیر خوبصورتی سے حاصل کیا ہو، اور وہ عائشہ کی طرح نہیں کہ اپنی شہرت کو ایسی جرأت سے حاصل کی ہو جس نے لشکر کی رہبری کی ہو اور مردوں کو اپنے پیچھے لے گئیں ہوں، لیکن ہم ایک ایسی شخصیت کے سامنے ہیں جو عالم پر ظاہر ہوئیں ہیں جب کہ وہ حکمت اور جلال کے احاطے میں ہیں۔ وہ حکمت کہ جس کا ماخذ کتابوں، علماء اور فلاسفہ کی طرف نہیں بلکہ روزمرہ کے تجربات ہیں جو نشیب وفراز اور اتفاقات سے بھرے ہوئے ہیں جو جلال وحکومت اور دولت سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اس کے نفس کے باطن سے ہے.....)

۱۔فاطمۃ الزاہراء علیہا السلام، دخیل، ص۱۷۱۔

۴۔توفیق ابوعلم مصری مؤلف جومصر کی عدالت کے اعلیٰ درجے کے وکیل ہیں وہ حضرت زہراعلیہاالسلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں:(...وانّی انحنی اجلالاً بین یدیک سیّدتی ، یا بضعة النبی وطأطاة للرأس تجاة مقامک الشامخ یا امّ الحسنین . ایّ قلم یرقی لیکتب عنک و ایّ ریشة تدقّ حتی تسطیع ان تصوّرک کما انت .قالوا عنک :انّک وترفی غمد وقالوا : انّک نداء الملایین . و قالوا: انّک شهاب النبوة الثاقب . و قالوا : انّک انثی فی القُمّة انت یا سیدتی الجلیلة بنت النبوة البکر . انت ربیبة الوحی ، انت ام ابیک ، انت امّ للرسول فی رسالته لا فی ولادته انت یا سیدتی زعیمة اهل البیت . و یقول الشاعر :

هم النور نور الله جل جلاله   هم التین والزیتون والشفع والوتر)(۱)۔

(یقیناً میں اپنی آقازادی کی عظمت کے مقابل میں تواضع اور انکساری کرتا ہوں، اے پارۂ تن پیغمبر! صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا سرتمہارے بلند مقام کے سامنے خم ہوگیا ہے اے مادر حسن وحسین (علیہما السلام)۔

کون سا قلم ایسا ہے جو آپ کے لیے کوئی چیز تحریر کرسکتا ہے اور کونسی نوک نازک ہوسکتی ہے کہ جیسی آپ ہیں ویسی تصویر بنائے۔آپ کے لیے کہا گیا ہے: آپ پسِ پردہ میں عالم وجود کا نمونہ ہوئیں اور کہا گیا ہے: آپ کروڑوں انسانوں کی آواز ہیں، اور کہا گیا ہے: یقیناً آپ نبوت کا چمک دار ستارہ ہیں اور کہا گیا ہے: آپ عورتوں میں نمونۂ عمل ہیں۔اے میری سیدہ آپ پیغمبر معصوم کی

۱۔فاطمۃ الزہرعلیہاالسلام،توفیق ابوعلم،ص۸۔۹ ۔

بیٹی ہیں، آپ نے وصی کے آغوش میں تربیت پائی۔آپ اپنے باپ کی ماں ہیں آپ رسول کی رسالت میں ماں ہیں نہ ولادت میں آپ اے میری سیدہ باعظمت آقازادی! اہل بیت (علیہم السلام) کی سرپرست اور مرکزی شخصیت ہیں۔شاعر آپ اہل بیت کے لیے کہتا ہے: وہ نور ہیں، نور خداوند عزوجل جلالہ، وہ (قرآن میں) انجیر وزیتون وشفع ووتر ہیں)۔

۵۔ڈاکٹر محمود عکام اہل سنت کے مولفین میں سے رقم طراز ہیں:(..والسیدة فاطمة لم تعش زمناً دون زمن ، بل تمتدّ مع کل الزمن ، امتداد ابیها المصطفیٰ صلی الله علیه وآله وسلم لأنّها البضعة والأم والمحتوی والمنجب ، فلیتنی کنت معها فانصرها ، و شعوری هذا قائم معی الآن لیتحوّل الی اتباع واقتداء ، و سیمتدّ الی المستقبل وصیة لکل المسلمین من اجل المتابعة علی الطریق و بذل الجهود لتحدید و تثبیت نقاط الالقاء والوحدة ـ و ایّنا ینکر دور وحدة الولاء فی الاتحاد والاخاء ؟ ان لم نقل انّه الأسّ الأکبر);(۱)۔

(شہزادی فاطمہ علیہا السلام وہ نہیں ہیں کہ جنہوں نے ایک مخصوص زمانے میں زندگی بسر کی بلکہ وہ زمانے کے ساتھ اور تمام زمانوں میں تھیں، اپنے باپ کے ساتھ پوری تاریخ اسلام میں تھیں اس لیے کہ وہ رسول کی پارۂ تن اور ماں اور آپ کے شانہ بہ شانہ رہیں اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منتخب اور متعارف شخصیت تھیں۔اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا اور ان کی نصرت کرتا اور میرا شعور اب بھی میرے ساتھ قائم ہے تا کہ مجھے ان کی پیروی اور اقتداء کی طرف لے جائے اور عنقریب مستقبل میں میری وصیت کے عنوان سے تمام مسلمانوں تک پہنچے تا کہ اس راستے کی پیروی کریں اور کوشش کریں تا کہ ملاقات اور وحدت کا نکتہ مستحکم اور معین ہو، اور ہم میں سے کون ہے جو ولایت کے مقام کو اتحاد اور برادری کے متعلق انکار کرے اگر یہ نہ کہیں کہ یہ عمل بہت بڑی بنیاد ہے)۔

۱۔الزہراءسلام اللہ علیہا بین الثناء والولاء،ص۱۴و۱۵۔

نیز تحریر کرتے ہیں:(....علی اقدامک تنحنی الهامات اجلالاً
ولذکراک تختال الأکوان حلالاً ، وددت لو تغد والعیون محابر فتکتب
بالدموع عبائر وتلوّن بالبریق مآثر و تسطر بالجفون بعض ما تنطوی علیه
منیّ السرائر . یا مشکاة صدرت عنها الأنوار ، یا سرّه تجمّعت فیها
الاسرار، ویا درّه سمت ، فکانت واسطة عقد بیت الاطهار الأبرار . یا
فاطمة ! والسر فیک کبیر والفطام لذیک یعنی الکثیر ...)؛(۱)۔

(...ہمارے سر آپ کے قدموں تلے آپ کی عظمت کے سامنے خم ہوتے ہیں اور آپ کی یاد
میں عالم فکر میں غرق ہو جاتے ہیں مجھے پسند تھا کہ آنکھیں سیاہی ہوتیں آنسوؤں سے عبارتیں
لکھی جاتیں اور مختلف رنگوں کے آثار پیدا ہوتے اور پلکوں کے ابروؤں سے ان کے بعض
اسرار ظاہر ہوئے ،اے وہ چراغ جس سے انوار صادر ہوئے ،اے وہ ذات گرامی جس میں
اسرار پنہاں ہیں اے دُرِّ درخشاں! اے وہ پاک اور نیک لوگوں کے درمیان وصل کا حلقہ۔
اے فاطمہ علیہا السلام ! آپ کے وجود میں بزرگ اسرار ہیں جو آپ کے پاس تعلیم حاصل
کرے اسے خیر کثیر نصیب ہوگا.......)۔

۶۔محمود شبلی حضرت زہرا علیہا السلام کے لیے تحریر کرتے ہیں: (... ایّ سماء
تظلّنی ، و ایّ ارض تقلّنی ، ان لم اکتب عنها ، ما هی اهله ؟!فکیف وانا لا
استطیع بل مستحیل ان استطیع ان اکتب عن بنت رسول الله ، ما ینبغی ان
یکتب عنها علیها السلام ؟! وکیف استطیع ان اکتب عن التی ابوها النبی و
زوجها علی وهی ام الحسنین ، اجتمع لها من الشرف ما لم ولن یجتمع

۱۔الزہراء سلام اللہ علیہا بین الثناء والولاء، ص۱۹۔

لأحد من النساء . او کیف استطیع ان اقترب من قدسها ، تلک التی
کانت احبّ شیء الی رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم ـ ؟!
سیدة نساء العالمین ، سیدة نساء اهل الجنة ، فاطمة بضعة منّی . اشبه
الناس برسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم التی کانت اذا دخلت علیه صلّی الله
علیه وآله وسلم قام الیها فقبّلها واجلسها فی مجلسه !! قم توضّأ قبل ان تقرأ عنها،
وأستغفر لی و لک فانک بالواد المقدس طوی)؛(۱)۔

(کون سا آسمان میرے سر پر سایہ افگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے شامل کرے گی اگر فاطمہ
علیہا السلام کے لیے کوئی چیز نہ لکھوں۔اور میں کس چیز کے لائق ہوں؟ بس کس طرح جب کہ
میں طاقت نہیں رکھتا اور محال ہے کہ کتنی طاقت اور قوت مجھ میں آئے تا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی بیٹی کے لیے جن الفاظ کی وہ حق دار ہیں وہ لکھوں۔کس طرح میں طاقت رکھتا ہوں کہ
اس کے لیے کچھ لکھوں کہ جن کے والد گرامی پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے شوہر علی
علیہ السلام اور وہ حسنین علیہما السلام کی ماں ہیں۔ان کے لیے وہ کمالات جمع ہوئے جو ایک عام
عورت کے لیے نہیں ہیں اور نہ ہوں گے۔یا کیسے ایسی طاقت لائیں تا کہ ان کے مقدس مقام
کے قریب ہو جاؤں، وہ شخصیت جو رسول خدا کے قریب سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

تمام عالمین کی عورتوں کی آقازادی، بہشت کی عورتوں کی سیدہ، فاطمہ علیہا السلام پارۂ تن رسول
خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔لوگوں میں رسول خدا ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ وہ کہ جب بھی
فاطمہ علیہا السلام ان کے پاس آتی تھیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف جاتے تھے اور
ان کو چومتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے،اٹھو قبل اس کے کہ ان کے لیے کوئی چیز پڑھو وضو کرو میں
اپنے لیے طلب مغفرت کرتا ہوں، اس لیے کہ تم نے مقدس وادی میں قدم رکھا ہے۔

۱۔حیاۃ فاطمۃ علیہا السلام، ص۷و۸۔

فضائل حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اہل سنت کی کتابوں میں

حضرت زہرا علیہا السلام کے مناقب اور فضائل بے حد وحصر ہیں، اور ہم اس مقام پر ان میں سے بعض جو اہل سنت کی کتابوں میں ذکر ہوئے ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**انّ فاطمة بضعة منّی فصلّی اللّٰه علیّ و علی فاطمة**)۔(۱)

(یقیناً فاطمہ (علیہا السلام) میرا پارۂ تن ہیں، پس درود خدا ہو مجھ پر اور فاطمہ علیہا السلام پر۔)

۲۔ بخاری اور مسلم نے اپنی سند کے ساتھ جناب فاطمہ علیہا السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: (**یا فاطمة ! الا ترضین ان تکونی سیدة نساء العالمین**)(۲)۔

(اے فاطمہ! (علیہا السلام) کیا تم راضی نہیں ہو کہ عالمین کی بہترین عورتوں میں سے ہو۔)

۳۔ ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ابن زبیر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**انّما فاطمة بضعة منّی ، یؤذینی ما آذاها و ینصبنی ما انصبها**)(۳)۔

(یقیناً فاطمہ علیہا السلام میرا پارۂ تن ہے، جس نے اس کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جو اسے زحمت میں ڈالے اس نے مجھے زحمت میں ڈالا)۔

۱۔ الروض الانف، ج۶، ۳۲۸۔

۲۔ فتح الباری، ج۷، ص۱۴۲؛ صحیح مسلم، ج۷، ص۱۴۳۔

۳۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۳۶۰، حدیث ۳۹۶۱؛ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۵۹؛ مسند احمد ج۴، ص۵۔

۴۔ حاکم نے اپنی صحیح سند کے ساتھ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: (**اذا کان یوم القیٰمة نادی مناد ٍمن وراء الحجاب :یا اهل الجمع! غُضّوا ابصارکم عن فاطمة بنت محمد حتی تمرّ**)(۱)۔

(جب قیامت کا دن آئے گا منادی ماوراء حجاب سے آواز دے گا: اے لوگو! اپنی آنکھوں کو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو نہ دیکھنے کے لیے بند کرو تا کہ وہ گزر جائیں)۔

۵۔ بخاری نے اپنی سند کے ساتھ مسور سے اور مسور نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (**فاطمة بضعة منّی فمن أغضبها اغضبنی**)(۲)

(فاطمہ علیہا السلام میرا پارۂ تن ہیں، پس جس نے اسے غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا ہے۔)

۶۔ حاکم نے اپنی صحیح سند کے ساتھ حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**نزل ملک من السماء فاستأذن الله أن یسلّم علیّ لم ینزل قبلها فبشّرنی انّ فاطمة سیدة نساء اهل الجنّة**)۔(۳)

(آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا، اور اس نے خداوند متعال سے اجازت لی تا کہ مجھ پر سلام کرے، اس نے مجھے بشارت دی فاطمہ (علیہا السلام) اہل بہشت کی عورتوں میں سے بہترین عورت ہیں)۔

۱۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۵۳۔

۲۔ صحیح بخاری، ج۴، ص۲۱۰۔

۳۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۵۱۔

۷۔رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہرا علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:(**یا فاطمة !انّ اللّه یغضب لغضبک ویرضی لرضاک**)۔(۱)

(اے فاطمہ! (علیہا السلام) یقیناً خداوند متعال تمہارے غضب سے غضب ناک اور تمہاری رضا سے راضی ہوتا ہے۔)

۸۔طبرانی نے اپنی موثق سند کے ساتھ ابن مسعود سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(**انّ اللّٰه امرنی ان أزوّج فاطمة من عليٍّ**)۔(۲)

(یقیناً خدا نے مجھے اس بات کا امر کیا ہے کہ فاطمہ (علیہا السلام) کی علی (علیہ السلام) سے شادی کروں۔)

۹۔حاکم نیشاپوری نے اپنی صحیح سند کے ساتھ رسول خدا سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے جناب فاطمہ علیہا السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا:(**فداکِ ابی و امّی**)۔(۳)

(میرے ماں و باپ تم پر فدا ہوں)۔

۱۰۔پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(**احبّ أهلی الیّ فاطمه (علیها السلام)**)(۴)۔

(میرے اہل وعیال میں سے میرے نزدیک محبوب ترین فاطمہ علیہا السلام ہیں۔)

۱۔مستدرک حاکم، ج۳ص۱۵۴؛ مجمع الزوائد، ج۹ص۲۰۳۔

۲۔مجمع الزوائد، ج۹ص۲۰۴؛ کنز العمال، حدیث ۳۲۷۵۳۔

۳۔مستدرک حاکم ج۳،ص۱۵۶۔

۴۔تحفۃ الاحوذی در شرح صحیح ترمذی، ج۱۰،ص۳۷۰؛ مستدرک حاکم، ج۲،ص۴۱۷۔

۱۱۔پیغمبر اکرم نے حضرت زہرا علیہا السلام کے متعلق فرمایا:(**اذا انا اشتقت الی رائحة الجنة شممت ریح فاطمة .یا حمیراء !انّ فاطمة لیست کنساء الآدمیین**)۔(۱)

(جب بھی میں بہشت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ (علیہا السلام) کو استشمام کرتا ہوں۔اے حمیرا (عائشہ)! یقیناً فاطمہ (علیہا السلام) دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔)

۱۲۔عائشہ کہتی ہیں: (میں نے کلام اور گفتار کے لحاظ سے فاطمہ (علیہا السلام) سے زیادہ کسی کو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب بھی آپ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتی تھیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے استقبال کے لیے جاتے تھے اور حضرت زہرا (علیہا السلام) کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے اور انہیں خوش آمدید کہتے تھے۔اور ان کا ہاتھ لے کر ان کو اپنی مسند پر بٹھاتے تھے۔(۲)

۱۳۔نیز ام المومنین عائشہ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: (میں نے فاطمہ (علیہا السلام) سے ان کے باپ کے علاوہ کسی کو برتر نہیں پایا۔(۳)

۱۴۔ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ جابر ابن عبداللہ انصاریؒ سے نقل کیا ہے: میں نے حجۃ الوداع میں بروز عرفہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک اونٹ پر سوار تھے اور خطبہ دینے میں مشغول تھے۔میں نے سنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(**یا ایّها الناس! قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا: کتاب الله و عترتی أهل بیتی**)۔(۴)

(اے لوگو! تمہارے درمیان میں ایسی شے کو چھوڑوں گا کہ اگر تم نے اس سے تمسک کیا، تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، کتاب خدا اور میری عترت۔)

۱۔المعجم الکبیر، ج۲۲،ص۴۰۱۔ ۲۔مستدرک حاکم، ج۳،ص۱۶۰؛ المعجم الأوسط، ج۵،ص۵۸ حدیث ۴۱۰۱۔

۳۔المعجم الأوسط، ج۳،ص۳۴۹، حدیث ۲۷۴۲؛ مجمع الزوائد، ج۹،ص۲۰۱۔

۴۔صحیح ترمذی، ج۵،ص۶۲۱۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ولایت

مجموعی دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام لوگوں اور تمام مسلمانوں کے مال پر ولایت رکھتی ہیں۔خداوند متعال فرماتا ہے :(وَ آتِ ذَاالقُربیٰ حقّہُ)(۱)۔

(اور دیکھو قرابت داروں کو اس کا حق دے دو)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذوی القربیٰ میں سے ہیں بلکہ اس کی واضح مصداق ہیں۔

دوسری آیتوں میں اموال کے دوسرے مصادیق کہ جن کے ذوی القربی مالک ہیں اور ان پر ولایت رکھتے ہیں خدا کی طرف سے اشارہ ہوا ہے:

۱۔انفال اور فیء کے مقامات:

خداوند متعال فرماتا ہے:(وَمَآ أَفَآءَ اللّٰہُ عَلَی رَسُولِہِ مِنْھُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَلاَرِکَابٍ وَلَکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہُ عَلَی مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰہُ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ ۔ مَا أَفَآءَ اللّٰہُ عَلَی رَسُولِہِ مِنْ أَھْلِ الْقُرَی فللّٰہ ِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبَی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِینِ وَابْنِ السَّبِیلِ کَیْ لاَیَکُونَ دُولَةً بَیْنَ الْأَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ)(۲)۔

(اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال غنیمت اپنے رسول کو دلوایا ہے جس کے لیے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے ۔لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۱۔سورہ اسراء،آیت ۲۶۔ ۲۔سورہ حشر،آیت ۶ اور ۷۔

تو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسول کو دلوایا ہے وہ سب اللہ، رسول اور رسول کے قرابت دار، ایتام ومساکین، اور مسافران غربت زدہ کے لیے ہے تاکہ سارا مال صرف مال داروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے۔)

انفال وہی فیء ہے کہ اس میں ولایت اور تصرف کی مالکیت خداوند متعال نے خود رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے رسول کے قرابت داروں کے ذمہ کی ہے۔

اور انفال و فیء سے مراد جیسے کہ فقہی کتابوں میں ہے کہ تمام طبیعی منابع جو مسلم ممالک میں موجود ہیں اور ہر وہ زمین ہے کہ جس کے ساکنین اور رہنے والوں نے وہاں سے کوچ کیا ہو یا جنگ کے بغیر مسلمانوں کے حوالے کیا یا خراب ہوگئی ہے اور اس کے رہنے والے چلے گئے ہیں۔اور پہاڑوں کے قلعے درّے اور بیابان اور وہ مردہ زمینیں جو بغیر مالک کے ہیں اور وہ میراث اور معادن جس کا کوئی وارث نہیں ہے نیز وہ غنائم جو بغیر اذن امام کے جنگ کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں اور بہت سے دوسرے اموال کہ جن پر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے معصوم قرابت دار ولایت اور تسلّط رکھتے ہیں کہ ان قرابت داروں میں سے حضرت زہرا علیہا السلام بھی ہیں۔

۲۔خمس

خداوند متعال فرماتا ہے:(وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِی الْقُرْبَی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِینِ وَابْنِ السَّبِیلِ إِنْ کُنتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰہِ.....):(۱)۔

۱۔سورہ انفال،آیت ۴۱۔

اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابت دار، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لیے ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے۔

خمس کے متعلق چاہے وہ غنائم جنگی میں سے یا بطور مطلق در آمد جو انسان تجارت و صنعت و زراعت اور وہ چیزیں جو گنج اور خزانے اور غوّاصی سے حاصل کرتا ہے اور دوسرے موارد کہ جن میں خمس واجب ہے۔ چھے حصوں میں سے ایک حصہ قرابت داروں کا ہے کہ حضرت زہرا علیہا اسلا اس کی واضح مصداق ہیں اور اس لیے اس قسم کے اموال پر بھی تصرف کی ولایت رکھتی ہیں۔

امامت کا بارہ افراد میں منحصر ہونا

اگر چہ حضرت زہرا علیہا السلام امامت و رہبری اور ولایت رکھتی ہیں جیسے کہ مجموعی دلائل سے معلوم ہوا لیکن وہ امامت جو زمام داری اور بالفعل حاکمیت ہے بارہ اماموں کے لیے مخصوص ہے۔

خداوند متعال فرماتا ہے: (**يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِى الْأَمْرِ مِنْكُم**)؛(۱)۔

(ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو)۔

بالا مذکورہ آیت میں (**أُوْلِى الْأَمْر**) کے مصداق کے معین کرنے کے لیے اور یہ کہ بارہ افراد پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصوم ذریت میں سے ہیں ہم تین صحیح السند روایتوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں:

۱۔ بارہ خلفاء والی حدیث

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**یکون بعدی اثنا عشر امیراً..... کلّهم من قریش**)؛(۲)۔

(میرے بعد بارہ امیر ہوں گے.... وہ سب قریش میں سے ہیں۔)

۱۔ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاستخلاف، حدیث ۶۷۲۲۔

۲۔حدیث ثقلین

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(یا ایها الناس انّی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلّوا: کتاب الله وعترتی اهل بیتی)؛(۱)۔

اے لوگو! ہم نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: کتاب خدا اور ہماری عترت (اہل بیت، علیہم السلام۔)

۳۔حدیث غدیر

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(من کنت مولاه فعلیّ مولاه؛(۲)
(جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں)۔

۱۔صحیح ترمذی، ج۵، ص۳۲۸، حدیث ۳۸۷۴۔

۲۔صحیح ترمذی، ج۵، ص۲۹۷، حدیث ۳۷۹۷۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نور مذہبی تبدیلی کا سرچشمہ

فدک کا واقعہ اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا مناظرہ اور ان کا احتجاج اہل سنت کے نزدیک مذہبی تبدیلی اور مذہب تشیع قبول کرنے کے عوامل میں سے ایک عامل شمار ہوتا ہے۔

اس قسم کے افراد میں سے ایک فرد عبدالمنعم حسن سوڈانی مستبصر ہیں۔(۱) وہ آپ کے فدک کے خطبہ سے متاثر ہونے کے متعلق کہتے ہیں:(نفذت هذه الکلمات کالسهم الی اعماقی ، ثم فتحت جرحاًلااظنّه یندمل بسهولة ویسر ، غالبت دموعی و حاولت منعها من الانحدار ما استطعت ، ولکنّها انهمرت و کانّها تصرّ ان تغسل عار التاریخ فی قلبی ، فکان التصمیم للرحیل عبر محطات التاریخ للتعرف علی مأساة الأمة، و تلک کانت هی البدایة لتحدید هویة السیر والانتقال عبر فضاء المعتقدات والتاریخ والمیل مع الدلیل.....)؛(۲)۔

(یہ باتیں تیر کی طرح میرے وجود کی گہرائیوں میں موثر ہوئی ہیں، اس وقت ایک ایسا زخم کھلا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اس آسانی سے بھر جائے۔ وہ زخم جو میرے آنسوؤں پر غالب ہو گیا اور اس راستے میں آیا کہ میں اپنی طاقت کی حد تک ان کو گرنے سے روکوں، لیکن میں ان آنسوؤں کو روک نہ سکا اسی لیے میرے آنسو بہنے لگے گویا ان کا اصرار تھا کہ تاریخ کے ننگ کو میرے قلب میں صاف وشفاف کرلیں۔ ان کا یہ ارادہ تھا کہ تاریخ کے نقوش اور فراز ونشیب

۱۔یعنی سنی سے شیعہ ہوئے ہیں۔

۲۔بنور فاطمةؑ اهتدیتُ، عبد المنعم حسن

کے ساتھ چلیں تاکہ امت کے مصائب سے آگاہ ہوں، اور اس ماہیت کی حرکت کا شروع ہونا اور تاریخی اعتقادات کی فضاء سے منتقل ہونا دلیل کے ساتھ مائل ہونا ہے ....)۔

وہ خطبہ فدک سننے کے بعد رقم طراز ہیں: (تدّفق شعاع كلماتها الى اعماق وجدانى و اتضح لى انّ مثل هٰذه الكلمات لا تخرج من شخص عادى حتى و لو كان عالماً مفوهاً درس آلاف السنين ، بل هى فى حدّذاتها معجزة، كلمات بليغة ...، عبارات رصينة، حجج دامغة ، و تعبير قوى ... تركت نفسى لها واستمعت اليها بكلّ كيانى، و عندما بلغت خطبتها الكلمات التى بدأت هذا الفصل لم اتمالك نفسى وزاد انهمار دموعى . و تعجبت من هذه الكلمات القوية الموجهة الى خليفة رسول اللهؐ و مما زاد فى حيرتى انّها من ابنة رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم فماذا حدث ؟و لما ذا .... و كيف؟ ! و مع من كان الحق ، وقبل كل هذا هل هذا الاختلاف حدث حقيقة ؟ و فى الواقع لم اكن اعلم صدق هذه الخطبة ، ولكن اهتزّت مشاعرى حينها وقرّرت الخوض غمار البحث بجديّة مع اوّل دمعة نزلت من آماقى...)؛(۱)۔

(حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے کلمات کی شعاع نے میرے ضمیر کی گہرائیوں میں اثر کیا اور میرے لیے واضح ہو گیا کہ اس قسم کی باتیں کسی عام شخصیت سے بیان نہیں ہو سکتیں اگر چہ وہ

۱۔ بنور فاطمہؑ اھتدیتُ، عبد المنعم حسن۔

شخص عالم ہو کہ جس نے ہزاروں سال درس حاصل کیا ہو، بلکہ یہ کلمات خود بہ خود ایک معجزہ ہیں، بلیغ کلمات .... مستحکم عبارتیں، مطمئن کرنی والی دلیلیں، قوی تعبیریں........ میں نے اپنے پورے وجود اور تمام حواس کو ان کے سننے کے لیے آمادہ اور مرکوز کیا، اور جیسے ان کا خطبہ ان کلمات تک پہنچا کہ میں نے ان کلمات سے اس فصل کو شروع کیا اپنے ضمیر پر کنٹرول نہ کر سکا اس لیے میرا گریہ بڑھ گیا، اور ان مستحکم باتوں سے جو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ سے متعلق ہیں میں نے تعجب کیا۔ اور جس چیز نے میری حیرت کو بڑھا دیا وہ یہ تھی کہ یہ باتیں دختر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے بیان ہو رہی تھیں، کیا اتفاق ہوا ہے؟ کیوں اور کیسے؟ اور ہر چیز سے پہلے یہ کہ آیا حقیقتاً یہ اختلاف واقع ہوا ہے؟ اور حق کس کے ساتھ ہے؟ درحقیقت میں اس سے پہلے، اس خطبے کے سچا ہونے کا معتقد نہیں تھا، لیکن اس وقت میرا پورا بدن لرزنے لگا اور میں نے پہلے آنسووں سے کہ جو میرے آنکھوں سے آئے فیصلہ کیا کہ جدت پسندی کے ساتھ بحث کو شروع کروں...)۔

حضرت زہرا علیہا السلام سے توسُّل

بعض آیات کے ذیل میں موجود روایتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام دوسرے معصومین علیہم السلام کی طرح فیض الٰہی کے پہنچنے کا واسطہ ہیں اور ان سے توسل کرنا چاہیے۔

۱۔آیۂ مباہلہ

خداوند متعال پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر فرما رہا ہے: (فَمَنْ حَآجَّکَ فِیهِ مِن بَعْدِ مَا جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآئَنَا وَأَبْنَآئَکُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَائَکُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ)(۱)۔

(پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجیے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں)۔

بعض روایات کے مطابق پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت حضرت علی، زہرا حسن اور حسین علیہم السلام کو نجران کے عیسائیوں سے مباہلے کے لیے لائے تو اپنے اہل بیت علیہم السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا: (اذا انا دعوت فأمنّوا)؛

(جب میں دعا کروں تو آپ آمین کہیے گا)۔

یہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام کا آمین کہنا دوسرے افراد کی طرح پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت کے پورے ہونے میں اثر انداز ہے۔(۲)۔

۱۔سورہ آل عمران، ۶۱۔

۲۔کشاف، زمخشری، ج۱، ص۳۶۹ و....

۲۔حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے والی آیت

خداوند متعال فرماتا ہے: (فَتَلَقَّىٰٓ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ)(۱)۔

(پھر آدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی اور ان کی برکت سے خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی کہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے)۔

سیوطی اور دوسروں نے اپنی سند کے ساتھ امام علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: (سألت النبی صلّی الله علیه و آله و سلم عن قول الله :(فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ)فقال :انّ الله اهبط آدم بالهند و حواء بجدّة . . حتی بعث الله الیه جبرئیل و قال : یا آدم !ألم اخلقک بیدیّ ؟الم انفخ فیک من روحی ؟الم اسجد لک ملائکتی ؟الم أزوّجک حواء امتی ؟ قال: بلی ،قال فما هذا البکاء ؟ قال : وما یمنعنی من البکاء ؟ و قد اخرجت من جوار الرحمن .قال:فعلیک بهؤلاء الکلمات ، فانّ الله قابل توبتک و غافر ذنبک ، قل :"اللّهم انّی اسألک بحق محمد و آل محمد ، سبحانک لا اله الا انت ، عملت سوءاً و ظلمت نفسی فاغفرلی ، انّک انت الغفور الرحیم "،فهؤلاء الکلمات التی تلقّی آدم "؛)(۲)۔

۱۔سورہ بقرہ، آیت ۳۷۔

۲۔فردوس الاخبار، ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۲۸۸، الدرالمنثور، ج ۱، ص ۶۰؛ کنزالعمال، ج ۲، ص ۳۵۸، حدیث ۴۲۳۷ وغیرہ

(میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خداوند متعال کے قول کے متعلق (پھر آدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی اور ان کی برکت سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی کہ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)۔

سوال کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً خدا نے آدم کو ہند اور حوا کو جدہ کی جانب بھیجا.... یہاں تک کہ جبرئیل کو خدا نے آدم کے پاس بھیجا اور کہا: اے آدم! کیا میں نے تجھے اپنے قدرت سے خلق نہیں کیا؟ کیا اپنی روح کو تم میں نہیں پھونکا؟ کیا دستور نہیں دیا کہ ملائکہ تمہیں سجدہ کریں؟ کیا حوا جو میری کنیز ہے میں نے اس کی تم سے شادی نہیں کی؟ آدم نے عرض کی: جی ہاں۔ جبرئیل نے کہا: تو یہ گریہ کس کے لیے ہے؟ آدم نے کہا: کون سی چیز مجھے گریہ کرنے سے روکے گی جب کہ میں خداوند رحمان کی بارگاہ سے نکالا گیا ہوں؟ جبرئیل نے کہا: ان کلمات کو پڑھو تا کہ خدا تمہاری توبہ کو قبول کرے اور تمہارا گناہ معاف کرے۔ کہو: بارالہا! یقیناً میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ محمد وآل محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں، تو پاک ومنزہ ہے تمہارے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، میں نے نامناسب کام کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا مجھے معاف کر، اس لیے کہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے)۔

سنّت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حجّیت

بعض آیتوں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت قول، فعل اور تقریر کے اعتبار سے دوسرے معصومین علیہم السلام کی طرح حجت ہے۔ ہم ان میں سے بعض دلیلوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

قرآنی آیات کے تناظر میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کا حجت ہونا

ا۔ آیہ تطہیر

خداوند متعال فرماتا ہے: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)(ا)۔

(بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔)

یہ مسلم امر ہے کہ آیۂ تطہیر پنجتن آل عبا یعنی پیغمبر اکرمؐ وامام علی وحسن وحسین اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہم کے حق میں نازل ہوئی ہے، کلمہ (الرجس) کا الف لام استغراق کے لیے ہے (جس کے معنی بہت وسیع ہیں) جو ہر قسم کی نجاست اور گندگی کو بیان کر رہا ہے ان میں سے سہو ونسیان اور اشتباہ وخطا بھی ہے اس کے مقابل میں خداوند عالم نے ہر قسم کی طہارت اہل بیت علیہم السلام سے مخصوص کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ ان اہل بیت علیہم السلام میں سے حضرت

ا۔ سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

زہرا سلام اللہ علیہا بھی ہیں، کہ اس ارادے کا لازمہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت اور سنت کا حجت ہونا ہے۔

۲۔ آیہ (اھل ذکر

خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے: (وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوحِیٓ اِلَیْھِمْ فَاسْئَلُوٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنتُمْ لاتَعْلَمُونَ)(۱)۔

(اور ہم نے آپ سے پہلے بھی جن رسولوں کو بھیجا ہے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تو تم لوگ اگر نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرلو۔)

قرآن کریم میں کلمہ (ذکر) دو معنی میں استعمال ہوا ہے؛

الف: پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

خداوند متعال فرماتا: (........فَاتَّقُوا اللهَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِینَ آمَنُوا قَدْ أَنزَلَ اللهُ إِلَیْکُمْ ذِکْرًا۔ رَسُولاً یَتْلُو عَلَیْکُمْ آیٰتِ اللهِ مُبَیِّنٰتٍ .....)(۲)۔

(لہذا ایمان والو اور عقل والو اللہ سے ڈرو کہ اس نے تمہاری طرف اپنے ذکر کو نازل کیا ہے۔ وہ رسول جو اللہ کی واضح آیات کی تلاوت کرتا ہے۔)

ب: قرآن کریم:

خدادوند عالم کا فرمان ہے: (وَأَنزَلْنَآ إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْھِمْ)(۳)۔

۱۔ سورہ انبیاء، آیت ۷۔ ۲۔ سورہ طلاق، آیات ۱۰ اور ۱۱۔
۳۔ سورہ نحل، آیت ۴۴۔

اور آپ کی طرف بھی ذکر کو (قرآن) نازل کیا ہے تا کہ ان کے لیے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کیے گئے ہیں۔

نیز فرماتا ہے: (إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ)(۱)۔

(ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ذکر) ہیں، کیونکہ وہ لوگوں کو قرآنی حقائق اور ان کی فطرت کو یاد دلاتے ہیں۔

کلمہ (اھل) (آل) سے لیا گیا ہے جو رجوع یا پلٹنے کے معنی میں ہے، اور اھل ذکر وہ ہیں جو مادی اور معنوی لحاظ سے قرآن اور پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اور وابستہ ہیں اور اہل ذکر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے سوا کوئی نہیں ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے: (إِنَّهُ لَقُرْآنٌ کَرِیمٌ. فِی کِتٰبٍ مَّکْنُونٍ ۔لایَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۔)(۲)

(یہ بڑا محترم قرآن ہے۔ جسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے۔ اسے پاکیزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے۔)

فخر رازی کے مطابق (لا یمسہ) میں ضمیر (کتاب مکنون) کی طرف پلٹ رہی ہے جو برحق ہے جس سے مراد لوح محفوظ یا خداوند عالم کا ازلی علم ہے اس کی تنزیل یہ

۱۔ سورہ حجر، آیت ۹۔ ۲۔ سورہ واقعہ، آیت ۷۷ سے ۷۹ تک۔

قرآن کریم ہے، اوراس آیت میں (مس وطہارت) سے مراد مس وطہارت معنوی ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ: (مطہرون) وہ لوگ ہیں جو قرآن کی حقیقت تک پہنچتے ہوئے اس کو اپنے وجود میں سمولیا ہے، نتیجہ میں جو کچھ قرآن سے سمجھ کر بیان کرتے ہیں ہمارے لیے حجت ہے۔

آیۂ (تطہیر) کے مطابق اہل بیت علیہم السلام وہ ہیں جو ظاہری اور باطنی طہارت کے اعلی درجہ پر فائز ہیں خداوند متعال فرماتا ہے: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)(۱)۔

(بس اللہ کا یہ ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔)

صحیح السند روایات کے مطابق آیت اہل بیتؑ سے مراد پنجتن آلِ عبا ہیں کہ ان میں سے ایک حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات اقدس بھی ہے۔

۳۔آیۂ (علم الکتاب)

خداوند متعال فرماتا ہے: (وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَٰبِ)(۲)۔

(اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں تو کہہ دیجیے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لیے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔)

۱۔سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

۲۔ سورہ رعد، آیت ۴۳۔

عربی گرامر کے لحاظ سے کلمۂ (عندہ) جو خبر ہے اور مقدم واقع ہوا ہے حصر کا فائدہ یہاں پہنچا رہا ہے یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسے افراد بھی ہیں کہ فقط ان کے پاس کتاب کا مکمل علم موجود ہے، کیونکہ علم اصول کے مطابق مصدر جب مضاف ہو تو عمومیت کا فائدہ دیتا ہے ۔الف اور لام (الکتاب) میں عہد کے لیے ہے جس سے ظاہراً قرآن کریم مراد ہے۔

اس آیت کو دوسری دو آیتوں کے ساتھ ضمیمہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت حجت ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے: (إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ـ فِي كِتَٰبٍ مَكْنُونٍ . لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ـ)؛(۱)۔

(یہ بڑا محترم قرآن ہے۔ جسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے۔ اسے پاکیزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے۔)

اور دوسری جگہ فرماتا ہے: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)(۲)۔(بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔)

۴۔آیۂ اعتصام

خداوند عالم فرماتا ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا)۔(۳)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔)

۱۔سورہ واقعہ، آیات ۷۷ سے ۷۹ تک۔ ۲۔سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

۳۔سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳۔

اللہ کی رسی وہ چیز ہے جو یقینی طور پر خداوند عالم تک پہنچاتی ہے نیز حق اور حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور وہ قرآن اور معصومؑ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

الف: خداوند متعال قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے: (**لَايَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَامِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيد**) (۱)۔

(جس کے قریب سامنے یا پیچھے کسی طرف سے باطل آ بھی نہیں سکتا ہے کہ یہ خدائے حکیم وحمید کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔)

ب: خداوند متعال اہل بیت علیہم السلام کی عصمت وطہارت کے متعلق فرماتا ہے :(**إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا**) (۲)۔

(بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔)

نتیجہ یہ ہے کہ: مذکورہ آیت میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا (جبل اللہ) کی مصداق ہیں کہ ان سے تمسک کرنا واجب ہوگا۔

۵۔ آیۂ اوتوا العلم

خداوند متعال فرماتا ہے: (**بَلْ هُوَ آيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ**)(۳)۔

۱۔سورہ فصلت، آیت۴۲۔

۲۔سورہ احزاب، آیت۳۳۔

۳۔سورہ عنکبوت، آیت۴۹۔

(درحقیقت یہ قرآن چند کھلی ہوئی آیتوں کا نام ہے جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے)۔

اس آیت میں (اوتو العلم) سے مراد کون ہیں دو احتمال پائے جاتے ہیں ؛

الف: مراد قرآن کا علم ہے

خداوند متعال فرماتا ہے:(**وَيَقُولُ الَّذِينَ كفروا لستَ مُرسَلاً قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ**)(۱)۔

(اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں تو کہہ دیجیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان رسالت کی گواہی کے لیے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔)

ہم ان دو آیتوں کو سورہ واقعہ کی آیت نمبر ۷۷ سے ۷۹ تک اور آیۂ تطہیر نیز حدیث کساء کے ساتھ ضمیمہ کرنے سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کی حجیت تک پہنچ سکتے ہیں۔

ب: علم سے مراد علم الیقین ہے

اس صورت میں بالا مذکورہ آیت کو دو دوسری قسم کی آیتوں کے ساتھ ضمیمہ کر کے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی حجیت کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں:

۱۔سورہ رعد، آیت۴۳۔

پہلی قسم: وہ آیتیں جن میں ضرورتِ عصمتِ امام کو بیان کیا گیا؟

خداوندمتعال فرماتا ہے:(وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَيَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ)(۱)۔

(اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔)

دوسری قسم: جن میں عصمت کا سرچشمہ تمام امور کے حقائق کا علم بتایا گیا ہے

خداوندمتعال حضرت یوسفؑ کی زبانی فرماتا ہے:(قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ)(۲)

(یوسف نے کہا کہ پروردگار یہ قید مجھے اس کام سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ لوگ دعوت دے رہے ہیں اور اگر تم ان کے مکر کو میری طرف سے موڑ نہ دے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوسکتا ہوں اور میرا شمار بھی جاہلوں میں ہوسکتا ہے۔)

۶۔آیۂ (اصطفاء)

خداوندمتعال فرماتا ہے:(ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا)(۳)۔

(پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا۔)

۱۔سورہ بقرہ، آیت۱۲۴۔
۲۔سورہ یوسف، آیت۳۳۔
۳۔سورہ فاطر، آیت۳۲۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے قرآن کے علم کو ان منتخب افراد کے پاس امانت و میراث کے طور پر رکھا ہے جو زمین پر خداوند عالم کے واقعی خلیفہ اور جانشین ہیں۔

ہم مذکورہ آیت کو سورہ واقعہ کی ۷۷ سے ۷۹ نمبر تک آیتوں اور آیۂ تطہیر کے ساتھ ضمیمہ کر کے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کی حجیت کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

۷۔آیۂ (مودت)

خداوندمتعال فرماتا ہے:(قُلْ لاَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى)(۱)۔

(تو آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو ۔)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذوی القربیٰ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ان کے اہل بیت علیہم السلام ہیں، کہ جن میں یقینی طور پر حضرت زہرا علیہا السلام بھی شامل ہیں۔

مذکورہ آیت میں اہل بیت علیہم السلام کی مودت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اس آیت کے ذریعے دو طریقے سے حضرت زہرا علیہا السلام کی سنت کی حجیت کو ثابت کر سکتے ہیں۔

۱۔ سورہ شوریٰ، آیت/۲۳۔

الف: مودت یعنی محبت کا اطاعت کے ساتھ ہونا

علم لغت کے بعض ماہرین کے مطابق: مودت یعنی محبت جو اطاعت کے ساتھ ہو، کے معنی میں ہے، اور اس صورت میں مودتِ ذوالقربٰی کا بطور مطلق حکم دینا فقط ان کی عصمت سے ہم آہنگ ہے۔

ب: مطلق محبت کے حکم دینے کا لازمہ عصمت ہے

کیونکہ محبتِ کثیر کا لازمہ اطاعت ہے اس لیے محبتِ مطلق کا حکم دیا گیا ہے جس کا لازمہ اطاعتِ مطلق ہے جو معصوم سے مخصوص ہے کیونکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا معصومہ ہیں تو نتیجہ میں ان کی سنت حجت ہے۔

روایتوں میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت کا حجت ہونا

شیعہ اور سنی کتابوں میں نقل کی گئی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سنت قول و فعل اور تقریر کے اعتبار سے دوسرے معصومین علیہم السلام کی طرح حجت ہے۔ ہم اس مقام پر ان میں سے بعض روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ (حدیث ثقلین)

ترمذی اور دوسروں نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

(ایھا الناس! قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلو؛ کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی)؛(۱)۔

۱۔ صحیح ترمذی، ج۵، ص۳۲۸۔

(اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت و اہل بیت علیہم السلام)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام جن کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے وہ معصوم ہیں جس طرح قرآن مقام عصمت کا حامل ہے، اور ہم نے اس مطلب کی وضاحت اس کتاب (**مرجعیت دینی اہل بیت علیہم السلام اور شبہات کے جوابات**) میں تفصیلی طور پر کی ہے۔

آیۂ تطہیر کے ضمیمے سے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصوم عترت جن سے تمسک اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا ایک مصداق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہیں نتیجہ میں ان کی سنت ہمارے لیے حجت ہے۔

۲۔ حدیث سفینہ

جناب ابوذر غفاریؓ پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: **(مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا غرق)**؛(۱)

(میرے اہل بیت (علیہم السلام) کی مثال نوح کی کشتی کی طرح ہے جو بھی اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا غرق ہوگا۔)

ہم جانتے ہیں کہ آیۂ تطہیر اور آیۂ مباہلہ میں اور ان کے ذیل میں مذکورہ روایات کے مطابق اہل بیت علیہم السلام سے مراد پنجتن آلِ عبا ہیں۔

۱۔ مستدرک حاکم، ج۲، ص۳۴۳۔

طبری نے اپنی سند کے ساتھ جناب ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ نے کہا:

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی و فاطمہ، وحسن وحسین علیہم السلام کو جمع کیا اور ان کو ایک کپڑے کے نیچے قرار دیا اور اس کے بعد عرض کی: اے پروردگار! یہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں ۔۔۔)(۱)۔

نیز مسلم نے اپنی سند کے ساتھ سعد ابن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ سعد نے کہا:

(...جب یہ آیت (فقل تَعالوا ندع أبنَاء نا وَأبنَآء کم ....) نازل ہوئی تو رسول خدا صلّی اللہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین (علیہم السلام) کو بلایا پھر پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی: بارالٰہا! یہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں۔)(۲)

۳۔حدیث امان

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (النجوم امان لأهل السماء واهل بیتی امان لأمتی من الاختلاف، فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس)؛(۳)۔

(ستارے آسمان والوں کے لیے امان کا سرچشمہ ہیں اور میرے اہل بیت (علیہم السلام) میری امت کے لیے اختلاف سے امان کا سبب ہیں اور اگر عرب میں سے کوئی قبیلہ ان کی

۱۔جامع البیان، ج۲۲، ص۸۔

۲۔صحیح مسلم، ج۷، ص۱۲۰۔

۳۔مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۴۹۔

مخالفت کرے تو ان کے درمیان اختلاف ہوجائے گا اور نتیجہ میں وہ لوگ شیطان کے گروہ میں سے ہوجائیں گے۔)(۱)

ہم اس حدیث کو آیۂ (تطہیر) اور آیۂ (مباہلہ) کے ساتھ ضمیمہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اُخذ کر سکتے ہیں کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اہل بیت علیہم السلام کی ایک فرد (کہ جو امت کے درمیان اختلاف سے امان کا سرچشمہ ہیں اس صورت میں کہ لوگ ان سے تمسک کریں) ہیں۔

اور ہمیں اس چیز کا علم ہے کہ آیۂ تطہیر اور آیۂ مباہلہ، پنجتن آلِ عبا کے متعلق ہے منجملہ ان میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا بھی ہیں۔

۴۔حدیث غضب فاطمہ

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے فرمایا:

(یا فاطمة ! انّ الله یغضب لغضبک و یرضی لرضاک)؛(۲)

(اے فاطمہ! یقیناً خداوند متعال تمہارے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہوتا ہے اور تمہارے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔)

۱۔مترجم: البتہ قوم عرب میں کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے ہم الغائے خصوصیت کے (یعنی لغو کرنے) سے عام سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی قبیلہ اختلاف کرے چاہے وہ عرب ہو یا عجم، اس وقت کے اعتبار سے پیغمبرؐ نے عرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۵۴؛ المعجم الکبیر، ج۱، ص۱۰۸ اور.....

حاکم نیشاپوری اور ابن حجر ہیثمی نے اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔(۱)

اب جس جس مقام پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا غضب ناک ہوئی ہیں تو خدا بھی وہاں غضب ناک ہوا ہے اور اگر راضی ہوئی ہیں تو خدا بھی راضی ہوا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بی بی ہر قسم کی خطا اور سہو سے محفوظ ہیں۔

۱۔مجمع الفوائد، ج۹ص۲۰۳۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے باپ کی ماں

خداوند متعال نے اگر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے لیے ام المؤمنین کی تعبیر بیان کی ہے جیسے کہ فرماتا ہے(وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهٰتُهُمْ) (۱)۔

''اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں۔''

لیکن یہ تعبیر قابل تقیید ہے:

۱۔ دوسری آیت میں اس تشبیہ کی وجہ معین ہوئی ہے جو شادی کا حرام ہونا ہے جیسے فرماتا ہے:(حُرِّمَت عَلَيكم أمّهٰتُكم)؛(۲)۔

''تمہارے اوپر تمہاری ماؤں کو حرام کر دیا گیا ہے۔''

۲۔ دوسری آیت میں بھی یہ مقام تقویٰ کے ساتھ مشروط اور مقید ہوا ہے جیسے خداوند متعال فرماتا ہے: (يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنْ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ)؛(۳)۔

''اے زنان پیغمبر تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا مرتبہ کسی عام عورت جیسا نہیں ہے۔''

لہذا دوسری آیت میں فرماتا ہے:(يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ)؛(۴)۔

''اے زنانِ پیغمبر جو بھی تم سے کھلی ہوئی برائی کا ارتکاب کرے گی اس کا عذاب بھی دہرا کر دیا جائے گا۔''

۱۔سورہ احزاب، آیت۶۔ ۲۔سورہ نساء، آیت۲۳۔

۳۔سورہ احزاب، آیت۳۲۔ ۴۔سورہ احزاب، آیت۳۰۔

لیکن خداوند کریم نے قرآن کریم میں مطلق طور پر حضرت زہرؑا کے لیے مدح اور تمجید کی ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

دوسری جہت سے اگر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ام المؤمنین ہیں، تو فاطمہ زہرا علیہا السلام ''ام ابیھا'' ہیں جیسے شیعہ اور سنی کتابوں میں حضرت زہرا علیہا السلام کے القاب میں سے ایک لقب (ام ابیھا) ذکر ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی تحریر کرتے ہیں: **(ومن خصائصها (رضی الله عنها) انّها تكنّى بأمّ أبيها؛ لأنّها قامت برعاية ابيها و خدمته بعد وفاة امّها خديجة، وكان يحبّها حبّاً جماً، يكثر من زيارتها و يجلس عندها ويلاعب اولادها، وكان اذا اراد غزواً لا يخرج من المدينة حتى يكون آخر عهده رؤيتها ، فاذاعاد من سفره بدأبالمسجد فصلّى ركعتين ،ثم يذهب الى بيت فاطمة يزورها و يؤنسها ثم يخرج من عندها الى بيوت ازواجه)؛**(۱)۔

(اور حضرت زہرا علیہا السلام کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کی کنیت ''ام ابیھا'' ہے۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے باپ کے امور انجام دیے اور ان کی خدمت کی۔ اپنی ماں جناب خدیجہ علیہا السلام کی وفات کے بعد ان کی کفیل تھیں۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی زیارت کے لیے کثرت سے جاتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے اور ان کے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اور جب بھی جنگ کی طرف جانے کا ارادہ کرتے تھے

۱۔ انها فاطمة الزہرؑا، ص۳۳۳ اور ۳۳۴۔ (... یہ اہل سنت کے بزرگ علماء میں سے ہیں۔ مترجم)

تو آخری شخص کہ جس سے ملاقات کرتے تھے حضرت زہرا علیہا السلام ہوا کرتی تھیں۔ جیسے آپ سفر سے واپس آتے تھے مسجد کی طرف جاتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور اس وقت فاطمہ علیہا السلام کے گھر جاتے تھے(۱)۔ اور آپ کی زیارت کرتے تھے اور ان سے مانوس ہو جاتے تھے، اس کے بعد وہاں سے باہر آ کر آپ اپنی ازواج کے حجروں میں جاتے تھے۔)(۲)

مصر کے محکمہ قضاوت کے عظیم استاد توفیق ابو علم وکیل تحریر کرتے ہیں: **(لقد بلغ من حبّ الرسول صلّى الله عليه وآله وسلم لابنته فاطمة انه كان يكنيها به (امّ ابيها)، انّه اليتيم يجعل من الطفل يحن الى انثى تحنو عليه بدل امه ، فقد توفيت آمنة بنت وهب ام النبى صلّى الله عليه وآله وسلم و هو طفل صغير، فتعلق قلبه حين ذاک بفاطمة بنت اسد امّ عِلى عليه السلام لقد كان يناديها :يا امّاه . و عندما توفيت حزن عليها حزناً شديداً و سمع يقول:ماتت امى ، و رزق صلّى الله عليه وآله وسلم فاطمة، وكلّما رآها ذكر فاطمة بنت اسد و تسلّى بابنته عنها ، وقد كنّاها (بامّ ابيها) ، ولم يكن الرّسول صلّى الله عليه وآله وسلم بالذى تدفعه العاطفة الى اضفاء سمات على اشخاص ليسوا جديرين بها او مدح افراداً بعبارات تكون اقرب الى الخيال من الواقع ؛انّه الرسول الصادق الأمين ، وكفى**

۱۔ عرض مترجم: بعض شیعہ اور اہل سنت کے منابع سے استفادہ ہوتا ہے کہ مسجد سے بھی پہلے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر جاتے تھے)۔

۲۔ عرض مترجم: قارئین محترم! اہل سنت کے اس بزرگ عالم کے بیان سے اور دیگر علماء کے بیانات کے مطابق عائشہ پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے (تفسیر روح المعانی آلوسی)۔

فیه فخراً قوله عز من قائل : (وَ انّک لعلیٰ خلق عظیم)۔

احب الزهراء ایما حب و کانت جدیرة بهذا الحب، قال عنها فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی ،و قال ایضاً :"فاطمة بضعة منی یؤذینی من آذاها و یسرنی من سرها" و فی روایة اخری :"انما فاطمة بضعة منی یؤذینی من آذاها و ینصبنی و انصبها " ،و حق لها ان تنفرد بهذا اللّقب ، فهی بضعة النبی حقاً، اشبهته خلقا و منطقاً ، وواکبت رسالته منذ البدء فوعت من ذلک کثیراً ۔ ثم استمرت تسند الامتداد الطبیعی للرسالة فی ظل الامامة تسنده بکل ما اؤتیت من حول و طول و حق لها ان تکون سیدة نساء العالمین والبتول العذراء و الطاهرة الزکیة ...(۱)۔

(پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ ہمیشہ کے لیے ان کو (امّ ابیھا) کی کنیت دی تھی ، جب ایک بچے کی ماں مرجاتی ہے تو وہ ایک ایسی عورت کی طرف پناہ لیتا ہے کہ وہ عورت اس کی ماں کی جگہ اس کے لئے مہربان ہو ۔ جناب آمنہ بنت وہب ، پیغمبر اکرم ﷺ کی مادر گرامی جب دنیا سے گذر گئیں تو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم سن تھے ۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل فاطمہ بنت اسدؑ ، امیر المومنین علی علیہ السلام کی مادر گرامی سے خوش تھا اور ان کو ماں کہہ کے پکارتے تھے ۔ اور جب حضرت فاطمہ بنت اسدؑ اس دنیا سے رحلت کر گئیں تو ان پر بہت غم طاری ہو گیا اور سنا گیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میری ماں اس دنیا سے چلی گئی ہے ۔ اس موقع پر آپ کو خداوند

۱۔ فاطمۃ الزھراء، توفیق ابو علم، ص ۹ سے ۱۱ تک

متعال نے فاطمہ علیہا السلام جیسی بیٹی عطا کی ۔ جب بھی آپ ان کو دیکھتے تھے تو فاطمہ بنت اسد کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور اپنی بیٹی کا دیکھنا ان کے لیے تسلّی کا باعث تھا ۔ اسی لیے آپ نے اپنی بیٹی کو ، (امّ ابیھا) کی کنیت دی اور پیغمبر اکرم ﷺ ایک احساساتی انسان کی طرح نہیں تھے کہ جو عطوفت و محبت کی جہات سے افراد کے لیے ایسے اسماء کو قرار دیں کہ وہ ان اسماء کے لائق نہ ہوں یا افراد کی ایسی تعبیروں سے تعریف کریں جو عالم حقیقت سے کہیں زیادہ عالم خیال کے نزدیک تر ہوں ، اس لیے کہ رسول خدا ﷺ صادق اور امین تھے ، اور ان کے فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ خداوند عزیز نے آپ کے لئے فرمایا : (اور آپ بلند ترین اخلاق کے درجہ پر تھے) وہ زہرا علیہا السلام سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ علیہا السلام پیغمبر اکرم ﷺ کی اس محبت کے لائق تھیں ۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے لیے فرمایا : فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں ، جو بھی ان کو غضبناک کرے یقیناً اس نے مجھے ناراض کیا ہے ۔ اور نیز فرمایا : (فاطمہ علیہا السلام) میرے جگر کا ٹکڑا ہیں ، جو بھی انھیں اذیت کرے گا اس نے مجھے اذیت کی اور جو بھی انھیں خوش اور راضی کرے گا اس نے مجھے خوش اور راضی کیا ۔ اور دوسری روایت میں فرمایا : یقیناً فاطمہ (علیہا السلام) میرے جگر کا ٹکڑا ہیں ، جس نے بھی انھیں تکلیف دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے ۔ اور وہ اس مخصوص لقب کے لائق ہیں اس لیے کہ وہ یقیناً پارۂ تن پیغمبر اکرم ﷺ ہیں اور رسول سے خَلق اور خُلق و گفتار میں بہت زیادہ مشابہ شخصیت تھیں ۔ اور ابتدائے رسالت سے ان کے نقش قدم پر چلتی رہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ، امامت رسالت کے سلسلے کا نام ہے جس کا سنگم حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ذات گرامی ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ کو دیا گیا

ہے فاطمہ علیہا السلام میں موجود ہے یقیناً وہ عالمین کی عورتوں کی سردار، بتول، عذراء، طاہرہ اور پاکیزہ ہیں....)۔

محمود شبلی تحریر کرتے ہیں: (قالوا: كانت اكرم اهله عليه ، و كانت اشبه الناس به كلاماً و حديثاً...وكانت اذا مشت كانت مشيتها مشية رسول الله صلّى اللّه عليه وآله وسلم ولذلك كانت تكنى امّ ابيها . وجاء في ''اسد الغابة''؛وكانت فاطمة تكنى امّ ابيها ، وكانت احبّ الناس الى رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم ...)؛(۱)۔

''ان لوگوں کا قول ہے کہ: فاطمہ زہرا علیہا السلام سب سے زیادہ اپنے باپ کی عزت اور احترام کرتی تھیں، اور گفتار وحدیث... میں اپنے پدر گرامی سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں اور آپ کا چلنا پھرنا اور رفتار رسول خدا ﷺ کی طرح ہوا کرتی تھی اس لیے ان کو امّ ابیہا سے یاد کیا گیا ہے۔ اور کتاب (اسد الغابۃ) میں فاطمہ علیہا السلام کو ام ابیہا کی کنیت دی گئی ہے اس لیے کہ وہ لوگوں میں سے رسول خداؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین شخصیت تھیں....''۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا پیغمبر اکرم ﷺ کی بہ نسبت ماں ہونے کے نمونے

الف: مکہ میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ماں جیسے فرائض انجام دینا

مسلم نے اپنی سند کے ساتھ ابو حازم سے روایت نقل کی ہے کہ: (انّه سمع سهل بن سعد يسأل عن جرح رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله وسلم يوم أحد ؟ فقال جرح وجه رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله وسلم وكسرت رباعيته

۱۔ حیات فاطمہ، محمود شبلی، ۳۶۳۔

و هشمت البيضة على رأسه. فكانت فاطمة بنت رسول اللّهؐ تغسل الدم وكان على ابن ابى طالب عليه السلام يسكب عليها بالمجن . فلما رأت فاطمة انّ الماء لا يزيد الدم الاّ كثرة اخذت قطعة حصير فاحرقته حتى صار رماداً ثم الصقته بالجرح فاستمسك الدم)؛(۱)۔

(اس نے سنا کہ سہل ابن سعد جنگ احد کے دن رسول خدا ﷺ کے زخموں کے متعلق سوال کر رہا ہے؟ تو اس نے کہا: رسول خدا ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی اور ان کے داندان مبارک ٹوٹے ہوئے اور ان کی خود ان کے سر پر ٹوٹ گئی ہے۔ فاطمہ (علیہا السلام) رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی آنحضرت کے خون کو دھو رہی تھیں اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام اپنی جنگی ٹوپی سے اس پر پانی ڈال رہے تھے۔ جیسے فاطمہ (علیہا السلام) نے دیکھا کہ پانی ڈالنے کی وجہ سے مزید خون بہہ رہا ہے آپ نے ایک حصیر کا ٹکڑا اٹھایا اور اس کو آگ لگائی تا کہ راکھ ہو جائے اس وقت راکھ کو زخموں پر ملا تو خون بند ہو گیا۔

ابن ابی الحدید نے (۲) واقدی سے روایت نقل کی ہے کہ: (خرجت فاطمة عليها السلام فى نساء وقد رأت الذى بوجه ابيها صلّى الله عليه وآله وسلم فاعتنقته وجعلت تمسح الدم عن وجهه و رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم يقول: اشتد غضب اللّه علىٰ قوم دمّوا وجه رسوله ...)(۳)۔

۱۔ صحیح مسلم، ج۵، ص۱۷۸، حدیث، ۱۰۱۔

۲۔ اہل سنت کے معتزلی مسلک کے عالم ہیں انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح میں متعدد جلدیں میں تحریر کی ہیں اور وہ حق گو اور شجاع انسان ہیں۔ (مترجم)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱۵، ص۳۵۔

''فاطمہ علیہا السلام بعض عورتوں کے ساتھ اس وقت باہر آئیں جب دیکھا کہ کس طرح ان کے باپ کا چہرہ خون آلود ہے تو باپ کو گلے سے لگایا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے خون صاف کیا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: غضب خدا شدید ہوا اس قوم پر جس نے اپنے رسول کے چہرے کو خون آلود کیا۔...''۔

ب: پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مدینہ میں ماں جیسے فرائض انجام دینا

جناب ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں: (**انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم مرض مرضة فأتته فاطمة علیها السلام تعوده وهو ناقة من مرضه، فلما رأت ما برسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم من الجهد و الضعف خنقتها العبرة حتی جرت دمعتها علی خدّها ، فقال النبی صلّی اللّٰه علیه وآله وسلم لها: یا فاطمة ! انّ الله جلّ ذكره اطلع الی الارض اطلاعة فاختار منها بعلک فأوحیٰ الیّ فأنكحته ،اما علمت یا فاطمة ! انّ لكرامة اللّٰه ایّاک زوّجک اقدمهم سلماً واعظمهم حلماً و اكثرهم علماً قال:فسرّت بذالک فاطمة علیها السلام واستبشرت بما قال لها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم.؛**)۔(۱)

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے ، فاطمہ سلام اللہ علیہا ان کی عیادت کے لیے آئیں جب کہ حضرت کی بیماری اس وقت ختم ہوئی تھی اور ان کا بدن ضعیف تھا۔ جیسے ہی

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۵، ص۹۸۔

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر بیماری کے آثار اور ضعیفی کا مشاہدہ کیا تو گریہ کی وجہ سے ہچکیاں بندھنے لگیں یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے رخساروں پر جاری ہو گئے۔

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہا السلام سے فرمایا: اے فاطمہ! خداوند متعال (جلّ ذکرہ) نے زمین کی طرف دیکھا اور ان میں سے تمہارے شوہر کو انتخاب کیا اور مجھے وحی کی تا کہ اس کی تمہارے ساتھ شادی کروں، کیا تم نہیں جانتی ہو اے فاطمہ! یہ تمہاری کرامت کی وجہ سے تھا کہ تمہاری شادی ایسے شخص سے کی جو اسلام میں سب سے پیش قدم اور حلم میں سب سے بزرگ تر اور علم میں سب سے بڑھ کر تھا۔ ابوایوب کہتے ہیں: فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ کی اس بات اور بشارت سے مسرور اور خوش ہوئیں...۔)

تیسری فصل

سیرت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

درسِ سیرتِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا معصومہ تھیں اور اسلامی معاشرے کے لیے نمونۂ عمل بھی اس لیے ان کی سیرت حقیقت طلب انسانوں کیے لیے ایک اہم درس ہے۔

الف ۔عقد سے پہلے سیرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

۱۔غریبوں سے مانوس ہونا

شیخ صدوق ؒ اپنی سند کے ساتھ مفضل ابن عمرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مفضل نے کہا:

(قلت لابی عبد الله الصادق علیه السلام : کیف کان ولادة فاطمة علیها السلام ؟ فقال نعم، ان خدیجة علیها السلام لمّا تزوّج بها رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم هجرتها نسوة مکة ، فکنّ لا یدخلن علیها و لا یسلّمن علیها و ل ایترکن امرأة تدخل علیها فاستوحشت خدیجة لذلک ، وکان جزعها و غمّها حذراً علیه فلمّا حملت بفاطمة سلام الله علیها کانت تحدّثها من بطنها و تصبّرها ، و کانت تکتم ذلک من رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم فدخل رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم یوما فسمع خدیجة تحدث فاطمة سلام الله علیها فقال لها: یا خدیجة ! من تحدّثین ؟ قالت: الجنین الذی فی بطنی یحدّثنی یؤنسنی قال : یا خدیجة ! هذا جبرئیل یبشّرنی انّها أنثیٰ وانها النسلة الطاهرة المیمونة ، وانّ الله تبارک و تعالی سیجعل نسلی منها و سیجعل من نسلها ائمّة ویجعلهم خلفاء فی ارضه بعد انقضاء وحیه)؛(۱)۔

۱۔(عوالم العلوم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ج۱،ص۵۵۔

(میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کیسے ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں جس وقت رسول اللہ ﷺ نے جناب خدیجہ علیہا السلام سے عقد کیا تو مکہ کی عورتوں نے حضرت خدیجہ علیہا السلام سے دوری اختیار کر لی اور ان کے پاس خود بھی نہیں آتی تھیں نہ ہی انہیں سلام کرتی تھیں اور کسی دوسری عورت کو بھی اجازت نہیں دیتی تھیں کہ ان کے پاس رفت و آمد کریں۔ البتہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے پریشان تھیں کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے جب سے حضرت خدیجہؑ کے بطن مبارک میں سیدہ تھیں تو آپ شکم میں جناب خدیجہؑ سے ہم کلام ہوتی تھیں اور اپنی والدہ کو تسلی و تشفی دیتی تھیں اور صبر کی تلقین کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؑ اس بات کو رسول خدا ﷺ سے چھپاتی تھیں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ ایک دن حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور سنا کہ وہ فاطمہ سے ہم کلام ہیں آپ نے ان سے مخاطب ہو کے فرمایا: اے خدیجہ! آپ کس کے ساتھ گفتگو کر رہی تھیں؟ آپ نے عرض کیا: یہ بچہ جو میرے بطن میں ہے وہ مجھ سے گفتگو کر رہا تھا اور وہ میری تنہائی میں مونس و یاور ہے۔ پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہ! اس جبرئیل نے مجھے بشارت دی ہے کہ یہ نومولود بچی، پاک نسل اور مبارک ہے، خداوند متعال نے میری تقدیر میں لکھا ہے کہ میری نسل ان کے ذریعہ باقی رہے ان سے ایسی اولاد اس دنیا میں آئے گی جو امت کی پیشوا اور رہبر ہے، اور وحی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد زمین پر خدا کے خلیفہ شمار کی جائے گی۔)

۲۔حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفاع کرنا۔

عبداللہ ابن مسعود سے نقل ہوا ہے کہ: **(بینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ذات یوم قائماً یصلّی بمکة واناس من قریش فی حلقة فیهم ابو جهل**

بن هشام ، فقال : ما يمنع احدكم ان يأتي الجزور التي نحرها آل فلان فيأخذ سلاها ثم يأتي به حتى اذا سجد وضعه على ظهره .قال عبد الله : فانبعث اشقى القوم وانا انظر اليه فجاء به حتى وضعه على ظهره قال عبد الله : لو كانت لي يومئذٍ منعة لمنعته و جاء ت فاطمة (عليها السلام) وهي يومئذٍ صبيّة حتى اماطته عن ظهر ابيها ثم جاء ت حتى قامت على رؤسهم فاوسعتهم شتماً . قال : فوالله ! لقد رأيت بعضهم يضحک حتى انّه ليطرح نفسه على صاحبه من الضحک ...)؛(۱)۔

(ایک روز رسول خدا ﷺ مکہ میں نماز میں مشغول تھے اور بعض قریش کے افراد کہ جن میں ابوجہل اور ابن ہشام بھی تھے، ابوجہل نے کہا: کون سی ایسی چیز آپ کے لیے مانع ہے کہ فلاں قوم کی قصاب خانے کی طرف جائے اور اونٹ کی کثافت اور گندگی لائے اور جب محمد ﷺ سجدے میں جائیں تو ان کی کمر پر رکھے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ: ان میں سے قوم کا بدترین شخص اٹھا جب کہ میں اس کو دیکھ رہا تھا وہ گیا اور کثافت کو اٹھا کر پیغمبر ﷺ کی پشتِ مبارک پر رکھا عبداللہ کا بیان ہے: اگر اس دن مجھے طاقت ہوتی تو میں اس کام سے روکتا۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اگر چہ اس دن بچی تھیں انھوں نے ان کثافتوں اور گندگی کو اپنے والد کی پیٹھ سے ہٹایا اور اس کے بعد ان کے مقابلہ میں کھڑی ہوئیں اور انہیں وہ کلمات کہے کہ جن کے وہ لائق تھے عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں: خدا کی قسم! بعض افراد کو میں نے دیکھا اس طرح ہنسے کہ ہنسنے کی وجہ سے ایک دوسرے پر گر رہے تھے........)۔

۱۔صحیح بخاری، ج۱،ص۶۹؛ صحیح مسلم، ج۳،ص۱۴۱۸۔

ب۔ حیات پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں (ازواج کے بعد) فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد گرامی کے زمانے میں انسان کامل کی واضح مصداق تھیں۔ لہٰذا اس لیے ان کی سیرت دوسروں کے لیے نمونۂ عمل ہے ہم اس مقام پر آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔

۱۔خودگذشتگی اور ایثار

پہلا: مال میں ایثار

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ایثار اور خودگذشتگی کی مظہر تھیں، جب تین روز تک ایک دوسرے کے بعد فقیر و مسکین اور یتیم ان کے گھر کے دروازے پر آئے اور اہل خانہ سے مدد مانگی آپ ان میں سے منجملہ ایک فرد تھیں کہ جنھوں نے اپنی روٹی کا ٹکڑا ایثار کر دیا۔

اس لیے خداوند عالم نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کی: (وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لاَنُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلاَشُكُورًا)(۱)۔

(یہ اس کی محبت میں مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔)

ایک بھوکا شخص مسجد نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے مسلمانو: بھوک سے تنگ آچکا ہوں مجھے اپنا مہمان بناؤ۔ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج

۱۔سورہ انسان، آیات ۸،۹۔

رات اس شخص کا میزبان کون ہوگا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: میں، یا رسول للہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تھوڑی دیر بعد حضرت علی علیہ السلام گھر میں تشریف لائے اور بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے پوچھا: کیا گھر میں کھانا ہے؟ بھوکے مہمان کو لایا ہوں۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ایثار آمیز انداز سے عرض کی: (**ما عندنا الا قوت الصبّیة ولکنا نؤثر به ضیفنا**)؛(۱)۔

''اس بچی کے حصہ کے علاوہ ہمارے گھر میں کھانا نہیں لیکن ہم آج رات ایثار کریں گے اور اتنی مقدار میں کھانا اپنے مہمان کو دیتے ہیں۔''

دوسرا: دعا میں ایثار اور خود گذشتگی

امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (**رأیت امی فاطمة سلام اللہ علیہا قامت فی محرابها لیلة جمعتها فلم تزل راکعة ساجدة حتی اتضح عمود الصبح، وسمعتها تدعو للمؤمنین وللمؤمنات و تسمّیهم تکثر الدعاء لهم ولا تدعو لنفسها بشی ء، فقلت لها: یا امّاه! لِمَ لا تدعین لنفسک کما تدعین لغیرک؟ فقالت: یا بنّی! الجار ثم الدار**)؛(۲)۔

''میں نے اپنے والدۂ گرامی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ شب جمعہ محراب عبادت میں کھڑی ہیں اور پوری رات رکوع اور سجود کی حالت میں تھیں یہاں تک کہ صبح کی سفیدی روشن ہوگئی، میں ان سے سنتا تھا کہ مؤمنین ومومنات کے لیے دعا کرتی تھیں اوران کے نام

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۸۱۔

۲۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۸۱۔

لیتی تھیں اوران کے لیے بہت زیادہ دعا کرتی تھیں اوراپنے لیے بالکل دعا نہیں کرتی تھیں، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: اے میری ماں! آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتیں جیسے دوسروں کے لیے دعا کرتی ہیں! انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! پہلے ہمسایہ اوراس کے بعد گھر والے)۔

۲۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جناب سلمانؓ سے ہم کلام ہونا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا جیسا کہ فرماتی ہیں: ''عورت کے لیے بہترین حالت یہ ہے کہ نامحرم مرد سے ہم کلام نہ ہو'' لیکن جب بعض افراد جیسے جناب سلمانؓ، جو قداست وپاکیزگی اور نفس کشی میں اہل بیت پیغمبر اکرم ﷺ میں سے ہیں، ان کا سامنا کرتے وقت بی بی ان سے بعض مقامات پر ہم کلام ہوتی ہیں اور جناب سلمانؓ کی اپنے گھر کے امور میں مدد کرنے کے متعلق پیش کش کو رد نہیں کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق، جناب سلمان کی وہ منزلت ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی کی رات خانۂ بخت کی جانب جاتے ہوئے وہ آپ کے شتربان تھے۔

۳۔ احادیث رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نشر واشاعت کرنا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت کا ایک پہلو اپنے باپ کی حدیث اور علمی میراث کو نشر کرنا ہے۔ ہم اس مقام پر ان میں سے بعض روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

شیخ طوسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**من تختّم بالعقیق لم یزل یری خیراً**)(۱)۔

''جو شخص بھی عقیق کی انگوٹھی پہنے وہ ہمیشہ خیر کو دیکھے گا۔''

۱۔ امالی طوسیؒ، ص۳۱۱۔

نیز اپنی سند کے ساتھ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

(**خیارکم الینکم مناکبة واکرمھم لنسائھم**)؛(۱)۔

’’آپ میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے شانے آپ کے لیے بہت نرم ہوں اور اپنی اہلیہ کا احترام کرے۔‘‘(یعنی وہ تواضع وانکساری کا حامل ہو اور اپنی زوجہ کا احترام کرتا ہو)

اسی طرح منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**من اصعد الی الله خالص عبادته اهبط الله عزوجل الیه افضل مصلحته**)؛(۲)۔

’’جو شخص اپنی مخلصانہ عبادتوں کو اپنے پروردگار کی طرف بھیجے تو پرودگار اپنی بہترین مصلحت اس کی طرف بھیجے گا۔‘‘

۴۔عبادت خدا:

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اتنی عبادتوں اور مناجاتوں کے باوجود ہرگز عجب وخود پسندی نہیں کی۔

شیخ صدوقؒ اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:(**و امّا ابنتی فاطمة فهی سیّدة نساء العالمین من الأولین والاخرین ، وانها لتقوم فی محرابها فیسلّم علیها سبعون الف ملک من الملائکة المقرّبین وینادونها بما نادت به الملائکة مریم فیقولون : یا فاطمة ! انّ اللّه اصطفاک وطهّرک واصطفاک علی نساء العالمین ....**) ؛(۳)۔

۱۔دلائل الامامة، ص۷۔

۲۔بحارالانوار، ج۶۷، ص۲۴۹۔

۳۔امالی صدوق، ص۴۳۷؛ بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۴۔

’’لیکن میری بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا)! وہ اولین وآخرین کی عورتوں میں سے بہترین عورت ہے)۔ وہ جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو مقرب ملائکہ میں سے ستر ہزار ملائکہ آپ پر درود بھیجتے اور جس طرح سے مریم کو آواز دیتے تھے بی بی فاطمہ علیہا السلام کو ندا دیتے اور کہتے: اے فاطمہ! خداوند عالم نے تمھیں منتخب اور پاک کیا ہے اور زمانے کی عورتوں پر آپ کو برتری دی ہے۔‘‘

۵۔تلاوتِ قرآن

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**حبّب الیّ من دنیاکم ثلاث : تلاوة کتاب الله والنظر فی وجه رسول الله والانفاق فی سبیل الله**)؛(۱)۔

(تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میرے لیے محبوب ثابت ہوئیں ، تلاوت کتاب اللہ، رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت کو دیکھنا اور راہ خدا میں انفاق کرنا۔)

نیز نقل ہوا ہے:(**بعث رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم سلماناً الی فاطمة سلام الله علیها قال: فوقفت بالباب وقفة حتی سلمت ،فسمعت فاطمة تقرأ القرآن من جوّا وتدور الرحی فی برّا ما عندها انیس ..**)؛(۲)۔

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان کو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس بھیجا۔ وہ کہتے ہیں: میں تھوڑی دیر دروازے پر کھڑا رہا اور اس کے بعد میں نے سلام کیا، سنا کہ فاطمہ

۱۔ اخلاق حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، ص۱۷۔

۲۔مناقب آل ابی طالب علیہم السلام، ج۳، ص۱۱۶۔

سلام اللہ علیہا اپنے حجرے میں قرآن کی تلاوت کر رہی ہیں اور آٹے کی چکی خود بہ خود چل رہی ہے اور کوئی مونس و مددگار بھی ان کے پاس نہیں ہے......)۔

۶۔ والد گرامی کا احترام

ابن مغازلی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (**لمّا نزلت علی النبی صلّی اللّه علیه و آله وسلم :لا تجعَلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضاً)قالت فاطمة (علیها السلام) : فتهیّبت النبی صلّی الله علیه و آله وسلم ان اقول له یا ابة ، فجعلت اقول له: یا رسول اللّه(صلّی الله علیه و آله وسلم)، فأقبل علیّ فقال لی :یا بنیّة ! لم تنزل فیک ولا فی أهلک من قبل ، انت منّی و انا منک و انما نزلت فی اهل الجفاء و البذخ و الکبر ، قولی : یا ابة ، فانه احب للقلب و أرضی للربّ، ثم قبّل النبی (صلی اللّه و آله وسلم) جبهتی...(۱)۔**

''جیسے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: (پیغمبر کو دوسروں کی مانند آواز نہ دو اور دوسروں کی طرح نہ پکارو) فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا کی ہیبت مانع ہوئی کہ میں ان کو اے میرے بابا کہہ کے پکاروں لہذا میں نے ان کو عرض کی: اے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری بیٹی! یہ آیت شروع ہی سے تم اور تمہارے اہل بیت (علیہم السلام) کے لیے نازل نہیں ہوئی، تم مجھ میں سے اور میں تم میں سے ہوں بلکہ یہ آیت اہل جفا و سرکش اور متکبر افراد کے لیے نازل ہوئی۔ تم کہو: اے میرے بابا! اس لیے کہ اس طرح کے الفاظ میرے لیے اور میرے دل کے لیے اچھے ہیں اور پروردگار

۱۔ مناقب امام علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) ص ۳۶۵۔

کی مرضی کے مطابق ہیں۔ اس وقت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پیشانی کو چوما)۔

۷۔ والد گرامی کی مدد کرنا

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (**کنّا مع النبی صلّی الله علیه و آله وسلم فی حفر الخندق ، اذ جاء ت فاطمة سلام اللّه علیها و معها کسیرة من خبز ، فدفعتها الی النبی صلّی الله علیه و آله وسلم فقال النبی صلّی الله علیه و آله وسلّم ما هذه الکسیرة؟ قالت: خبزته قرضاً للحسن و الحسین علیهما السلام جئتک منه بهذه الکسیرة. فقال النبی صلّی الله علیه و آله وسلم یا فاطمة! (سلام الله علیها) أما انّه اوّل طعام دخل جوف ابیک منذ ثلاث)؛(۱)۔**

(ہم خندق کھودنے کے وقت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا تھا آپ نے اسے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسی روٹی ہے؟ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: یہ روٹی کا ٹکڑا حسنین علیہما السلام کے لیے پکایا تھا اور اس حصے کو آپ کے لیے لائی ہوں۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! آگاہ رہو! تین دن کے بعد یہ پہلی غذا ہے جو تمہارا باپ کھا رہا ہے۔)

۱۔ بحار الانوار، ج۱۶، ص۲۲۵، حدیث ۲۸۔

ابن شہر آشوب نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ ابن حسن سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:(دخل رسول الله صلّی الله علیه و آله و سلم علیٰ فاطمة علیها السلام ، فقدّمت له کسرة یابسة من خبز شعیر فافطر علیها ثم قال: یا بنیّة! هذا اوّل خبز اکل ابوک منذ ثلاثة ایّام . فجعلت فاطمة تبکی و رسول الله صلّی الله علیه و آله و سلم یمسح وجهها بیده)؛(۱)۔

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے آپ نے جَو کی خشک روٹی کا ٹکڑا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے افطار کیا، اس کے بعد فرمایا: اے میری بیٹی! یہ پہلی روٹی ہے جو تمہارے باپ نے تین دن کے بعد کھائی ہے فاطمہ سلام اللہ علیہا نے گریہ شروع کیا اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے چہرے سے آنسوؤں کو صاف کیا۔)

۸۔شرعی احکام کا بیان کرنا

امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(حضرت امرأة عند الصدیقة فاطمة الزهراء علیها السلام فقالت : ان لی والدة ضعیفة وقد لبس علیها فی امر صلواتها شیء و قد بعثنی الیک اسألک، فأجابتها فاطمة علیها السلام عن ذلک ، فثنّت فأجابت ، ثم ثلّثت الی ان عشّرت اجابت ، ثمّ خجلت من الکثرة ، فقالت : لا اشقّ علیک یا ابنة رسول الله قال فاطمة: هاتی وسلی عمّا بدالک ، ارأیت من اکتری یوماً بصعد الی سطح

۱۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۳،ص۱۱۳۔

بحمل ثقیل و کراه مائة الف دینار یثقل علیه ؟ قالت: لا، فقالت : أکتریت انا لکل مسألة بأکثر من ملء ما بین الثری الی العرش لؤلؤاً فاحری ان لا یثقل علیّ. سمعت ابی صلی الله علیه و آله وسلم یقول: ان علماء شیعتنا یحشرون ... یخلع علی الواحد منهم الف حلّة من نور ، ثم ینادی منادی ربّنا عزوجل : ایها الکافلون لأ یتام آل محمد !النا عشوم لهم عند انقطاعهم عن آبائهم الذین هم ائمتهم ، هؤلاء تلامذتکم و الأیتام الذین کفلتموهم و نعشتموهم فاخلعوا علیهم خلع العلوم فی الدنیا، فیخلعون علی کل واحد من اولئک الایتام علی قدر ما اخذوا عنهم من العلوم .....)؛(۱) ۔

(ایک عورت شہزادی فاطمہ زہرا صدیقہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئی اور عرض کی: میری ایک ضعیف ماں ہے کہ کوئی چیز نماز کے متعلق اس کے لیے مشکوک ہوگئی ہے، اس لیے اس نے مجھے آپ کے پاس ہے بھیجا تاکہ اس چیز کے متعلق آپ سے سوال کروں: بی بی نے اس کا جواب دیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا، بی بی نے دوسرا جواب بھی دیا۔ اس طرح اس عورت نے شہزادی سے تیسرے سوال سے دسویں سوال تک پوچھا اور بی بی نے سب سوالوں کے جواب دیے وہ عورت کثرت سوال کی خاطر شرمندہ ہوکر پوچھنے لگی: اے دختر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے لیے زحمت نہ ہو؟ شہزادی نے فرمایا: اور جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو اور مجھے بتاؤ اگر کسی کو کہا جائے کہ ایک بڑا پتھر ایک مقام سے دوسرے مقام تک اٹھائے اس کے مقابل میں ایک لاکھ درہم دیے جائیں، تو وہ کیا کرے گا کیا زحمت کا احساس کرے گا؟ اس عورت

۱۔بحار الانوار، ج۲،ص۳۔

نے جواب میں کہا: ہرگز زحمت کا احساس نہیں کرے گا۔شہزادی نے فرمایا: مجھے ہر سوال کے جواب کے مقابلے میں جس کا جواب میں دے رہی ہوں زمین سے عرش الٰہی تک موتی دیے جائیں گی، اس لیے فطری طور پر میرے لیے جواب دینا دشوار نہیں ہے۔ میں نے اپنے پدر گرامی سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: یقیناً ہمارے شیعہ علماء قیامت کے دن محشور ہوں گے اور ان میں ہر ایک کے اوپر نور کے ہزار حلے لٹکائے جائیں گے اس وقت ہمارے پروردگار (عزّ وجلّ) کا منادی ندا دے گا: اے وہ جو آل محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یتیموں کے کفیل تھے! اے وہ جو انہیں اس وقت علمی سطح کی ارتقا پر لے گئے کہ جب وہ اپنے روحانی باپ سے جو وہی ان کے امام تھے جدا ہو گئے، تو وہ تمہارے شاگرد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یتیم تھے کہ آپ ان کو علمی بلندی پر لے گئے، پس ان کو دنیوی علوم کے زیور سے آراستہ کرو، اس وقت ان کے علوم سے جتنے لوگوں نے استفادہ کیا تھا اتنے زیور دیے جائیں گے .....)۔

کافی نے اپنی سند کے ساتھ جناب زرارہؒ سے نقل کیا ہے کہ جناب زرارہ نے فرمایا:

(سألت ابا جعفر عليه السلام عن قضاء الحائض الصلاة ثم تقضى الصوم؟ قال: ليس عليها ان تقضى الصلاة و عليها ان تقضى صوم شهر رمضان .ثم اقبل على وقال : ان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم كان يأمر بذلك فاطمةعليها السلام و كانت تأمر بذلك المؤمنات)؛(۱)۔

(میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے حیض کی حالت میں روزے اور نماز کی قضا کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: حائض پر نمازوں کی قضا واجب نہیں لیکن اس پر روزوں کی قضا

۱۔کافی ج۳ص۱۰۴حدیث۳۔

واجب ہے، اس وقت آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یقیناً رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات فاطمہ علیہا السلام کو بتائی تھی اور بی بی نے مؤمنہ عورتوں تک پہنچائی...)۔

۹۔گفتار میں سچائی

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے کہا:**(ما رأيت احداً كان اصدق لهجة من فاطمة الّا ان يكون الذى ولدهاصلّى الله عليه و آله وسلم)؛(۱)۔**

(میں نے گفتار میں فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ کسی کو سچا نہیں پایا سوائے اس شخص کہ جو انہیں اس دنیا میں لایا ہے(یعنی ان کے باپ)۔

۱۰۔دین دار شخص کو مال دار پر مقدم کرنا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے اس کے باوجود کہ عثمان ابن عفان جیسے مال دار خواستگار تھے لیکن پیغمبر اکرمؐ نے ان سب کو واپس کر دیا اس لیے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا با کمال اور روحانی شخصیت تھیں ان کے لیے فقط ہم کفو حضرت علی علیہ السلام تھے اس لیے آنحضرتؐ نے ازدواج فاطمہ کے لیے علی علیہ السلام کا انتخاب کیا۔

علامہ مجلسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

(قال لى رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم يا على !لقد عاتبنى رجال من قريش فى امر فاطمة و قالوا: خطبناها اليک فمنعتنا و زوجت علياً ، فقلت لهم :والله ما انا منعتكم و زوّجته ، بل الله منعكم و زوّجه ....)؛(۲)۔

۱۔مستدرک حاکم، ج۳ص۱۶۰۔ ۲۔بحار الانوار، ج۴۳،ص۹۲۔

(رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی! (علیہ السلام) قریش کے مردوں نے فاطمہ سے شادی (سلام اللہ علیہا) کے متعلق میری مذمت کی اور کہا: فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کا رشتہ میں نے تمہیں (علی) دیا اور ان سب کو واپس کردیا۔ میں نے ان (قریش) سے کہا: خدا کی قسم! میں نے تمہیں (قریش) اس خواہش سے منع نہیں کیا اور فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی علی (علیہ السلام) سے شادی نہیں کی بلکہ خداوند متعال نے تمہیں منع کیا اور علی (علیہ السلام) سے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی شادی کی......)

۱۱۔حق مہر کو جہیز میں خرچ کریں

علامہ مجلسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(..قال علیّ علیه السلام :قال رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم قم فبع الدرع. فقمت فبعته واخذت الثمن و دخلت علی رسول الله صلّی الله و آله وسلم فسکبت الدراهم فی حجره، فلم یسألنی کم هی ولا انا أخبرته ، ثم قبض قبضة و دعا بلالاً فاعطاه فقال : ابتع لفاطمة طیباً، ثم قبض رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم من الدراهم بکلتا یدیه فاعطاه ابابکر و قال : ابتع لفاطمة ما یصلحا من ثیاب واثاث البیت واردفه بعمار بن یاسر و بعدّة من اصحابه ....)؛(۱)۔

(.....علی علیہ السلام نے رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اپنی زرہ کو بیچو۔ میں گیا اور اپنی زرہ کو بیچ دیا اور پیسے

۱۔بحارالانوار، ج۴۳،ص۹۴۔

رسول خداصلّی ﷺ کے پاس لے آیا اور میں نے پیسوں کو حضرت کے دامن میں ڈال دیا آنحضرت ﷺ نے مجھ سے نہیں پوچھا کتنے پیسے ہیں اور میں نے بھی ان کو نہیں بتایا۔ اس وقت آپ نے دامن میں ہاتھ ڈالا اور مختصر پیسے اٹھائے اور بلال کو بلایا اور پیسے ان کو دئے اور فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے عطر لے آؤ۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے تھوڑے اور پیسے لیے اور ابوبکر کو دے کر فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے ان کی شان کے مطابق کپڑے اور گھر کا سامان فراہم کرو۔(۱) اور اس کے ساتھ عمار بن یاسر اور بعض اپنے اصحاب کو بھیجا...)۔

۱۲۔دلہن کی زینت کے بعض اسباب کی فراہمی

حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلہن کی زینت اور آرائش کی مقدار فقط اچھا لباس اور اچھی خوشبو کا ہونا ہے۔ اس لیے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی مرتبہ جناب بلال سے فرمایا: اتنے پیسے لو اور عطر فراہم کرو۔

۱۳۔عقد سے رخصتی تک کی مدت

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: (.....قال علی علیه السلام فأقمت بعد ذلک شهراً أصلّی مع رسول الله صلّی الله علیه و آله و

۱۔عرض مترجم: اس بات سے واضح ہوا کہ شرع مقدس نے ہر شخص کو اپنی شان کے اعتبار سے جہیز لینے کی اجازت دی ہے اور شان بھی نسبی ہے ممکن ہے کسی کی شان میں گاڑی ہو اور کسی کی شان میں چٹائی ہو۔
لیکن ہمیں اس بات سے درس لینا چاہیے کہ جو کائنات کے مختار تھے اور ان کا ہر چیز کے تصرف میں حق تھا اور ہر چیز ان کے لیے میسر ہوسکتی تھی اس کے باوجود بھی سادگی کے ساتھ زندگی گذاری، سادگی اپنے لیے بھی مفید ہے اور معاشرہ میں نقصان نہ بڑھنے کے لیے بھی مفید ہے۔

أرجع الی منزلی ولا اذکر شیئاً من امر فاطمة علیها اسلام ثم قلن ازواج رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم الانطلب لک من رسول الله صلّی اللّه علیه و آله وسلم دخول فاطمة علیک؟ فقلت : افعلن . فدخلن علیه فقالت ام ایمن : یا رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم ! لو ان خدیجة باقیة لقرّت عینها بزفاف فاطمة سلام الله علیها وان علیاً یرید اهله ، فقرّ عین فاطمة (سلام الله علیها) ببعلها واجمع شملها وقرّ عیوننا بذلک . فقال: فما بال علیٌ لا یطلب منّی زوجته فقد کنّا نتوّقع ذلک منه؟قال علیٌّ: فقلت الحیاء یمنعنی یا رسول اللّه ۔

فالتفت الی النساء فقال : من ههنا ؟ فقال ام سلمة : انا امّ سلمة ، وهذه زینب، و هذه فُلانة وفلانة . فقال رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم هیئوا لابنتی و ابن عمّی فی حجری بیتاً فقالت امّ سلمة : فی ایّ حجرة یا رسول اللّه؟ فقال رسول اللّه : فی حجرتک . و امر نساء ان یزیّنّ و یصلحن من شأنها.....)؛(۱)۔

(.....حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے عقد کے بعد ایک مہینے تک صبر کیا اور ایک روز رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس آ رہا تھا اور فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے متعلق کوئی چیز میرے ذہن میں نہیں تھی اور اپنے گھر کی طرف واپس آ رہا تھا اور کسی چیز کا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر نہیں کیا، یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے کہا: کیا تم نہیں چاہتے ہو کہ ہم رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا تمہارے گھر آ جائے؟ میں نے کہا: درخواست کرو۔

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۹۵۔

ازواج نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ ام ایمن نے کہا: اے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اگر خدیجہؑ زندہ ہوتیں تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی سے ان کی آنکھیں بینا و روشن ہو جاتیں اور یہ علی (علیہ السلام) ہیں کہ انہیں اپنی زوجہ درکار ہے لہذا فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی آنکھوں کو ان کے شوہر سے روشن کرو اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے حوالے کرو اور ہماری آنکھوں کو بھی اس کام سے روشن کرو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی (علیہ السلام) کو کیا ہوا ہے کہ خود مجھ سے اپنی زوجہ کی درخواست نہیں کرتے جب کہ ہم ان سے بھی توقع رکھتے ہیں، علی علیہ السلام نے جواب دیا: میرے لیے شرم و حیا اس بات کو کہنے سے مانع ہوئی اے رسول خدا! (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت آپ نے ازواج کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہاں کون ہے؟ ام سلمہؓ نے کہا: میں ام سلمہ اور یہ زینب، اور فلاں، فلاں عورتیں ہیں۔

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر میں میری بیٹی اور میرے چچا زاد بھائی کے لیے حجرہ تیار کرو۔

جناب ام سلمہؓ نے کہا: اے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس حجرے میں؟

آپ نے فرمایا: تمہارے حجرے میں، اور اس وقت اپنی ازواج کو حکم دیا کہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی ان کے شان کے مطابق زینت وآرائش کریں...)۔

۱۴۔شادی کے ولیمے کا کھانا تقسیم کرنا

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے نقل کیا ہے کہ:(....قال علیٌّ : ثم قال لی رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم یا علی ! اصنع لأهلک

طعاما فاضلاً ، ثم قال : من عندنا اللحم والخبز و عليک التمر و السمن . فاشتريت تمراً و سمناً ، فحسر رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلم عن ذراعه و جعل يشدخ التمر فى السمن حتى اتخذه حيساً و بعث الينا كبشاً سميناً فذبح ، وخبز لنا خبز كثير ...)؛(۱)۔

(...علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ اس وقت مجھ سے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اپنے اہل بیت (علیہم السلام) کے لیئے بہت زیادہ کھانا تیار کرو۔اور فرمایا: گوشت اور روٹی ہماری طرف سے، روغن وخرما تم فراہم کرو۔میں نے خرما اور روغن خریدا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آستین کو اوپر کیا اور خرما کو گھی سے ملایا یہاں تک کہ حیس (۲) تیا رہوگئی۔پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے چاق وچوبند بھیڑ بھیجی اس کو ذبح کیا گیا اور کثیر تعداد میں روٹیاں بھی پکائی گئیں....)۔

۱۵۔ولیمے کے موقع پر مسجد والوں کو کھانے کی دعوت

حضرت علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا:(ثم قال لى رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلم ادع من احببت . فأتيت المسجد و هو مشحن بالصحابة فأحييت ان اشخص قوماً و ادع قوماً ، ثم صعدت على ربوة هناک و ناديت : أجيبوا الى وليمة فاطمة .فاقبل الناس ارسالاً . فاستحييت

۱۔بحار الانوار، ج۴۳، ص۹۵۔

۲۔یہ عرب کی ایک مشہور مٹھائی کا نام ہے۔قارئین محترم معلوم ہوا کہ شادی میں مٹھائی کھانا اور کھلانا سنت رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے(مترجم)

من كثرة الناس و قلة الطعام ، فعلم رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلم ما تداخلنى فقال : يا على ! انى سأدعوا الله بالبركة ...)؛(۱)۔

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جس کو چاہتے ہو دعوت کرو۔میں مسجد میں آیا جب کہ مسجد اصحاب سے بھری ہوئی تھی اور میں شرم سار ہوا کہ بعض کو مدعو کروں اور بعض کو مدعو نہ کروں، لہذا میں نے ایک بلند مقام پر جا کر آواز دی: اے لوگو! سب کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ولیمے کی دعوت ہے۔سب لوگ آئے۔میں افراد کے زیادہ ہونے اور کھانے کے کم ہونے سے شرم سار ہوا۔رسول خدا جیسے ہی میرے اس حال سے باخبر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے علی (علیہ السلام)! میں خدا سے برکت کی درخواست کرتا ہوں......)۔

۱۶۔شوہر اور زوجہ کا کھانا جدا ہونا چاہیے

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(...ثم اخذ صحفة و جعل فيها طعاماً و قال : هذا لفاطمة و بعلها ...)(۲)۔

(.......اس وقت آپ نے ایک پلیٹ طلب کی اور اس میں کھانا رکھا اور فرمایا: یہ فاطمہ(سلام اللہ علیہا) اور اس کے شوہر کا حصہ ہے....)

۱۷۔باپ کی بیٹی سے خداحافظی

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(.... حتى اذا انصرفت الشمس للغروب قال رسول اللهؐ يا ام سلمة! هلمّى فاطمة، فانطلقت فاتت

۱۔بحار الانوار، ج۴۳، ص۹۵ اور ۹۶۔

۲۔بحار الانوار، ج۴۳، ص۹۶۔

بھا وھی تسحب أذیالھا وقد تصبّبت عرقاً حیاءً من رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم فعثرت ، فقال رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم أقالک اللہ العثرۃ فی الدنیا والاخرۃ فلما وقفت بین یدیہ کشف الرداء عن وجھھا حتی رآھا علی علیہ السلام ثم اخذ یدھا فوضعھا فی ید علی ، وقال : بارک اللہ لک فی ابنۃ رسول اللّٰہ یا علی ، نعم الزوجۃ فاطمۃ ، و یا فاطمۃ نعم البعل علی، انطلقا منزلکما ....) (۱)۔

(.......جیسے ہی سورج غروب ہوا تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو لے آؤ۔ وہ گئیں اور ان کو لائیں جب کہ اپنا دامن اپنے اوپر ڈال رہی تھیں اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شرم سے پسینہ نکل رہا تھا، اتفاق سے ان کے پاؤں پھسل گئے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا تمہیں دنیا وآخرت کی تمام لغزشوں سے نجات دے۔

جیسے ہی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوئیں انحضرتؐ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے چہرے سے ردا کو ہٹایا یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں دیکھا۔ اس وقت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ سلامُ اللہ علیہا کے ہاتھ علی علیہ السلام کے ہاتھ میں رکھا اور فرمایا: اے علی! خدا تمہارے لیے دختر رسول خدا کو مبارک قرار دے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اچھی زوجہ ہیں اے فاطمہ! علی (علیہ السلام) اچھے شوہر ہیں، اپنے گھر کی طرف جایئے .....)۔

۱۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۹۶۔

۱۸۔ شوہر کا محبت آمیز برتاؤ تنگدستی کے تلافی کا سبب ہے

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا سے سنا کہ قریش کی عورتیں ان کو علی علیہ السلام کے ساتھ شادی کرنے اور علی علیہ السلام کے فقیر ہونے پر مذمت کرتی ہیں تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

(ادخل بیتک والطف بزوجتک وارفق بھا .....)؛(۱)۔

(گھر جاؤ اور اپنی زوجہ سے لطف و نرمی سے پیش آؤ....)۔

۱۹۔ لوگوں کی مذمت سے بے توجہی کی نصیحت کرنا

اگر اچھا داماد تلاش کریں کہ جس کے پاس مال دنیا میں سے کچھ نہیں ہے اپنی بیٹی اس کو دینا چاہیے اگر چہ معاشرہ ہماری مذمت اور ملامت کرے۔ اس لیے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہرا علیہا السلام کی شادی حضرت علی علیہ السلام سے کی اگر چہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی قریش کی عورتوں نے اس کام کی وجہ سے مذمت کی۔

۲۰۔ گھر کے کام سے لذت حاصل کرنا

علامہ مجلسیؒ اپنی سند کے ساتھ امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (تقاضی علیّ علیہ السلام و فاطمۃ الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الخدمۃ، فقضی علی فاطمۃ بخدمۃ ما دون الباب، و قضی علیٰ علیٌّ علیہ السلام علیٰ بما خلفہ، قال : فقالت فاطمۃ: فلا یعلم ما داخلنی من السرور الا اللہ باکفائی رسول اللہ ؐ تحمّل رقاب الرجال؛(۲)۔

۱۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۱۳۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۸۱۔

(حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا زندگی کے امور کے متعلق رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے کہ ان کے لئے فیصلہ کریں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے گھر کے کام کا اور حضرت علی علیہ السلام کے لیے گھر سے باہر کے کام کا فیصلہ کیا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مردوں کے امور کے لیے متکفل کیا میں کتنی خوش ہوں۔)

۲۱۔ اخلاقی امور کی پابندی

قطب راوندی نقل کرتے ہیں کہ جناب سلمانؓ کا بیان ہے: (**كانت فاطمة عليها السلام جالسة قدّامها رحى تطحن بها الشعير وعلى عمود الرحى دم سائل ، والحسين في ناحية الدار يتضوّر من الجوع ، فقلت : يا بنت رسول الله ! دبرت كفاك وهذه فضة، فقالت : أوصاني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان تكون الخدمة لها يوماً ، فكان امس يوم خد متها....**)؛(۱)۔

(حضرت فاطمہ علیہا السلام تشریف فرما تھیں ان کے سامنے آٹے کی ایک چکی رکھی ہوئی تھی جس میں آپ جو آسیاب کر رہیں تھیں چکی کے دستے سے خون جاری تھا اور حسین علیہ السلام گھر کے صحن کی ایک طرف بھوک سے گریہ و نالہ کر رہے ہیں میں نے عرض کیا: اے دختر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے ہاتھ سوجھ گئے ہیں جب کہ فضہ موجود ہیں شہزادی نے فرمایا: رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت کی ہے کہ وہ ایک روز گھر کے امور میں حصّہ لیں، کل ان کی باری تھی........)۔

۱۔ الخرائج والجرائح، ج۲ص۵۳؛ بحارالانوار، ج۴۳،ص۲۸۔

۲۲۔ باپ کا اپنی بیٹی کے لیے شوہر کی اطاعت کا حکم کرنا

منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: (**... يابنية ! انّ الله عزّوجلّ اطلع الى الأرض اطلاعة فاختار من اهلها رجلين ، فجعل احدهما اباك و الآخر بعلك يا بنية ! نعم الزوج زوجك لا تعصى له امراً...**)؛(۱)۔

(....اے میری بیٹی! یقیناً خداوند عزوجل زمین کی طرف متوجہ ہوا، اور اہل زمین میں سے دو مردوں کا انتخاب کیا ایک تمہارے باپ اور دوسرے تمہارے شوہر کو۔ اے میری بیٹی! تمہارا شوہر نیک ہے ہرگز کبھی بھی اس کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا....)۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (**.... ولا شفيع للمرأة أنجح عند ربّها من رضا زوجها . ولمّا ماتت فاطمة عليها السلام قام عليها امير المؤمنين عليه السلام و قال :اللّهم انّي راض عن ابنة نبيّك .. .**) ؛(۲)۔

(عورت کے لیے پروردگار کے نزدیک کوئی چیز شفاعت کے لیے اس کے شوہر کے راضی ہونے سے زیادہ اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔ جس وقت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس دنیا سے گذر گئیں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور کہا: خدایا! میں تیرے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سے راضی ہوں.....)۔

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳ص۱۳۳۔

۲۔ بحارالانوار، ج۱۰۰،ص۲۵۶۔

۲۳۔شوہر سے کسی چیز کے مطالبہ کرنے کے متعلق باپ کا بیٹی کو سمجھانا

حضرت زہرا علیہا السلام سے منقول ہے کہ آپ نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر عرض کی: (کان رسول اللـه صلّی الله علیه و آله وسلم نهانی ان اسألک شیئاً . فقال صلّی الله علیه و آله وسلم لاتسألی ابن عمّک شیئاً، ان جاء ک بشئ عفواً والاّ فلا تسألیه)؛(۱)۔

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے منع کیا ہے کہ میں آپ سے کسی چیز کا مطالبہ کروں اور فرمایا: اپنے چچا زاد بھائی سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرو! اگر تمہارے لیے کوئی چیز لائیں تو صحیح ورنہ ان سے مطالبہ نہ کرو) ۔

۲۴۔گھر کے امور میں زوجہ کی مدد کرنا

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(دخل علینا رسول اللّه صلّی الله علیه و آله وسلم و فاطمة علیها السلام جالسة عند القدر وانا أنقی العدس . قال یا ابا الحسن ! قلت : لبیک یا رسول الله ! قال اسمع منی ، و ما اقول الا من امر ربی: ما من رجل یعین امرأته فی بیتها الا کان له بکلّ شعرة علیٰ بدنه عبادة سنة ، صیام نهارها و قیام لیلها....)؛(۲)۔

۱۔بحار الانوار، ج۱۴۳،ص۱۹۷؛البدایة والنہایة، ج۶،ص۱۱۱۔

۲۔بحار الانوار، ج۱۰۱ص۱۳۲،حدیث۱۔

(رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے جب کہ فاطمہ علیہا السلام دیگچی کے پاس تھیں اور میں دال صاف کر رہا تھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو الحسن! میں نے عرض کی: لبیک یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم سے سنو اور یہ جان لو جو کچھ کہہ رہا ہوں پروردگار کی طرف سے ہے، جو بھی اپنی زوجہ کی گھر کے امور میں مدد کرے اس کے بدن کے ہر بال کے مطابق اس سے ایک سال کی عبادت کا ثواب دے گا جیسے دن میں روزہ دار اور رات میں شب زندہ دار ہو....)

۲۵۔اولاد کے لیے مہربان

محمد بن اسحاق کہتے ہیں:(انّه لـمّا رکز عمرو رمحه علی خیمة النبی صلی الله علیه و آله وسلم و قال : یا محمد ! أبرز .... الی ان قال، فی کل ذلک یقوم علی علیه السلام لیبارزه ، فیأمره النبی صلّی الله علیه و آله وسلم بالجلوس لمکان بکاء فاطمة علیها السلام علیه من جراحاته فی یوم احد و قولها : ما اسرع ان یأتم الحسن والحسین علیهما السلام باقتحامه الهلکات . فنزل جبرئیل علیه السلام فامره عن الله تعالیٰ ان یأمر علیاً علیه السلام بمبارزته . فقال النبی صلّی الله علیه و آله وسلم یا علی! ادن منی، و عمّمه بعمامته واعطاه سیفه و قال : امض لشأنک ثم قال:اللهم أعنه فلما توجّه الیه قال النبی صلّی الله علیه و آله وسلم خرج الایمان سائره الی الکفر سائره)؛(۱)۔

۱۔بحار الانوار، ج۴۱،ص۸۹۔

(عمر ابن عبدود نے اپنا نیزہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کی طرف پھینک کر کہا: اے محمدؐ! آؤ اور میرے ساتھ لڑو.. جب بھی آواز دی، ہر مرتبہ علی علیہ السلام اس کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے لیکن پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹھنے کا دستور دیا، اس لیے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا جنگ احد کے دن علی علیہ السلام کے زخموں کی وجہ سے گریہ کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: اس قسم کے حملوں سے حسن وحسین علیہما السلام جلدی یتیم ہوجائیں گے۔ جبرئیل پیغمبر اکرم صلّی اللہ کے پاس نازل ہوئے اور خدا کی طرف سے انہیں بتایا کہ علی علیہ السلام کو جنگ کرنے کا حکم دیں۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! (علیہ السلام) میرے قریب آجایئے، اس وقت ان کا عمامہ باندھا اور ان کی تلوار ان کے سپرد کی اور فرمایا: جو کام درپیش ہے اس کے لیے جاؤ۔ اس کے بعد فرمایا: بارالہا! اس کی مدد کر۔ جیسے ہی حضرت جنگ کی طرف چلے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پورا ایمان پورے کفر کے مقابلے میں گیا ہے۔)(جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی - کو حکم دیا تو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کوئی اعتراض نہیں کیا یعنی وہ رضای خدا میں راضی تھیں)۔

۲۶۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی بیٹی سے گھر آنے کی اجازت لینا

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کے گھر کے دروازے کو دستک دی اور فرمایا: **(السلام علیکم ،أأدخل)**؛ سلام ہو آپ پر، کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت دیتی ہیں؟ حضرت زہرا علیہا اسلام نے عرض کی:**(علیک السلام یا رسول الله ! أدخل یا رسول الله)**؛(۱)۔

۱۔ بحار الانوار، ج۲ص۳۷۹۔

(اے خدا کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام ہو آپ اندر آجائیں اے اللہ کے بھیجے ہوئے)۔

۲۷۔ قیامت کی یاد میں رہنا

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو غمگین دیکھا، اور بی بی سے پوچھا: تمہارا رنج وغم کس چیز کے لیے ہے؟ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کی:**(یا ابة! ذکرت المحشر و وقوف الناس عراة یوم القیامة)**؛(۱)۔

''اے میرے بابا! میں نے روز محشر، قیامت کے دن لوگوں کے برہنہ حالت میں رو کے جانے کا منظر یاد کیا ہے)۔

ج۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد

۱۔ باپ کے لیے عزاداری

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:**(غسّلت النبی صلّی الله علیه و آله وسلم فی قمیصه فکانت فاطمة (علیها السلام) تقول : أرنی القمیص، فاذا شمّته غشی علیها . فلمّا رأیت ذلک غیبته)**؛(۲)۔

(میں نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے لباس میں غسل دیا فاطمہ علیہا السلام فرماتی تھیں اس لباس کو مجھے دکھائیں، جیسے ہی اس کی خوشبو کو سونگھا غش کھا گئیں۔ جیسے ہی میں نے یہ مشاہدہ کیا تو میں نے اس لباس کو ان سے چھپادیا)۔

۱۔ بحار الانوار، ج۸،ص۵۳ حدیث ۶۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۱۵۷۔

۲۔عورت کا اپنے حق کے دفاع کے لیے نامحرم سے ہم کلام ہونا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: عورت کے لیے بہترین حالت یہ ہے کہ نہ وہ نامحرم کو دیکھے اور نہ ہی نامحرم اسے دیکھے ، لیکن جب آپ معاشرے کے منحرف ہونے کا مشاہدہ کرتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ ان کے شوہر کا حق ضایع ہو رہا ہے تو گھر سے باہر آتی ہیں اور ملأعام میں لوگوں سے ہم کلام ہوتی ہیں۔

۳۔شوہر کو حکم نہ دینا

ابو بکر ابن ابی قحافہ کے ساتھ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے مناظرے کے دوران جناب ام ایمنؓ کے متعلق ذکر ہوا ہے: (**فجاء ت بامّ ایمن**) یعنی بی بی زہرا =ام ایمن کو لائیں، لیکن حضرت علی علیہ السلام کے لیے منقول ہے (**فجاء علی علیه السلام**) یعنی حضرت علی علیہ السلام گواہی دینے کے لیے آئے۔اس بیان کے مختلف ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اپنے شوہر کو بالخصوص کہ وہ ان کے امام ہیں حکم نہیں دیتیں کہ وہ ابو بکر کے پاس گواہی دیں اس لیے کہ وہ خود اپنا فریضہ جانتے ہیں۔

۴۔باہر جاتے وقت مقنعہ پہننا

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے مسجد کی طرف جانے کا ارادہ کیا تا کہ ابو بکر اور دوسرے لوگوں سے ہم کلام ہوں تو اپنے سر پر مقنعہ پہنا۔

روایت میں مذکور ہے:(**انه لمّا اجمع ابو بکر و عمر علیٰ منع فاطمة علیها السلام فدکاً و بلغها ذلک لاثت خمارها علیٰ رأسها**)؛(۱)۔

۱۔احتجاج طبرسی، احتجاجات فاطمہ زہرا علیہا السلام، ص۱۳۱ سے ۱۳۲ تک۔

(جیسے ہی ابو بکر و عمر نے ارادہ کیا کہ فاطمہ علیہا السلام کو فدک سے محروم کریں اور یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے اپنا مقنعہ اپنے سر پر ڈالا)۔

شیخ طبرسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**فاطمة سيدة نساء اهل الجنة ، و ما کان خمارها الّا هکذا ؛واو مأ بیده الی وسط عضده**)؛(۱)۔

(فاطمہ سلام اللہ علیہا بہشتی عورتوں کی سردار ہیں ، اور ان کا مقنعہ اس طرح تھا۔آپ نے اپنے بازوؤں کے درمیان تک اشارہ کیا۔)

۵۔چادر کا اوڑھنا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف جانے کے متعلق اس طرح نقل ہوا ہے:(**و اشتملت بجلبابها**)؛(۲)۔

(چادر کو پورے جسم پر اوڑھا)۔

۶۔چادر کو بڑا کر کے اوڑھنا

حضرت زہرا علیہا السلام اپنی چادر کو بڑا کر کے اوڑھتی تھیں تا کہ پاؤں کے اوپر تک آجائے (**تطأ ذیولها**)؛(۳)۔

چادر کے نیچے والے حصے کو پاؤں کے اوپر تک رکھتی تھیں۔

۱۔ مکارم الاخلاق، طبرسی، ص۹۳۔

۲۔احتجاج طبرسی، ج۱، ص۱۳۱۔

۳۔احتجاج طبرسی، ج۱، ص۱۳۱۔

۷۔خودکو مردوں کی نگاہ سے محفوظ رکھنا

اپنے رشتے دار اور مددگار عورتوں کے درمیان چلتی تھیں تا کہ دیکھائی نہ دیں :(و اقبلت فی لمّة من حفدتها و نساء قومها)؛(۱)۔

(اور اپنی قوم اور مددگار عورتوں کے درمیان آئیں۔)

۸۔اپنے بابا کے ساتھ تجدید عہد کرنا

وہ اپنے بابا کے انتقال کے بعد ہرگز ان کو نہیں بھولیں اور یہاں تک کہ جس وقت جناب بلالؓ شام سے مدینہ آتے ہیں تو ان سے اپنے بابا کی یاد میں دوبارہ اذان کہنے کے لیے کہتی ہیں کہ میرے بابا کی یاد میں دوبارہ اذان کہیں تا کہ اپنے بابا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجدید میثاق کرسکیں۔

۹۔اپنے حق کو لینا

آپ نے جب دیکھا کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے دعوی دار اسلام کی ابتدائی چیزوں سے بے خبر ہیں اور ان کے فدک کے متعلق مسلم حق کے منکر ہیں، در عین حال کہ آپ زہد وایثار، خود گذشتگی سے معروف ہیں لیکن اس کام میں آپ چشم پوشی اور نرمی کرنا باطل حکومت کے نظام کی تقویت سمجھتی ہیں، لہذا مختلف جہات سے اپنے حق کو لینے کے لیے تیار ہوتی ہیں تا کہ لوگوں میں ثابت کریں کہ یہ افراد پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے لایق نہیں ہیں۔

۱۔احتجاج طبرسی، ج۱، ص۱۳۱۔

۱۰۔شوہر سے ہمّ وغم اور پریشانیوں کو دور کرنا

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایسی رفتار سے پیش آئے کہ اپنے شوہر کی پریشانیاں ختم کردے لہذا حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(ولقد کنت انظر الیها فتکشف عنّی الغموم والأحزان بنظری الیها)؛(۱)۔

(میں ان کو دیکھتا تھا اور اس کے باعث حزن وغم اور پریشانیاں مجھ سے دور ہوجاتی تھیں۔)

عورت کو ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے کہ جب اس کا شوہر گھر میں داخل ہو تو اس کا غم بڑھادے۔

۱۱۔شوہر کے ناراض ہونے کا سبب نہ بنیں

زوجہ کو چاہئے کہ اپنے شوہر کو غیظ وغضب میں نہ لائے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام اپنی زوجہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے فرماتے ہیں:(.. ولا اغضبتنی ..)؛(۲)۔

(فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مجھے زندگی میں کبھی ناراض اور غضبناک نہیں کیا........)۔

۱۲۔نیک زوجہ کو ناراض نہ کریں

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:(فو الله ! ما اغضبتها و لا اکرهتها علیٰ امر حتی قبضها الله عزّوجل و لا اغضبتنی و لا عصت لی

۱۔مناقب خوارزمی، ص۳۵۳۔

۲۔مناقب خوارزمی، ص۳۵۳۔

امراً ، ولقد کنت انظر الیها فتنکشف عنّی الهموم و لأحزان)؛(۱)۔

(خدا کی قسم ! میں نے فاطمہ کو کبھی بھی ناراض نہیں کیا اور کسی کام کے لیے برانگیختہ نہیں کیا یہاں تک کہ ان کی روح خدا نے قبض کر لی ، اور انھوں نے بھی مجھے کبھی ناراض نہیں کیا اور میرے کسی بھی دستور کی نافرمانی نہیں کی ۔ میں ان کو دیکھتا تھا تو اس کی وجہ سے میری پریشانیاں اور تمام غم وحزن ختم ہو جاتے تھے ۔)

۱۳۔شوہر کی نافرمانی ممنوع ہے

زوجہ کو شوہر کے اوامر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے لہذا حضرت علی علیہ السلام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے متعلق فرماتے ہیں:(...**ولا عصت لی امراً**)؛(۲)۔

(....انھوں نے ہرگز میری نافرمانی نہیں کی....)۔

اسی طرح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے شہادت کے وقت اپنے شوہر حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:(**یابن عمّ!ما عهدتنی کاذبة و لا خائنة و لا خالفتک منذ عاشرتنی**)؛(۳)۔

(اے میرے چچا کے بیٹے ! آپ نے مجھے کبھی بھی جھوٹا اور خیانت کار نہیں پایا اور جس زمانے سے آپ نے میرے ساتھ زندگی شروع کی میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی)۔

۱۴۔شوہر کی اجازت سے گھر سے باہر جائیں

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی وہ شخصیت ہے کہ یہاں تک کہ اپنا حق لینے کے لیے اپنے شوہر کی اجازت سے باہر گئیں۔

۱۔بحارالانور، ج۴۳،ص۱۳۴۔

۲۔بحارالانور، ج۴۳،ص۱۳۴۔

۳۔بحارالانور، ج۴۳،ص۱۹۱۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**قال علی علیه السلام لفاطمة علیها السلام :(انطلقی فاطلبی میراثک من ابیک رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم فجاء ت الی ابی بکر فقالت ....**)؛(۱)۔

”علی علیہ السلام نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: جائیے اور اپنے بابا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیجیے۔آپؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا۔۔۔“

۱۵۔اپنے امام اور شوہر کے لیے فداکاری

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس حد تک اپنے شوہر اور امام کے لیے فداکار تھیں کہ مخالفوں کا ان کے گھر کی طرف آنے اور حضرت علی علیہ السلام کو گھر سے باہر نکالنے کی درخواست کے وقت خود دروازے کے پیچھے آتی ہیں تاکہ کوئی حملہ ورنہ ہو اور یہی وقت تھا کہ آپ نے خود اور اپنے فرزند (محسن) کو اپنے شوہر و امام پر فدا کر دیا۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے گھر پر ہجوم کے وقت فرمایا:(**ایها الضالّون المکذّبون !ماذا تقولون؟و ایّ شی ء تریدون ؟**)؛(۲)۔

(اے گمراہوں اور جھوٹ بولنے والو!تم کیا کہہ رہے ہو اور کیا چاہتے ہو۔)

جب حضرت علی علیہ السلام کو مسجد نبوی صلّی اللہ وآلہ وسلم کی طرف لے جا رہے تھے تو شہزادی نے فرمایا:(**والله لا ادعکم تجرّون ابن عمّی ظلماً**)؛(۳)۔

۱۔بحارالانور، ج۲۹،ص۲۰۷۔

۲۔بحارالانور، ج۳۰،ص۲۹۳۔

۳۔بیت الاحزان، شیخ عباس قمی، ص۱۱۷۔

(خدا کی قسم! میں اپنے چچازاد بھائی کو ظالمانہ انداز سے کھینچ کھینچ کر لے جانے نہیں دوں گی۔)

اور جس وقت امام علی علیہ السلام کو زبردستی مسجد کی طرف لے گئے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا مسجد میں تشریف لائیں اور آواز دی: **(خلّو عن ابن عمّی...)**؛(۲)۔

(میرے چچازاد بھائی کو چھوڑ دو.....)۔

اور جب دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو تلوار کے ذریعہ بیعت لینے کے لیے دھمکی دے رہے ہیں تو ابوبکر ابن ابی قحافہ سے مخاطب ہو کر کہا: **(یا ابا بکر ! اترید ان ترملنی من زوجی ؟!والله لئن لم تکف عنه لأنشرنّ شعری و لا شقنّ جیبی ولآتینّ قبر أبی)**؛(۳)۔

(اے ابوبکر! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے اپنے شوہر سے محروم کرو؟ خدا کی قسم! اگر علی (علیہ السلام) کو نہیں چھوڑو گے تو میں اپنے بالوں کو پھیلاؤں گی اور گریبان کو چاک کر کے اپنے بابا رسول خداؐ کی قبر کی طرف جاؤں گی)۔

حضرت زہرا علیہا السلام نے جب دیکھا کہ وہ ان کی باتوں پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو جناب سلمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: **(یاسلمان ! یریدون قتل علی علیه السلام وما علیٰ علیّ صبر ، فدعنی حتی آتی قبر ابی فانشرنّ شعری واشق جیبی واصیح الی ربی)**؛(۳)۔

۲۔ بحارالانوار، ج۲۸، ص۲۰۶۔

۳۔ تفسیر عیّاشی، ج۲، ص۶۷۔

۳۔ بحارالانور، ج۲۸، ص۲۲۸۔

(اے سلمان! ان لوگوں نے علی (علیہ السلام) کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور میں ان کی شہادت پر صبر نہیں کر سکتی، مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے بابا کی قبر پر جاؤں اور اپنے بالوں کو پریشان کروں، گریبان کو چاک کروں اور اپنے خدا کی بارگاہ میں نالہ وفریاد کروں۔)

نیز فرمایا: **(ویلهم یا سلمان !یریدون ان یؤتموا ولدیّ الحسنین فو الله یا سلمان ! لا اخلی عن باب المسجد حتی اریٰ ابن عمّی سالماًبعینی)**(۲)۔

(اے سلمان! ان سب پر وائے ہو جو چاہتے ہیں کہ میرے دو بیٹے حسن وحسین (علیہما السلام) کو یتیم اور بے سرپرست کریں۔ خدا کی قسم! اے سلمان! مسجد کے دروازے سے قدم باہر نہیں رکھوں گی جب تک کہ اپنے چچازاد بھائی کو اپنے آنکھوں سے صحیح وسالم نہ دیکھوں"

حاضرین میں چند لحظہ سکوت واندوہ وتعجب پیدا ہونے کے بعد حملہ آور افراد امام علیہ السلام سے دست بردار ہو گئے اور حضرت تنہا اور مظلومانہ انداز سے مسجد سے باہر آئے اور گھر کی طرف چلے۔)

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے بے گناہ شوہر کو دیکھ کر فرمایا: **(روحی لروحک الفداء و نفسی لنفسک الوقاء یا ابا الحسن ! ان کنت فی خیر کنت معک وان کنت فی شر کنت معک)**؛(۱) ۔

(میری جان آپ کی جان پر فدا ہو، اور میری روح آپ کی جان کی بلاؤں کی سپر ہوا ے ابو الحسن! (علیہ السلام) میں ہمشیہ آپ کے ساتھ رہوں گی اور اگر آپ سختی میں ہوں گے پھر بھی آپ کا ساتھ دوں گی۔

۱۶۔ شوہر کی فرماں برداری

آپ اس حد تک اپنے شوہر کے سامنے تسلیم تھیں کہ جب ابوبکر وعمر بیماری کے وقت

۱۔ عوالم العلوم، ج۱۱، ص۴۰۶۔ ۲۔ کوکب دری، ج۱ص۱۹۶، حائری مازندرانی۔

ان کی عیادت کے لیے آئے تو آپ ان سے ملاقات کے لیے راضی نہیں ہوئیں جب وہ حضرت علی علیہ السلام کو واسطہ قرار دیتے ہیں تو علیؑ سے کہتی ہیں: (البیت بیتک و الحرۃ امتک)؛ (یہ گھر آپ کا گھر ہے اور میں آزاد آپ کی کنیز ہوں)۔

۱۷۔شیعوں کے لیے دعا

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں: میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے آخری لحات میں متوجہ ہوئی کہ آپؑ اس طرح دعا کر رہی ہیں: (الھی وسیدی اسألک بالذین اصطفیتھم وببکاء ولدیّ فی مفارقتی ، ان تغفر لعصاۃ شیعتی وشیعۃ ذریتی)؛(۱)۔

(بارالہا! اے میرے آقا! میں تجھ سے چاہتی ہوں ان کے صدقے میں جن کو تم نے منتخب کیا اور تجھے میرے بچوں کے میرے فراق میں رونے کا واسطہ، کہ میرے شیعوں میں سے گناہ گاروں اوران کی ذریت کے شیعوں کو معاف کردے۔)

۱۸۔ ہمیشہ خوشبو استعمال کیجیے۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا شہادت کے وقت جناب اسماء سے فرماتی ہیں :

(...ھاتی طیبی الذی اتطیّب بہ ...)؛(۲)۔

(......وہ عطر کہ جس کو ہمشہ میں استعمال کرتی تھی میرے پاس لاؤ...)

۱۹۔نماز کے لیے مخصوص لباس

نیز حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، اپنی شہادت کے وقت جناب اسماء سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں:(..وھاتی ثیابی التی اصلّی فیھا، اجلسی عند رأسی فاذا جاء وقت

۱۔ذخائر العقبیٰ، ص۵۳۔ ۲۔کشف الغمہ، ج۲،ص۱۲۲۔

الصلاۃ فاقیمینی ، فان قمت والّا فأرسلی الی علیّ(علیہ السلام)؛(۱)۔

(میرا وہ لباس کہ جس میں میں نماز پڑھتی تھی میرے پاس لاؤ اور میرے سرہانے بیٹھو اور جیسے ہی نماز کا وقت ہو تو مجھے آواز دو، اگر میں اٹھ گئی تو کچھ نہیں ورنہ کسی کو علی (علیہ السلام) کے پاس بھیجنا)۔

۲۰۔مظلوم پر گریہ

فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے آخری غم ناک لحات کے وقت شدت سے گریہ گیا۔

امام علی علیہ السلام نے پوچھا: آپ کے گریہ کا کیا سبب ہے؟ آپ نے جواب دیا:(أبکی لما تلقی بعدی)؛(۲)۔

میرے بعد آپ کے متعلق جو واقعات رونما ہوں گے اس پر رو رہی ہوں۔

۲۱۔عفت وحجاب کی بلندی

جناب اسماء کہتی ہیں: حضرت زہرا علیہا السلام نے اپنی عمر کے آخری لحات میں مجھ سے فرمایا: (انّی قد استقبحت ما یصنع بالنساء ، انّہ یطرح علیٰ المرأۃ الثوب فیصفھا لمن رأی فلا تحملنی علیٰ سریر ظاھر ، استرنی سترک اللہ من النار)؛(۳)۔

(مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ مرنے کے بعد عورتوں کی میت کو کھلے تابوت میں رکھا جائے اور اس کو کپڑے سے ڈھاپا جائے جس سے عورت کے بدن کا حجم دکھائی دے۔ مجھے اس تابوت پر نہ رکھنا اور میرے بدن کو چھپانا خدا تمہیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا)۔

نیز حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا:(اوصیک یابن عمّ ! ان تتّخذلی نعشاً، فقد رأیت الملائکۃ صوّروا صورتہ)؛(۴)۔

اے میرے چچا کے بیٹے! میں آپ کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے لیے ایسا تابوت بنائیے گا، جس کی ملائکہ نے مجھے شکل دکھائی تھی۔)

۱۔گذشتہ حوالہ۔ ۲۔ بحار الانوار، ج۴۳ص۲۱۸۔

۳۔کشف الغمہ، ج۲،ص۱۲۶؛ ذخائر العقبیٰ، ص۵۳۔ ۴۔بحار الانوار، ج۴۳ص۱۹۲۔

چوتھی فصل

مصیبت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللّٰہ علیہا

جناب فاطمہ☆ کی وصیت

مصباح الانوار میں حضرت امام جعفر صادق – سے نقل ہوا ہے: جناب فاطمہ زہرا☆ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت علی –کو وصیت کی کہ: جب میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں تو (اے علی!) آپ مجھے شب میں غسل وکفن دیجئے گا، میری نماز جنازہ پڑھیئے گا، خود ہی مجھے قبر میں اتاریئے گا، میری لحد کو پر کیجئے گا، اور میری قبر پر مٹی ڈالیئے گا، اس کے بعد میرے سرہانے میرے چہرے کے سامنے بیٹھ کر قرآن پڑھیئے گا اور دعا کیجئے گا کیونکہ یہ وقت ایسا ہے جب میت زندہ لوگوں سے انس ومحبت کی زیادہ طلب گار رہتی ہے میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور وصیت کرتی ہوں کہ میرے فرزندوں کا خاص خیال رکھیئے گا اس کے بعد ام کلثوم کو سینے سے لگایا اور حضرت علی – سے فرمایا:

”جب یہ بڑی ہو جائے تو میرے گھر کا ساز وسامان اسی کو دے دیجئے گا خدا اس کو محفوظ اور زندہ وسلامت رکھے۔“

نیز ایک روایت میں اس طرح ذکر ہوا ہے:

جناب فاطمہ☆ نے حضرت علی – سے فرمایا:

”جب میں اس دنیا سے چلی جاؤں تو جناب ام سلمہ☆، ام ایمن☆ اور فضہ☆ اور مردوں میں سے (حضرت امام) حسن– (حضرت امام) حسین– ، (جناب) عباسؓ (رسول خدا ﷺ کے چچا) (جناب) سلمانؓ، (جناب) مقدادؓ (جناب) ابوذرؓ چند دیگر افراد کے علاوہ کسی کو اطلاع نہ دیجئے گا۔(۱)

۱۔ بیت الاحزان، ص ۲۴۱، ۲۴۲۔

نماز جنازہ اور تدفین

روضۃ الواعظین میں تحریر ہے: جب رات کی تاریکی چھا گئی اور نیند آنکھوں پر غالب آ گئی تو حضرت علی بن ابیطالب – نے حضرت امام حسن مجتبیٰ – اور امام حسین –، جناب عمارؓ، جناب مقدادؓ، جناب عقیل –، جناب ابوذرؓ، جناب سلمانؓ، جناب بریدہؓ، اور بعض چند بنی ہاشم کے ساتھ جنازہ کو اٹھایا اور گھر سے باہر لائے، نماز پڑھی، آدھی رات گزرنے کے بعد جناب فاطمہ☆ کو دفن کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب– نے جناب فاطمہ☆ کی قبر کے آس پاس سات قبریں بنائیں تا کہ قبر فاطمہ☆ کی شناخت نہ ہو سکے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ نماز جنازہ گھر کے اندر پڑھی اور اس کے بعد جنازہ لے کر باہر آئے۔(۱)

شیخ طوسیؒ نقل کرتے ہیں: جس وقت حضرت علی – جناب فاطمہ☆ کو دفن کر چکے تو قبر کو زمین کے ہموار کر دیا ہاتھوں کو جھاڑ کر کھڑے ہوئے اور زار وقطار رونے لگے۔ قبر رسول ﷺ کی طرف رخ کر کے فرمایا: ﴿السلام علیك یا رسول اللّٰه عنی، وعن ابنتك النازلة فی جوارك والسریعة اللحاق بك قل یارسول الله تجلدی الان فی التاسی لی بعظیم فرقتك و قادح مصیبتك موضع تعز۔۔۔ (۲) ”اے رسول خدا ﷺ! تم پر سلام ہو میری جانب سے اور آپ کی دختر نیک اختر کی جانب سے جو اس وقت آپ کے پاس آ رہی ہیں اور بہت جلد آپ سے ملحق ہوں گی ہے۔

۱۔ بیت الاحزان، ص ۲۵۳، ۲۵۴۔

۲۔ بیت الاحزان، ص ۲۵۴۔

اے رسول خدا! آپ کی صاحب زادی کے فراق میں میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میری طاقت وتوانائی ختم ہو گئی لیکن آپ کی فرقت کے مقابلے میں ہر مصیبت کم ہے میں کبھی نہیں بھولوں گا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر میں رکھا اور وقت موت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا''

نبش قبر

صاحب بیت الاحزان تحریر کرتے ہیں: جس رات میں جناب فاطمہ ☆ کو دفنایا گیا تو قبرستان بقیع میں چالیس قبریں بنائی گئیں جب مسلمانوں کو اطلاع ہوئی، وہ قبرستان میں گئے دیکھا وہاں چالیس قبریں بنی ہوئی ہیں لہذا قبر فاطمہ☆ کو تلاش نہ کر سکے وہ لوگ آہ وفریاد کرنے لگے اور ایک دوسرے کو سرزنش کرتے ہوئے آپس میں کہنے لگے کہ رسول خدا ﷺ نے تمہارے درمیان فاطمہ☆ کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن وہ دنیا سے چلی گئیں اور ہم نہ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکے اور نہ تدفین وتکفین میں شرکت کر سکے!! ذمہ دار افراد کہنے لگے کہ با ایمان عورتوں کو بلایا جائے وہ نبش قبر کریں تا کہ ہم ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں اور ان کی قبر کی زیارت کر سکیں۔

جس وقت حضرت علی -کو یہ اطلاع ملی، گھر سے باہر آئے عالم یہ تھا کہ غصے کی وجہ سے آپ کی آنکھیں سرخ تھیں، گردن کی رگوں میں خون اتر آیا تھا زرد رنگ کی عبا جو آپ ناخوشگوار حالات میں پہنا کرتے تھے اسے پہن کر گھر سے نکلے اپنی ذوالفقار پر تکیہ کیے قبرستان بقیع میں آئے اور لوگوں کو نبش قبر سے ڈرایا۔

لوگوں نے جس وقت آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے: یہ علی بن ابی طالب ہیں جو یہ

قسم کھا کر آ رہے ہیں کہ اگر قبر کا ایک پتھر بھی ادھر سے ادھر ہو گیا تو میں تم سب لوگوں کو قتل کر دوں گا۔

اسی اثناء میں عمر بن خطاب چند لوگوں کے ساتھ حضرت علی - کے پاس آئے اور کہا: ابوالحسن یہ کیا کام ہے جو آپ نے انجام دیا ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حتمی طور پر نبش قبر کر کے نماز جنازہ پڑھوں گا۔

حضرت علی - نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا تو وہ زمین پر گر پڑے اس کے بعد حضرت علی - نے فرمایا

یاابن السوداء!! ﴿ اما حقی فقد ترکته مخافة ان یرتد الناس عن دینهم و اناقبر فاطمة ☆ فوالذی نفس علی بیده لئن رمت و اصحابك شیئا من ذالك لاسقین الارض من دمائکم---﴾

اے سودائے حبشیہ کے بیٹے: میں نے اپنے حق کو درگذر کر دیا تا کہ لوگ حق سے منحرف نہ ہو جائیں لیکن فاطمہ☆ کی نبش قبر کے بارے میں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے! اگر تم نے ایسا کیا تو یہ زمین تمہارے خون سے سیراب کر دوں گا، خیریت اسی میں ہے کہ اپنی جان بچا کر چلے جاؤ۔

ابوبکر، حضرت علی - کے پاس آئے اور کہا:

آپ کو رسول خدا ﷺ کا واسطہ اور اس کا واسطہ جو عرش کی بلندیوں پر ہے عمر کو چھوڑ دیں ہم اس چیز کو انجام نہیں دیں گے جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب - نے عمر کو چھوڑ دیا لوگ منتشر ہو گئے اور نبش قبر کرنے کا ارادہ بدل دیا۔

نبش قبر سے متعلق علل الشرائع (تالیف شیخ صدوقؒ) میں کم وبیش مذکورہ مطالب تحریر کیے گئے ہیں اور چونکہ کافی طولانی ہیں لہذا فقط تحریر کیے گئے مطالب پر ہی اکتفاء کی جارہی ہے۔سید کاظم قزوینی اپنی کتاب (فاطمہ زہرا☆ از ولادت تا شہادت) میں اس واقعہ کواس طرح تحریر کرتے ہیں:

جس وقت غم وآلام اور رنج ودرد کے سمندر میں غرق یہ رات ختم ہوئی تو عوام الناس رسول ﷺ کی اکلوتی بیٹی کی نماز اور تشیع جنازہ کی غرض سے حضرت علی - کے گھر آئے لیکن وہاں انھیں خبر ملی کہ جناب فاطمہ☆ کی تدفین وتکفین ہوچکی ہے، یہ لوگ دوڑے ہوئے بقیع کی طرف آئے مگر وہاں پر دیکھا کہ سات یا اس سے زیادہ قبریں بنی ہوئی ہیں (بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی - نے چالیس قبریں بنائیں تھیں۔)

لہذا صحیح قبر کی شناخت نہ کرپائے یہی وجہ تھی کہ عوام الناس دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ رسول خدا ﷺ نے ہمارے درمیان فاطمہ☆ جیسی امانت کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن وہ دنیا سے چلی گئیں اور ہم نہ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکے اور نہ تدفین وتکفین میں شرکت کرسکے یہاں تک کہ ان کی قبر کو بھی نہیں جانتے کہ کہاں پر ہے؟!

اسی کشمکش کے درمیان جناب مقدادؓ کی ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ہم نے شب گذشتہ شہزادی کو دفن کردیا ہے۔

جس وقت عمر بن خطاب نے یہ خبر سنی تو چلا کر کہا:

اے ابوبکر! کیا میں نے تمہیں کل ہی اس واقعے سے باخبر نہیں کردیا تھا کہ یہ لوگ فاطمہ☆ کو پوشیدہ طریقہ سے دفن کرنا چاہتے ہیں؟

جناب مقدادؓ نے کہا:

یہ کام اس لیے انجام دیا گیا کہ شہزادی تم دونوں سے بہت زیادہ خفا تھیں انھوں نے یہ تدبیر سوچی اور وصیت کی کہ:

''میرے جنازے کو اس طرح دفن کیا جائے وہ دونوں (تم یعنی ابوبکر اور عمر) میری تشیع میں شرکت نہ کرسکیں۔

عمر بن خطاب اپنے اکھڑے ہوئے مزاج کے مطابق ان پر برس پڑے لوگوں نے آکر انھیں نجات دی، یہ دیکھ کر جناب مقدادؓ کی شہامت وشجاعت نے انگڑائی لی، غاصبان حکومت اور پورے مجمع کے سامنے کھڑے ہوکر اس طرح تقریر کی:

دختر رسول ﷺ نے اس عالم مصیبت میں اس دنیا سے مفارقت کی کہ ان کی پشت اور جسم آپ لوگوں کے ظلم وستم اور بیدادگری کے تازیانوں کی وجہ سے خون آلودہ تھا، انھوں نے دیکھا کہ تم نے (ان کے شوہر) امیر المومنین علی بن ابی طالب - کے حق کو کس طرح پامال کیا اور تم دونوں نے اپنی رشتہ داری کو کس طرح نبھایا اور آج جب میں نے ان کے وصیت نامہ کو دہرایا تو مجھے تم نے کوڑے مارے اور زدوکوب کیا۔(۱)

رسول اللہ ﷺ کے چچا جناب عباسؓ نے کہا:

جناب مقدادؓ ٹھیک کہتے ہیں: اس جنتی خاتون نے وصیت کی تھی کہ تم دونوں ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

عمر بن خطاب نے چلا کر کہا:

۱۔شیخ بہائی، الکامل، ج۱، ص۳۱۲۔

اے بنی ہاشم! تم لوگوں نے ہم سے اپنا حسد باقی رکھا!

جناب عقیلؓ، عمر کے سامنے آئے اور کہا: خدا کی قسم! تم جناب رسول اسلام ﷺ اور ان کے خاندان کی بہ نسبت سب سے زیادہ حاسد اور کینہ ور فرد ہو، کل تم نے رسول ﷺ کی بیٹی کو تازیانے سے اذیت دی کہ انھوں نے اسی درد و رنج کی وجہ سے اس دنیا کو خیر باد کہا، ان کا جسم تمہارے ظلم و ستم کی وجہ سے خون آلودہ تھا اور اسی لیے تم سے سخت ناراض تھیں۔(۱)

غاصبان خلافت جو اس بات سے غافل تھے کہ یہ دختر رسول اکرم ﷺ کی حکیمانہ تدبیر ہے (کوئی ہنسی کھیل نہیں) کہنے لگے: عورتوں کو بلا کر نبش قبر کرائی جائے تاکہ ہم اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور ان کی قبر کی زیارت کریں۔

یہاں پر مذکورہ ذیل چند سوال ہو سکتے ہیں:

کیا نبش قبر صحیح تھا اور اس کے لیے ان کے پاس کوئی شرعی جواز تھا؟

کیا نبش قبر کرنا وصیت کے برخلاف نہ تھا؟

کیا علی - نے دختر رسول ﷺ کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا تھا؟

کیا حامل علوم آل محمد - حضرت علی - کے بارے میں یہ امکان ہے کہ وہ بغیر نماز جنازہ پڑھے دختر رسول ﷺ کو دفن کر دیں گے؟

کیا حضرت علی بن ابیطالب - نے وصیت کے مطابق عمل کر کے شرعی مخالفت کی تھی؟

کیا شرعی ولی کا نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

کیا نبش قبر کرنے میں دختر رسول ﷺ کی اہانت نہیں تھی؟

۱۔ الکامل، ج۱ص۳۱۳۔

کیا یہ سب کچھ ہنگامہ آرائی دختر رسولؐ اور رسول اکرمؐ سے عشق و محبت کی خاطر تھی یا اپنی ناموزوں سیاست کی وجہ سے؟

صاحبانِ عقل و خرد اِن سوالات کے جوابات خود تلاش کریں!

مگر ہاں!

دختر رسول خدا ﷺ کس قدر دور اندیش اور موقع شناس تھیں کہ مرنے کے بعد بھی مخالفین کو بے بس کر گئیں اور ان کے لیے کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس کے ذریعہ وہ اپنی سیاست کو عوام کے درمیان اسلامی قوانین کے روپ میں پیش کر سکیں۔

آہ! آہ! کتنی حسرت ناک تھی شہزادی کی اٹھارہ سالہ زندگی اور کس طرح مظلوم تھا آپؑ کا وہ آخری وقت کہ جب آپؑ نے اس دار فانی سے دارِ ابدی کی جانب کوچ فرمایا آپؑ کی تکفین، تدفین اور تشییع جنازہ میں فقط چند افراد نے شرکت کی اور حضرت علی - نے آپؑ کی وصیت کے مطابق آپؑ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا نیز قبر کے نشان کو مٹا دیا یا یہ کہ چند قبریں بنائیں تا کہ مخالفین آپؑ کی قبر پر بھی نہ آ سکیں۔

شاید یہی وجہ تھی کہ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب - قبر فاطمہ زہرا☆ پر جاتے اور آہ و زاری فرماتے اور آپؑ کی مظلومیت پر آنسو بہاتے تھے آپ کے عشق و محبت کا عالم یہ تھا کہ روزانہ قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتے اور رسول اسلام کی چہیتی بیٹی جناب فاطمہ☆ سے کافی دیر تک راز و نیاز فرماتے تھے آپؑ جب تک بقید حیات رہے شہزادی کی مظلومیت کا احساس لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے دل و دماغ سے نہ نکال سکے اور یہ احساس فقط زوجہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ فاطمہ+ کی عظمت و فضیلت کی وجہ سے بھی تھا۔

حضرت امام جعفر صادق - فرماتے ہیں:

میری دادی فاطمہ زہرا☆ کی شہادت کے بعد سے میرے جدِّ بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب - روزانہ ان کی قبر پر جاتے تھے ایک روز آپؑ نے خود کو ان کی قبر مطہر پر گرا دیا اور یہ شعر پڑھا:

مالی مررت علی القبور مسلّما

قبر الحبیب فلم یردّ جوابی (۱)

مجھے کیا فائدہ (یہ کیا زمانہ آ گیا) کہ میں اپنے محبوب کی قبر کے پاس سے گذروں اور اس کو سلام کروں لیکن اس کا کوئی جواب نہ آئے۔

۱۔فصول المہمۃ، ص ۱۴۸

شہادت حضرت محسن -

۴۔ذہبی تحریر کرتے ہیں:

" ان عمر رفس فاطمة حتى اسقطت بمحسن"

یقیناً عمر نے حضرت فاطمہ☆ کے شکم مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ (شکم مبارک ہی میں) جناب محسن - کی شہادت واقع ہوگئی۔(۱)

ابوبکر کو اپنی غلطیوں کا اعتراف

ابوبکر ابن ابی قحافہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں واضح الفاظ کے ساتھ (خانہء حضرت فاطمہ زہرا☆ پر حملہ کیے جانے کے سلسلے میں) اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے، اگر چہ اس قسم کی روایتیں بہت زیادہ ہیں، مگر ہم یہاں ان میں سے صرف چند روایتوں کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے۔

۱۔ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ: ابوبکر نے کہا: مجھے دنیا کی کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے جتنا ان تین چیزوں پر، اے کاش کہ میں ان کو انجام نہ دیتا، ۔۔۔اے کاش میں نے خانہء فاطمہ☆ کی بے حرمتی نہ کی ہوتی، خواہ وہ لوگ میرے خلاف آمادہ پیکار ہی کیوں نہ ہو جاتے۔(۲)

۲۔مسعودی لکھتے ہیں ابوبکر نے کہا: مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے مگر ان تین چیزوں کی، جو میں نے انجام دی ہیں، اے کاش کہ: میں انھیں انجام نہ دیتا، ۔۔۔

۱۔میزان الاعتدال" جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ شمارہ ۵۵۲۔

(۲) تاریخ الامم والملوک" جلد ۲ صفحہ ۶۱۹ ۔

اے کاش کہ میں نے خانۂ فاطمہ☆ کی تفتیش نہ کی ہوتی''۔(۱)

۴۔ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ''ابوبکر نے کہا: اے کاش کہ میں خانۂ فاطمہ☆ پر حملہ نہ کرتا اوراس جگہ کو اسی کے حال پر چھوڑ دیتا، اگر چہ وہ لوگ میری مخالفت میں پیمان جنگ ہی کیوں نہ باندھ لیتے''۔(۲)

۵۔متقی ہندی تحریر کرتے ہیں کہ''ابوبکر نے کہا: اے کاش کہ میں خانۂ فاطمہ☆ پر حملہ کرنے نہ جاتا اوراس جگہ کو اسی طرح چھوڑ دیتا، اگر چہ وہ لوگ میرے خلاف جنگ کرنے کے لیے عہدو پیمان ہی کیوں نہ باندھ لیتے''۔(۳)

توجہ رہے، کہ ان کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت کی عبارتیں چونکہ ایک جیسی ہیں، لہذا ہم اس مقام پر صرف ان علما کے نام اور انکی کتابوں کے حوالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں:

۔ولی اللہ دہلوی ہندی (۴)

۔ذہبی (۵)

۔ابن حجر عسقلانی (۶)

ابن قتیبہ دینوری (۷)

۱۔مروج لذہب''، جلد۲صفحہ۱۹۴۔
۲۔شرح نہج البلاغہ''جلد۲صفحہ۴۷۔
۳۔کنزالعمال''جلد۵صفحہ۶۳۱ ۔
۴۔ازالۃ الخفاء''جلد۲صفحہ۲۹۔
۵۔میزان الاعتدال''جلد۲صفحہ۲۱۵۔
۶۔لسان المیز ان''جلد۴صفحہ۲۱۹۔
۷۔الامامۃ والسیاسۃ''جلد۱صفحہ۱۸۔

حافظ ابوعبید(۱)

ابوبکر کے ان اعترافات کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کی ان عبارتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر انصاف پسند انسان اپنے آخری فیصلے کو اپنی عقل وضمیر کے حوالے کردے تو اس کے سامنے یہ بات آشکار ہوجائی گی کہ جناب فاطمہ زہرا☆ کے گھر کو فقط آگ لگانے کی دھمکی ہی نہیں دی گئی تھی بلکہ واقعاً گھر کو آگ لگائی گئی تھی، ورنہ ابوبکر کیوں کف افسوس مَلتا اور یہ کہتا:''اے کاش کہ! میں خانہ فاطمہ☆ پر حملہ نہ کرتا اور یوں ہی واپس آجاتا''۔

جناب فاطمہ زہرا☆ کی تاریکی شب میں تدفین

جو دلائل حضرت فاطمہ زہرا☆ کی ناراضگی کو بیان کرتے ہیں اور جن کا علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں تذکرہ بھی کیا ہے ان میں سے ایک دلیل، حضرت فاطمہ زہرا +کو تاریکئ شب میں خاموشی سے دفن کرنا بھی ہے

حق بات تو یہ ہے کہ دختر رسول ﷺ نے کیوں وصیت کی کہ ان کی تدفین تاریکی شب میں کی جائے؟

اس سوال کے جواب کے لیے علمائے اہل سنت کی مختلف کتابوں کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱۔محمد بن اسماعیل بخاری۔اپنی سلسلہءسند کے ساتھ جناب عائشہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

" فوجت فاطمة علی ابیی بکر فی ذلک فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت و

۱۔الاموال''صفحہ۱۹۴وغیرہ میں مذکورہ واقعات درج ہیں۔

عاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلا ولم یوذن بها ابابکر۔"(۱)☆

جناب فاطمہ زہرا☆ نے (قضیہ فدک کی بنا پر) غیظ وغضب کے عالم میں ابوبکر سے منھ پھیرلیا اور پھراس سے تاوقت رحلت کلام نہیں کیا، یہاں تک کہ رسول ﷺ کے بعد آپؑ صرف چھ ماہ تک زندہ رہیں، جب آپؑ نے رحلت فرمائی تو آپ کے شریک حیات حضرت علی۔ نے آپؑ کو (تاریکی شب میں) دفن کیا اور ابوبکر کو اجازت نہیں دی کہ تشییع، نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کرے۔

۲۔احمد البیھقی تحریر کرتے ہیں"فغضبت فاطمة ☆ علی ابی بکر، وهجرته، فلم تکلمه حتی ماتت فدفنها علی لیلا"۔(۲)

حضرت فاطمہ زہرا☆ ابوبکر سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آپ نے اس سے منہ پھیرلیا اور تاوقت رحلت کلام نہیں کیا شہزادی کونین نے جب رحلت فرمائی تو حضرت علی - نے ان کوشب کی تاریکی میں دفن کیا۔☆

☆۔ قابل تحریر بات یہ ہے کہ صحیح بخاری علماء اہل سنت کے نزدیک ایک عظیم کتاب ہے جس کو وہ (قرآن کے بعد) معتبر ترین او صحیح ترین کتاب مانتے ہیں ملاحظہ کریں

۱۔صحیح بخاری مطبوعہ احیاء التراث بیروت، جلد۵ صفحہ ۱۷۷۔شرح صحیح مسلم ج۱ص۱۱۵ ارشاد الساری ج۱۔

۲۔السنن الکبری مطبوعہ بیروت ج۶ص۳۰۰۔

☆۔اس قسم کی روایت کے لیے گنجی شافعی"کفایة الطالب"ص۱۲۲۵ اور شیبانی"تیسیر الوصول الی جامع الاصول"ج۱ص۲۰۹ نقل از حقاق ج۱۰ص۴۷۹ کی طرف رجوع کریں۔

۳۔مسلم بن حجاج قشیری تحریر کرتے ہیں"جب حضرت فاطمہ زہرا☆ نے اس دار فانی سے کوچ کیا تو ان کے شریک حیات حضرت علی - نے تاریکی شب میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو دفن کردیا اور ابوبکر کو یہ خبر تک نہ دی کہ حضرت معصومہ☆ کی تشییع اور نماز جنازہ میں شرکت کرے"۔(۱)

۴۔ابن اثیر لکھتے ہیں جیسا کہ دوسری کئی کتابوں (۲) سے بھی نقل ہوا ہے"جناب فاطمہ زہرا☆ اور ابوبکر کے درمیان میراث پیغمبر اسلام کا جو معاملہ پیش آیا تھا، اس سلسلے میں معمر نے زہری سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت کی ہے حضرت فاطمہ زہرا☆ نے ابوبکر سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور اس سے منھ پھیرلیا نیز اس سے بات نہیں کی، یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحہ تک گفتگو نہیں کی، بعدِ نبی ﷺ فقط چھ ماہ تک زندہ رہیں، جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں تو آپ کے شریک حیات حضرت علی - نے آپ کو دفن کیا اور ابوبکر کو اجازت نہیں دی کہ وہ آپ کی تشییع اور نماز جنازہ میں شرکت کرے"۔(۳)

۵۔حافظ عبدالدّین محمد بن ابی شیبہ لکھتے ہیں"ان علیا دفن فاطمة لیلا"۔

"حضرت علی - نے حضرت فاطمہ زہرا☆ کو تاریکیِ شب میں دفن کیا"(۴)

۱۔صحیح، مسلم مطبوعہ مصر) ج۳ص۱۳۸۰۔

۲۔صحیح بخاری ج۳، ص۳۸۔صحیح مسلم ج۱، ص۲۷۱ اور ج۵ص۱۵۳۔تاریخ طبری ج۲، ص۴۴۸۔تاریخ کامل ج۲، ص۱۲۶۔ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۲۲۔مروج الذہب مسعودی ج۱، ص۱۴۴۔تنبیہ والاشراف ص۲۵۰۔الصواعق المحرقہ ج۱ص۱۲۔الاستیعاب ج۲ص۲۴۴۔تاریخ الخمیس ج۱، ص۱۹۳۔الامامة والسیاسة ج۱۴، ص۱۲۔البداء والتاریخ ج۵ص۶۶۔

۳۔الکامل فی التاریخ ج۲ص۲۶۔

۴۔المصنف ج۴، ص۱۴۱۔

۶۔ابی فلاح الحنبلی تحریر کرتے ہیں کہ:''وغسّل فاطمة اسماء بنت عميس وعلى و دفنهاليلا''۔(۱)

''حضرت علی - اور اسماء بنت عمیس نے حضرت فاطمہ زہرا☆ کو غسل دیا اور حضرت علی نے تاریکی شب میں ان کو دفن کیا۔''

۷۔جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

"وغسلهازوجها علی ،وصلی علیها و دفنهاليلا"۔'(۲)

''جناب فاطمہ زہرا☆ کو ان کے شوہر علی - نے تاریکیِ شب میں غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر انھیں دفن کیا۔

۸۔عبدالرحمٰن بن عمروالدمشقی ''تحریر کرتے ہیں:

"توفيت فاطمة ، بعد رسول الله صلى الله عليه وآله بستة اشهر ، فدفنها على ابن ابی طالب ليلا"۔(۳)''رسول اکرم ﷺ کی وفات کے ۶ ماہ بعد حضرت فاطمہ زہرا☆ نے رحلت فرمائی اور حضرت علی - نے ان کو تاریکیِ شب میں دفن کیا۔

۹۔ابن ابی الحدید لکھتے ہیں ''میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا☆ ابوبکر وعمر سے ناراض ہوکر اس دنیا سے رخصت ہوگئیں اور انھوں نے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دوافراد(ابوبکر وعمر) میری نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں''۔(۴)

۱۔''شذرات الذہب''مطبوعہ قاہرہ،ج۱ص۱۵۔ ۲۔الثغور الباسمہ''(مطبوعہ بمبی)ص۱۵۔

۳۔ تاریخ ابی ذرعہ مطبوعہ دمشق ج۱ص۲۹۰۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ج۶ص۵۰۔

ذکرشدہ حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سی سندیں موجود ہیں،جن کا یہاں اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا ہے، محققین حضرات خود ان کی طرف رجوع کریں۔(۱)

یہاں یہ یاددلانا بھی ضروری ہے کہ اس حصہ میں اہل سنت کے ذکرشدہ اسناد میں (تاریکی شب میں تدفین کے علاوہ) اور دوسرے واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مثلاً حضرت فاطمہ زہرا☆ کا ابوبکر سے منھ پھیرنا اور تادم رحلت اس سے قطع کلام کرنا وغیرہ ہے جو خود حضرت فاطمہ زہرا☆ کی (ابوبکر سے) ناراضگی کے سلسلے میں ایک اور مستحکم دلیل ہے۔

حضرت علی - سے بیعت لینے کے سلسلے میں اہل سنت کا دعوی

واضح رہے کہ بعض افراد نے خلفائے ثلاثہ کی غلطیوں کو چھپانے کی غرض سے ان کا اس طرح سے اظہار کیا ہے کہ عمر کے جبر وتشدد کے بعد سبھی افراد، خانہ حضرت فاطمہ زہرا☆ سے باہر آ گئے اور انھوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور حضرت علی - سے بیعت لینے کے سلسلے میں کوئی زور وزبردستی نہیں کی گئی بلکہ بہت ہی آسانی کے ساتھ انھوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی!

اب ہم اس سلسلے میں اہل سنت حضرات کی بعض روایات اور عبارات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تاکہ یہ بات اور بھی واضح ہوجائے:

۱۔ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ ''یہاں تک کہ جب عمر اور اس کے ساتھی حملہ کرنے کی غرض سے جناب فاطمہ☆ کے گھر پر آئے اور دقّ الباب کیا، تو لوگوں نے جناب فاطمہ☆ کے گریہ

۱۔ان میں سے چند یہ ہیں، صحیح بخاری ۵ص۹ وج۷ص۸۷۔تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۱۵ خطیب تبریزی ''اکمال الرجال'' مطبوعہ دمشق ۳۵۷۔سنن الکبریٰ ج۴،ص۲۰، مقتل الحسین ص۸۳، مجمع الزوائد ص۲۱۱۔طبقات ابن سعد، ج۲،ص۱۲۸۔حلیۃ الاولیاء، ج۲،ص۴۲۔تہذیب الاسماء، ج۲،ص۳۵۳۔

وفریاد کی آواز سنی اور وہ لوگ روتے ہوئے واپس ہو گئے، لیکن عمر اور اس کے ساتھی وہیں پر کھڑے رہے، یہاں تک ان لوگوں نے حضرت علی - کو زبردستی گھر سے باہر نکالا اور ابوبکر کے پاس لے جا کر کہا: بیعت کرو! حضرت علی - نے کہا: اگر میں بیعت نہ کروں تو تم کیا کروگے؟ انھوں نے کہا: اگر تم نے بیعت نہیں کی ''تو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہم تمھیں قتل کر دیں گے!''(۱)

۲۔ بلاذری رقم طراز ہیں کہ ’ابوبکر نے عمر کو حضرت علی - کے پاس بھیجا اور اسے حکم دیا کہ علیؑ کو زبردستی میرے پاس لاؤ''۔(۲)

۳۔ مسعودی تحریر کرتے ہیں کہ: ان لوگوں نے حضرت علی - سے بیعت لینی چاہی مگر حضرت علی - نے انکار کر دیا اور کہا: ''میں ہرگز نہیں کروں گا''۔ پھر ان لوگوں نے آپ سے کہا: اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمھیں قتل کر دیں گے، حضرت علی - نے کہا: ''اگر تم لوگ مجھے قتل کروگے، تو گویا ایک بندۂ خدا اور رسول کے بھائی کو قتل کروگے۔''

اس وقت وہ لوگ حضرت علی - کے ہاتھ کو (اس صورت میں کہ مٹھی بندھی ہوئی تھی جس کا کھولنا ان لوگوں کے لیے بے حد دشوار تھا) ابوبکر کے ہاتھ کے پاس لائے آخر کار ابوبکر کے ہاتھ کو علی - کے ہاتھ کی طرف بڑھایا اس حال میں کہ علی - کا ہاتھ مٹھی کی صورت میں بندھا ہوا تھا یعنی آپ نے بیعت نہ کی''۔''(۳)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳۔

۲۔ انساب الاشراف'' ج ۱ ص ۵۸۷

۳۔ اثبات الوصیۃ'' ص ۱۴۲۔

۴۔ ابن ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں کہ ''سقیفہ کے سلسلے کی جو مختلف روایتیں شیعہ پیش کرتے ہیں وہ اکثر محدثین اہل سنت سے نقل شدہ ہیں جو یہاں پیش خدمت ہیں۔

درحقیقت حضرت علی - نے بیعت ابوبکر سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ ان کو زبردستی ان ہی کے گھر سے باہر لایا گیا''۔

نیز ابن ابی الحدید لکھتے ہیں (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) ''عمر نے زبیر کے ہاتھ سے تلوار کھینچ لی اور اسے پتھر پر ایسا مارا کہ وہ ٹوٹ گئی پھر وہ لوگ حضرت علی - (اور جو ان کے گھر میں تھے) کو ابوبکر کے پاس لے گئے''۔''(۱)

نیز وہ جوہری کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''علی - کے گھر میں عمر داخل ہوا اور ان سے بیعت کے لیے کہا: لیکن علی - کے انکار کرنے پر، ان کو اور جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی ان کو بھی نا قابل بیان طریقہ سے بیعت کے لیے مسجد نبوی کی طرف لے گیا جب کہ مدینہ کی شاہراہیں لوگوں سے چھلک رہی تھیں''۔ اسی صفحہ پر وہ جوہری سے نقل کرتے ہیں کہ'' جو افراد حضرت علی - کے گھر میں تھے ان کو بھی عمر نے باہر نکالا اور ان کی گردنوں میں رسیاں باندھ کر ابوبکر کی بیعت کے لیے لے گیا''۔(۲)

۵۔ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں کہ: ''ابوبکر منبر پر گیا اور لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی، لیکن جب اس نے علی - کو وہاں نہیں دیکھا تو پوچھا: علی - کہاں ہیں؟ اس وقت انصار کا ایک گروہ اٹھا اور حضرت علی - کو زبردستی وہاں لایا''۔(۳)

۱۔ شرح نہج البلاغہ'' ج ۲ ص ۲۱۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ،، ج ۶ ص ۴۸۔

۳۔ السیرۃ النبویۃ'' ج ۴ ص ۴۹۵۔

۶۔ابوبکر جوہری'' لکھتے ہیں

''حضرت علی -کو جب بیعت کے لئے (مسجد) لے گئے تھے تو ان لوگوں کے بہت زیادہ زوروزبردستی کرنے کے باوجود بھی آپ نے بیعت نہیں کی اور گھر واپس آ گئے''۔(۱)

۷۔عبدالفتاح عبدالمقصود تحریر کرتے ہیں: ''اہم مؤرخین نے بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی -نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو ان لوگوں نے زبردستی ان کے گلے میں ریسمان ڈالی اور بیعت کے لیے گئے''۔''(۲)

اسی طرح ابن عبدربہ نے اپنی کتاب عقد الفرید(۳) اورابوالحسن نوفلی نے اپنی کتاب الاخبار(۴) حضرت علی - سے زبردستی بیعت لینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ گذشتہ واقعات کے مانند یہ بھی تاریخ اسلام کا دردناک ترین واقعہ ہے، کیونکہ ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علی -نے (معاذ اللہ) کوئی ایسا عمل بھی کیا ہوگا کہ جس کی بنا پر معاویہ جیسے (شخص) کو طعنہ زنی کا موقع ملا، اور وہ اپنے خط میں حضرت علی -کو یوں لکھتا ہے کہ: ''یہاں تک کہ حکومتی کارندے آپ کو سرکش اونٹ کے مانند کھینچتے ہوئے (بیعت کے لیے) مسجد کی طرف لے گئے''۔

حضرت علی - نے معاویہ کے خط کے جواب میں اصل واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اسے اپنی مظلومیت کی نشانی بتایا اور یوں لکھا کہ'' تو نے جو لکھا ہے کہ مجھے سرکش اونٹ کے مانند بیعت کے لیے لے جایا گیا، خدا کی قسم! تیرا مقصد مجھ پر تنقید کرنا تھا، لیکن درحقیقت تو نے

۱۔السقیفہ جوہری۔ ۲۔السقیفة والخلافة'' ص ۱۵۔

۳۔عقدالفرید ج۲ص ۲۸۵ ۴۔الاخبار ص ۱۴۴۔

میری مدح کی ہے، اور تو نے چاہا تھا کہ تو مجھے رسوا کرے، لیکن تو خود ہی رسوا ہو گیا، ایک مسلمان کے لئے مظلوم واقع ہونا کوئی عار نہیں ہے''۔(۱)

جیسا کہ اہل سنت حضرات کی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت علی - سے بیعت لینے کے سلسلے میں جبروتشدد سے کام لیا گیا، اس بات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت علی - نے اپنے اس رویّے سے حکومت کے خلاف اپنے شدید ردّعمل کا اظہار کیا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے تاریخ میں اس کو ایک روشن دلیل کی صورت میں چھوڑا ہے۔

۱۔ابن ابی الحدید'' شرح نہج البلاغہ ج۱۵ص۱۸۶ اور عقد الفرید'' ج۲ص ۲۸۵

فاطمہ مظلومہ علیہا السلام

رسول گرامی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی وفات کے بعد بعض ایسے ناگوار اتفاق رونما ہوئے کہ جن کی وجہ سے لوگوں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام بالخصوص ان کی اکلوتی بیٹی کے مقام اور منزلت کو مجموعی طور پر بھلا دیا۔ جب تک فاطمہ علیہا السلام کے پدر گرامی باحیات تھے آپؑ عزیز تھیں، لیکن پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابتدائی ایام سے بجائے یہ کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو تسلیت کہتے اور پرسہ دیتے، آپ پر اتنا ظلم وستم کیا کہ جب تک زمانہ باقی ہے وہ ظلم، تاریخ کے تاریک صفحات پر ثبت اور ضبط رہے گا اور ہر گز نہیں مٹے گا، حقیقت میں یہ اہل بیتِ عصمت وطہارت کی مظلومیت پر ایک زندہ سند و دلیل ہے اور دوسری طرف سے غاصبانِ خلافت کے باطل ہونے پر ایک دوسری مستحکم دلیل ہے۔

ہم اس مقام پر بعض مظالم جو تاریخ میں درج ہوئے ہیں اور جس کو ابھی تک خائن مؤرخین محو نہیں کر سکے ہیں ہم ان کی طرف اشارہ کرنے سے پہلے اس بابرکت گھر کی عظمت کو ذکر کرتے ہیں:

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کی عظمت

انس بن مالک اور بریدہ نے نقل کیا ہے: (فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُه)(۱)۔

(یہ چراغ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کا نام ذکر کیا جائے)۔

۱۔ سورہ نور، آیت ۳۶۔

جس وقت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی، ایک شخص نے کھڑے ہو کر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون سے گھر ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاءؑ کے گھر۔ ابو بکر آگے بڑھے اور کہا: اے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کا گھر ان گھروں میں سے ہے؟ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں بلکہ ان گھروں میں سے بہترین گھر ہے۔(۱)

طبری نے اپنی سند کے ساتھ ابی الحمراء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں چھ مہینے تک مدینہ میں تھا، میں نے اس مدت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی مگر یہ کہ طلوع فجر کے وقت علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر کے قریب آتے تھے اور فرماتے تھے نماز، نماز: (إنّما يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البيتِ و يُطَهِّرَكُم تَطهيراً) (۲)۔

زید بن ارقم کہتے ہیں: (رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض نے اپنے گھر کے دروازوں کو مسجد کی طرف کھول رکھا تھا۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز فرمایا: سب اپنے دروازوں کو بند کرلو سوائے علی (علیہ السلام) کے۔ لوگوں نے اس موضوع پر اعتراض کیا، رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: (اما بعد، یقیناً تمہارے دروازوں کے بند کرنے اور علی (علیہ السلام) کے دروازے کھلے رہنے کا امر میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا..... میں اس کام پر مأمور ہوا ہوں اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔(۳)

۱۔ درّ المنثور، ج ۶، ص ۲۰۳؛ روح المعانی، ج ۱۸، ص ۱۷۴۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۵۸۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۳۷۔

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۲۵۔

۱۔خانہ وحی یعنی جناب فاطمہ علیہا السلام کے گھر پر ہجوم

حضرت زہرا علیہا السلام کے حق میں جو ظلم ہوئے ان میں سے ایک ظلم یہ ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بیعت لینے کے لیے آپ کے گھر پر ہجوم تھا ۔اس روایت کو نہ صرف شیعہ تاریخی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے بلکہ اہل سنت نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ہم اس مقام پر بعض روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ابوبکر ابن ابی قحافہ نے اپنے مرنے کے وقت کہا:(**وودت انّی لم اکشف بیت فاطمه (علیها السلام)**؛

(اے کاش! میں فاطمہ علیہا السلام کے گھر کی حرمت کو پامال نہ کرتا اور ان کے گھر کے دروازے کو نہ کھولتا)۔

اس حدیث کو اہل سنت کے بہت سے علماء نے نقل کیا ہے، ان میں سے:

۔ابن قتیبہ۔(۱)

۔یعقوبی۔(۲)

۔طبری۔(۳)

۔ابن عبدالبر۔(۴)

۱۔الامامة والسیاسة، ج۱،ص۳۶۔

۲۔تاریخ یعقوبی، ج۲،ص۱۳۱۔

۳۔تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)، ج۳،ص۴۳۰، وقایع سال ۱۳ ہجری۔

۴۔عقد الفرید، ج۴،ص۲۶۸۔

۔مسعودی۔(۱)

۔طبرانی۔(۲)

۔جوہری۔(۳)

۔ابن عساکر دمشقی۔(۴)

۔ابن ابی الحدید۔(۵)

۔ذھبی۔(۶)

۔ہیثمی۔(۷)

۔ابن حجر۔(۸)

۔سیوطی۔(۹)

۱۔مروج الذھب، ج۲،ص۲۴۔

۲۔المعجم الکبیر، ج۱،ص۶۲۔

۳۔السقیفة، ص۴۰۔

۴۔تاریخ دمشق، ج۹،ص۴۹۷۔

۵۔شرح نہج البلاغہ، ج۲ص۴۶ اور ج۶،ص۵۱۔

۶۔تاریخ الاسلام، ج۳،ص۱۱۷ اور ۱۱۸؛ میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۰۸، علوان بن داؤد بجلی کا زندگی نامہ۔

۷۔مجمع الزوائد، ج۵،ص۲۰۳۔

۸۔لسان المیزان، ج۴،ص۱۸۹۔

۹۔الجوامع الجامع، ج۱،ص۱۰۵۹۔

۔متقی ہندی۔(۱)

وغیرہ۔

۲۔یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:(وبلغ ابا بکر و عمر ان جماعة من المهاجرين والأنصار قد اجتمعوا مع علی ابن ابی طالب فی منزل فاطمة بنت رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم فأتوا فی جماعة حتی هجموا الدار و خرج علیّ و معه السیف ، فلقیه عمر ، فصارعه عمر ، فصرعه و کسر سیفه و دخلوا الدار .فخرجت فاطمة فقالت :والله لتخرجنّ او لأکشفنّ شعری ولأعجبنّ الی الله .فخرجوا و خرج من کان فی الدار ...)۔(۲)

جناب ابوبکر اور جناب عمر تک یہ خبر پہنچی کہ مہاجرین اور انصار میں سے بعض افراد رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے دروازے پر علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کے گرد جمع ہوئے ہیں۔ان دونوں (عمر اور ابو بکر) نے ایک گروہ کے ساتھ آپ کے گھر پر ہجوم کیا۔علی (علیہ السلام) اپنی تلوار کے ساتھ باہر نکلے،عمر سے روبرو ہوئے اور عمر علی علیہ السلام سے لڑے.....

اس وقت عمر اور اس کے ساتھی ان کے گھر میں داخل ہوئے۔فاطمہ (علیہا السلام) باہر آئیں اور فرمایا: باہر نکل جاؤ۔نہیں تو خدا کی قسم! میں اپنے بالوں کو پریشان کروں گی اور خدا سے شکوہ (بددعا) کروں گی مجبوراً سب باہر نکل گئے.....

۱۔کنز العمال، ج۵،ص۶۳۱ اور ۶۳۲۔

۲۔تاریخ یعقوبی، ج۲ص۱۲۶۔

۳۔ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں: (.....عمر بعض افراد کے ساتھ آئے....گھر پر ہجوم کیا، فاطمہ علیہا السلام نے فریاد کی....)۔(۱)

۴۔وہ مزید نقل کرتے ہیں:(وکان خارج البیت مع خالد جمع کثیر من الناس ، ارسلهم ابو بکر ردءاً لهما ، ثمّ دخل عمر فقال لعليّ: قم فبایع فتلكّأ واحتبس ، فاخذ بیده وقال : قم فابی ان یقوم فحمله و دفعه کما دفع الزبیر ، ثمّ امسکهما خالد و ساقهما عمر و من معه سوقاً عنیفاً واجتمع الناس ینظرون وامتلأت شوارع المدینة بالرجال ورأت فاطمة ما صنع عمر فصرخت وولولت ....)(۲)۔

(گھر سے باہر،بہت سے افراد خالد (بن ولید) کے ساتھ موجود تھے۔جناب ابوبکر نے ان (افراد) کو خالد اور عمر ابن خطاب کی تقویت کے لیے بھیجا اس وقت عمر ابن خطاب اندر داخل ہوئے اور علی (علیہ السلام) سے کہا! اٹھو:علی (علیہ السلام) نے انکار کیا۔تو عمر ابن خطاب نے آپؑ کو اوپر اٹھایا اور زبیر کی طرح باہر کھینچا۔خالد نے ان دونوں کو رسی سے باندھا۔عمر اور اس کے ساتھی ان دونوں کو شدت کے ساتھ کھینچتے تھے۔لوگ جمع ہو گئے تھے اور رونے لگے۔مدینہ کی گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔فاطمہ علیہا السلام نے جیسے ہی عمر ابن خطاب کے ان اعمال کو دیکھا تو فریاد کی اور بلند آواز سے گریہ کیا......)۔

۵۔وہ مزید نقل کرتے ہیں:(.........علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے بھی بیعت سے

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ج۶،ص۴۷۔

۲۔شرح نہج البلاغہ، ج۶ص۴۹۔

انکارنہیں کیا اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر پناہ لی اوران لوگوں نے علیؑ کو چاروں طرف سے گھیرلیا اورزبردستی گھر سے باہر نکالا)۔

۶۔ابوالفداء کہتے ہیں:(**انّ ابا بکر بعث عمر بن الخطّاب الی علی (علیه السلام) و من معه لیخرجهم من بیت فاطمة (رضی الله عنها) وقال: ان ابو علیک فقاتلهم**)(۱)۔

ابوبکر(بن ابی قحافہ) نے عمر ابن خطاب کو بھیجا تا کہ علی (علیہ السلام) اوران کے ساتھ جمع ہونے والے افراد کو فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر سے باہر لائیں، نیز اس سے کہا: اگر وہ نہیں مانیں تو ان کے ساتھ لڑو)۔

۷۔ابن شحنہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے:(... **انّ عمر جاء الیٰ بیت علیّ لیحرقه علیٰ من فیه ، فلقیته فاطمة فقال : ادخلوا فیما دخلت فیه الأمّة**) ۔(۲)

(....عمر ابن خطاب آئے اور علی (علیہ السلام) کے گھر کو تمام وہ لوگ جو علی (علیہ السلام) کے ساتھ موجود تھے آگ لگائی، فاطمہ (علیہا السلام) نے اسے دیکھا، عمر ابن خطاب نے کہا: جو چیز ساری امت نے قبول کی ہے قبول کرلو۔)

۸۔ بلاذری نے نقل کیا ہے:(**بعث ابو بکر عمر بن الخطاب الی علی علیه السلام حین قعد عن بیعته وقال : ائتنی به بأعنف العنف فلمّا اتاه جری بینهما ، فقال له علیّ : احلب حلباً لک شطره ، واللّه ما حرصک علی**

۱۔تاریخ ابی الفداء،ص ۱۶۵۔

۲۔تاریخ ابن شحنہ درحاشیہ کامل ابن اثیر، ج ۷،ص ۱۶۴۔

امارته الیوم الّا لیؤمّرک غداً(۱)

(جناب ابوبکر نے عمر ابن خطاب کو علی (علیہ السلام) کے پاس بھیجا، چنانچہ علی (علیہ السلام) نے ان سے بیعت کا انکار کیا تھا، ان سے کہا: کسی بھی لحاظ اور نرمی کے بغیر اور بہت سختی کے ساتھ علی (علیہ السلام) کو لاؤ۔ جیسے ہی عمر علی (علیہ السلام) کو لایا علی (علیہ السلام)اور عمر کے درمیان نزاع اور اختلاف ہوگیا۔ علی (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: جتنا دوھ سکتے ہو دوھ لو: تمہیں بھی حصہ ملے گا خدا کی قسم ! تمہارا شوق اور اشتیاق ابوبکر کی سرپرستی اور ولایت کی طرف اس لیے ہے کہ کل وہ تمہیں اس وجہ سے امیر بنائے)۔

۹۔ نیز دوسری سند کے ساتھ سلیمان تیمی اور ابن عون سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: (ابوبکر ابن ابی قحافہ نے بیعت کے لیے کسی کو علی علیہ السلام کے پاس بھیجا لیکن آپ نے بیعت نہیں کی ۔عمر آگ کے مشعل کے ساتھ آئے ۔حضرت فاطمہ علیہا السلام نے انہیں گھر کے دروازے پر دیکھا اور اس سے فرمایا تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر گھر کے دروازے کو جلاؤ؟ عمر ابن خطاب نے کہا: ہاں!۔(۲)۔

حدیث کی سندی تحقیق

۔بلاذری اہل سنت کے معروف مؤرخین میں سے ہیں ان کی اور ان کے کتاب کی بہت سی تعریف کی ہے۔

۔مدائنی جو اس روایت کے راویوں میں سے ہیں، یحییٰ ابن معین نے (ثقة، ثقة، ثقة) کے ساتھ ان کی بے حد تعریف کی ہے۔

۱۔انساب الاشراف، ج ۱،ص ۵۸۷۔ ۲۔انساب الاشراف، ج ۱،ص ۵۸۶۔

اور طبرانی نے انہیں صدوق کے طور پر متعارف کرایا ہے(۱)۔

۔مسلمۃ ابن محارب زیادی کو؛ ابن حبّان نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔ اور بخاری نے بھی ''تاریخ الکبیر'' میں اس سے روایت نقل کی ہے اور ان کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے، کہ یہ سکوت خود بخاری کے نزدیک وثقہ ہونے کی دلیل ہے۔(۲)

۔سلمان ابن طرخان تیمی، وہ ہے جس کی احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، نسائی، عجلی اور ابن سعد نے توثیق کی ہے۔(۳)

۔عبداللہ بن عون بصری، وہ صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے اور ذھبی، ابن سعد، اور عثمان بن سعید نے اس کی توثیق کی ہے۔(۴)

۱۰۔عبدالفتاح عبدالمقصود جو مصری مؤلّفین میں سے ہیں لکھتے ہیں: (**وهل على ألسنة الناس عقال يمنعها ان تروى قصة حطب ، امر بها ابن الخطاب، فاحاط بدار فاطمة فيها عليٌّ وصحبه؟.....**)۔

(...مگر لوگوں نے اپنے منہ میں قفل (تالا) بند کر رکھا ہے کہ لکڑیوں والے واقعہ کو بیان نہ کریں جو عمر کے حکم سے فاطمہ کے گھر کے چاروں طرف پھینکی گئیں جب کہ اس گھر میں علی (علیہ السلام) اور ان کے اصحاب موجود تھے.....)۔

۱۔تاریخ بغداد، ج ۱۲،ص ۵۴؛ میزان الاعتدال، ج ۳،ص ۱۵۳؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰،ص ۴۰۰۔

۲۔قواعد فی علوم الحدیث، ص ۳۸۵،۴۰۳۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج ۴ص ۱۷۶، شمارہ ۳۴۱۔

۴۔تہذیب التہذیب، ج ۵ص ۳۰۳۔

۱۱۔ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ''المصنف'' میں تحریر کیا ہے کہ ''عمر خانہء فاطمہ زہرا☆ کی طرف گیا اور کہا: اے بنت رسول! صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم! کوئی بھی (شخص) ہمارے نزدیک آپ کے بابا سے زیادہ محبوب نہیں اور آپ کے بابا کے بعد کوئی بھی (شخص) ہمارے نزدیک آپؑ سے زیادہ محبوب نہیں ہے، مگر خدا کی قسم! یہ محبت انھیں نہیں روک سکتی جن کو میں نے حکم دیا ہے، کہ اُن سب کو گھر سمیت جلا دیا جائے جو آپ کے گھر میں موجود ہیں''(۱)

۱۲۔ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے: پس ابوبکر نے عمر کو ان افراد کے پاس بھیجا جو خانۂ حضرت علیؑ میں تھے، جب ان لوگوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو اس وقت عمر نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، پھر اہل خانہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، گھر سے باہر نکل آؤ، ورنہ تم لوگوں کو آگ لگا دوں گا''۔(۲)

۱۳۔طبری۔اپنی کتاب' میں رقم طراز ہیں کہ ''جب طلحہ و زبیر اور بعض مہاجرین حضرت علی - کے گھر میں تھے، تو عمر نے وہاں آ کر کہا: بیعت کے لیے گھر سے باہر نکلو، ورنہ خدا کی قسم !تم لوگوں کو گھر سمیت آگ لگا دوں گا''۔(۳)

۱۴۔ابن عبد ربہ ''عقد الفرید'' میں یوں لکھتے ہیں کہ:

۱۔ کتاب ''المصنف'' (مطبوعہ بیروت) جلد ۷ صفحہ ۴۳۲ روایت نمبر ۳۷۰۴۵۔

۲۔الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱،ص ۱۲۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض علمائے اہل سنت کتاب (الامامۃ والسیاسۃ) کو ابن قتیبہ کے بجائے ان کے ہم عصر عالم کی تألیف بتاتے ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ محمد فرید وجدی (دائرۃ المعارف الاسلامی) ج ۳ص ۶۴۹ پر اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں۔الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ کی کتاب قدیم مستند کتابوں میں سے ایک ہے جو مسائل خلافت اسلامی کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔

۳۔'تاریخ الامم والملوک'' مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۴۳)

''ابوبکر نے عمر کو حکم دیا کہ: اگر وہ لوگ گھر کے باہر نکلنے سے انکار کردیں تو ان سے مقابلہ کرو پس عمر آگ (مشعل) لے کر خانہء زہرا☆ پر آیا، تاکہ ان کے گھر کو آگ لگادے، اس وقت جناب فاطمہ زہرا☆ نے اسے روکا اور کہا: پسر خطاب! کیا تو میرے گھر کو آگ لگانے کیلئے آیا ہے؟! عمر نے کہا: ہاں! مگر یہ کہ امت کی طرح تم لوگ بھی ابوبکر کی بیعت کرلو''۔(۱)

۱۵۔ مسعودی نقل کرتے ہیں: ''امیرالمومنین اپنے چند شیعوں کے ہمراہ گھر ہی میں رہے اور مقابلہ نہیں کیا، کیونکہ پیغمبر اسلامؐ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا، مگر لوگوں کے ایک گروہ نے ان کے گھر پر حملہ کیا اور دروازے کو آگ لگادی اور انہوں نے ان لوگوں کو زبردستی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کردیا اور پھر جناب فاطمہ زہراؑ کو در و دیوار کے درمیان اس طرح سے دبایا کہ جناب محسنؑ بطن مادر ہی میں شہید ہوگئے۔''(۲)

۱۶۔ شہرستانی تحریر کرتے ہیں: ''معتزلی عالم نظام کے جملہ عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ عمر نے خانۂ فاطمۂ زہراؑ پر حملہ کیا اور با آواز بلند کہا: گھر کو آگ لگادو، جب کہ گھر میں سوائے علی و فاطمہ و حسن و حسینؑ کے اور کوئی نہ تھا''۔(۳)

بعض علمائے اہل سنت نے ابراہم بن سیار بن ہانی (معروف بہ نظام) کی مذکورہ بات کو ردّ کرنے کی غرض سے اس کو فرقہ نظام کا سالار بتایا ہے اور بعض نے اس کو صوفی لکھا ہے، اس سلسلے میں ہم ال سنت کی معتبر (علم رجال کی) کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے مذہب کی وضاحت کریں گے:

۱۔ عقد الفرید جلد۳ صفحہ۶۴۔

۲۔ اثبات الوصیۃ ص۱۴۲، حکایت سقیفہ۔

۳۔ الملل والنحل ج۱ ص۵۷۔

الف۔ خطیب بغدادی ''تاریخ بغداد'' میں تحریر کرتے ہیں کہ: ''ابراہیم ابن سیار ابواسحاق النظام، بلند پایہ کے متکلم و معتزلی تھے، اس فن میں ان کی متعدد کتابیں بھی موجود ہیں''(۱)

ب۔ ابن حجر عسقلانی ''لسان المیزان'' میں لکھتے ہیں ''ابراہیم ابن سیار معتزلیوں کے سالاروں میں سے تھے، وہ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے اور مذہب اعتزال پر ان کی متعدد کتابیں بھی ہیں'(۲)

ج۔ ابن حزم اپنی کتاب ''طوق الحمامہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''ابراہیم ابن سیّار (النظام) معتزلیوں کے سالار تھے، نیز انکو اپنے زمانے میں علم کلام کے موضوع پر عبور تھا اور وہ علم و معرفت کے بلند درجہ پر فائز تھے''۔(۳)

۱۷۔ ابن ابی الحدید: جوہری سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'عمران لوگوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم لوگ بیعت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلو، ورنہ میں تم لوگوں سمیت اس گھر کو آگ لگادوں گا''۔(۴)

یہاں یہ ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ بعض افراد نے ابن ابی الحدید کے اہل سنت ہونے میں شک و شبہ کا اظہار کیا ہے!

۱۔ تاریخ بغداد'' جلد۶ صفحہ۹۶۔

۲۔ لسان المیزان'' جلد۱ صفحہ۹۶

۳۔ طوق الحمامہ صفحہ۱۲۷

۴۔ ''شرح نہج البلاغہ'' مطبوعہ بیروت، جلد۲ صفحہ۵۶۔

اس کے جواب میں ذھبی کا یہ قول کافی ہے کہ ''ابن ابی الحدید علم بلاغت وکلام، نثر ونظم، کے بزرگ عالم تھے اور وہ درحقیقت معتزلی تھے''۔(۱)

۱۸۔اسماعیل عمادالدین 'تحریر کرتے ہیں ''پس ابوبکر نے عمر ابن خطاب کو حکم دیا کہ حضرت علی -اوران کے ساتھیوں کو خانہ ءفاطمہ زہرا☆ سے نکال دے، اور اسے یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ لوگ گھر سے باہر نہ نکلیں تو ان سے مقابلہ کرے، اسی اثناء میں عمر آگ (مشعل) لے کر خانہ ءزہرا☆ کی طرف گیا، تا کہ اس گھر کو آگ لگا دے، اس وقت جناب فاطمہ زہرا☆ نے فرمایا: اے پسر خطاب! کیا تو اس لیے آیا ہے کہ میرے گھر کو آگ لگا دے؟!

عمر نے کہا: ! مگر یہ کہ جس طرح سے پوری امت نے ابوبکر کی بیعت کی ہے اسی طرح سے تم لوگ بھی ان کی بیعت کرو''۔'(۲)

۱۹۔عمر رضا کحالہ، جو اہل سنت کے معاصر علماء میں سے ہیں، وہ ''اعلام النساء'' حرف فاء کے ذیل میں فاطمہ☆ بنت محمد کا ذکر کرتے ہوئے اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں ''عمر منزل فاطمہ زہرا☆ کی طرف گیا اور با آواز بلند ان لوگوں کو بیعت کرنے کے لیے گھر سے باہر بلایا، جب ان لوگوں نے گھر کے باہر آنے سے انکار کر دیا تو اس وقت عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا:

قسم ہے اس ذات کی (جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!) تم لوگ گھر سے باہر نکلو، ورنہ گھر کو تم لوگوں سمیت جلا دوں گا۔ کسی نے عمر سے کہا:

اے ابا حفص! اس گھر میں نبی ﷺ کی بیٹی بھی ہیں! عمر نے کہا:

۱۔سیر اعلام النبلاء'' جلد ۲۳ صفحہ ۲۷

۲۔المختصر فی اخبار البشر'' (مطبوعہ مصر

چاہے اس گھر میں نبی کی بیٹی فاطمہ ہی کیوں نہ ہوں''۔(۱)

۲۰۔عبدالفتاح ابن عبدالمقصود، جو اہل سنت کے علماء میں سے ہیں وہ اپنی کتاب ''الامام علی بن ابی طالب-'' میں تحریر کرتے ہیں ''جی ہاں کچھ ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ جس دن عمر بن خطاب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت فاطمہ☆ کے گھر کی طرف جا رہا تھا تو وہ اس نتیجے پر پہونچا کہ آگ ہی مسلمانوں کے درمیان وحدت اور یکجہتی قائم کرنے کا واحد ذریعہ ہے''۔(۲)

۲۱۔محمد حافظ ابراہیم اپنے دور کے شعرائے اہل سنت میں سے ہیں، جو اپنے دیوان (۳) میں یوں نظم کرتے ہیں کہ

''وقولة لعليّ قالها عمر — اكرم بسامعها اعظم بملقيها

حرّقت دارك لاابقى عليك بها — ان لم تبايع وبنت المصطفى فيها''

عمر نے حضرت علی - سے کیا ہی اچھی بات کہی! اس کلام کے کہنے اور سننے والوں کا احترام کرو، اگر تم نے بیعت نہیں کی تو میں تم کو اس گھر میں نہیں رہنے دوں گا اور تمہارے گھر کو آگ لگا دوں گا، چاہے اس میں دختر نبی (فاطمہ زہرا) ہی کیوں نہ ہوں! (۴) جیسا کہ ابتدا ہی میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اس واقعہ کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کے اقوال کثیر

۱۔اعلام النساء ذکر فاطمہ بنت محمد۔مطبوعہ بیروت۔

۲۔الامام علی بن ابی طالب ج ا ص ۹۱۰ مطبوعہ بیروت۔

۳۔مطبوعہ بیروت جلد ا صفحہ ۸۲ کے ''قصیدۂ عمریہ

۴۔دیوان حافظ ابراہیم ج ا ص ۸۲ مطبوعہ بیروت قصیدہ عمریہ ۔

تعداد میں موجود ہیں، جن کا یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

لہذا ہم یہاں ان میں سے بعض مستند علمائے اہل سنت اوران کی کتابوں کے نام پیش کررہے ہیں ،جنھوں نے اس واقعہ کواپنی معتبر کتابوں میں نقل کیا ہے اوران کے اقوال اس وجہ سے نقل نہیں کررہے ہیں کہ وہ سب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

متقی ھندی (۱)نویری (۲)صفدی (۳)بن عبدالبر (۴)

اتنے معتبر علماء ومحققین اہل سنت کا اس واقعے کونقل کرنا اس بات کی طرف نشان دہی کرتا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ نہیں ہے، ''ایک تاریخی حقیقت ہے'' اگرچہ بعض متعصب علمائے اہل سنت نے ان واقعات کے سلسلے میں یا تو ان کا انکار کیا ہے یا ان پر سکوت اختیار کیا ہے۔

درحقیقت ان واقعات کے صحیح اور مستند ہونے کے لیے مذکورہ علماء کے اعترافات ہی کافی ہیں۔

۱۔کنزالعمال'' جلد۵صفحہ۶۵۱۔

۲۔نہایۃ الارب فی فنون الادب'' جلد۱۹صفحہ۴۰۔

۳۔بالوافی باالوفیات'' جلد۷صفحہ۳۱۱۔

۴۔الاستیعاب'' جلد۳صفحہ۹۷۵۔

گھر کوآگ لگانے کی دھمکی!!

عمرابن خطاب نے نہ صرف حضرت زہرا علیہا السلام کے گھر پر ہجوم کیا بلکہ آپ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کی اذیت کا باعث بنا بلکہ اہل خانہ کوگھر سمیت کہ جو بھی اس گھر میں ہو آگ لگانے کی تہدید اور دھمکی دی اور کہا: چاہے گھر میں کوئی بھی ہو۔

ہم اس مقام پر اس سلسلے میں بعض احادیث کو بیان کرتے ہیں:

۱۔بلاذری وغیرہ نے ابن عون سے نقل کیا ہے: **(ان ابا بکر ارسل الی علیٰ یرید البیعة، فلم یبایع. فجاء عمر ومعه فتیلة ، فتلقته فاطمة علی الباب. فقالت فاطمة : یابن الخطاب ! اتراک محرقاً علیّ بابی ؟ قال : نعم، ذلک اقوی فیما جاء به ابوک)۔ (۱)**

''....ابوبکر ابن ابی قحافہ نے بعض افراد کو علی (علیہ السلام) سے بیعت لینے کے لیے بھیجا لیکن علی (علیہ السلام) نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔عمر ابن خطاب آگ کے ایک مشعل کے ساتھ آئے اور فاطمہ (علیہا السلام) نے عمر کو اپنے گھر کے قریب دیکھا اور آپ نے فرمایا: خطّاب کے بیٹے! کیا میرے گھر کو آگ لگاؤ گے؟ عمر نے کہا: ہاں یہ تمہارے بابا کے دین کی تقویت کے لیے بہترین کام ہے۔''

۲۔ابن ابی شیبہ اور دوسروں نے اسلم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: **(انّه حین بویع لأبی بکر بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کان علیّ والزبیر**

۱۔انساب الاشراف، ج۱ص۵۸۶؛ العقد الفرید، ج۴، ص۲۵۹؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۱۴۷؛ اعلام النساء، ج۳، ص۱۲۰۷۔

یدخلان علی فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیشاورونها ویرتجعون فی امرهم .فلمّا بلغ ذلک عمر بن الخطّاب خرج حتی دخل علی فاطمة فقال : یا بنت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللّٰہ ما من احد احبّ الینا من ابیک وما من احد احبّ الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع هؤلاء النفر عندک ان آمرنهم ان یحرق علیهم البیت.. ..)(۱)۔

''جب رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر ابن ابی قحافہ سے بیعت کی گئی تو علی (علیہ السلام) اور زبیر؛ فاطمہ (علیہا السلام) دختر رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ان سے مشورہ کیا اوران کی طرف رجوع کیا جب یہ بات عمر ابن خطاب کومعلوم ہوئی تو عمر ابن خطاب فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر کے پاس آ کر کہنے لگے : اے دختر رسول خدا!(صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کی قسم! کوئی بھی ہمارے نزدیک تمہارے بابا کی طرح زیادہ محبوب نہیں ہے اورتمہارے بابا کے بعد تمہارے علاوہ ہمارے لیے کوئی زیادہ محبوب نہیں۔اس کے باوجود میرے لیے یہ چیز رکاوٹ کا باعث نہیں بنے گی کہ تمہارے گھر کوان افراد کے ساتھ جوتمہارے گھر میں ہیں آگ لگاؤں....)۔

۱۔المصنف ،ج ۸،ص۵۷۲ ؛المغازی ،حدیث ۱۸۸۹۱، ج ۸،ص۵۷۲ ؛الاستیعاب درحاشیہ الاصابۃ ،ج ۲، ص۲۵۴ ؛الوافی بالوفیات ،ج ۱۷،ص ۳۱۱ ؛ کنزالعمال ،ج ۵،ص ۶۵۱ ؛مسند فاطمہ علیہا السلام ،سیوطی ،ص ۳۶۔

سند حدیث کی تحقیق

ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عثمان عبسی کوفی معروف بہ ابن ابی شیبہ(۱۵۹سے ۲۳۵)؛ جن کواحمد ابن حنبل نے بہت سچّا جانا ہے اور عجلی اور ذھبی نے ان کو بطور ثقہ متعارف کرایا ہے(۱)۔

۔ابن ابی شیبہ کی سند میں رجال کے افراد اس ترتیب سے ہیں:

۔محمد ابن بشر؛ وہی فرافصۃ بن مختار عبدی ہیں جو صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور ابن معین، یعقوب بن شیبہ اور محمد بن سعد وغیرہ.....نے ان کوموثق جانا ہے۔(۲)

۔عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم ، جو نسائی ، ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن معین اور دوسروں کی صراحت کے مطابق ثقہ ہیں۔(۳)

۔زید ابن اسلم عدوی اور ابو اسامہ؛ وہ صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور بعض نے نیز اس کی توثیق کی ہے۔(۴)

۱۔میزان الاعتدال ،ج ۲،ص ۴۹۰ ؛شمارہ ۴۵۴۹۔

۲۔۔تہذیب التہذیب ،ج ۹ص ۶۴ رقم ۹۰۔

۳۔تہذیب التہذیب ،ج ۹ص ۶۴ رقم ۹۰۔

۴۔سیر اعلام النبلاء ،ج ۵،ص ۳۱۶ ،شمارہ ۱۵۳۔

اسلم عدوی عمری؛ وہ نیز صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں عجلی، ابوزرعہ، یعقوب بن شیبہ اور دوسروں کی صراحت کے مطابق ثقہ ہیں، نووی کہتے ہیں: حفاظ ان کی توثیق پر متفق ہیں۔(۱)

۳۔مسعودی نقل کرتے ہیں: (**لمّا تأخروا عن بيعة ابى بكر فانّه احضر الحطب ليحرق عليهم الدار**)(۲)۔

(.....جیسے ہی بنی ہاشم نے ابوبکر (ابن ابی قحافہ) سے بیعت کرنے سے انکار کیا تو عمر ابن خطاب نے لکڑیاں جمع کیں تاکہ ان کو گھر سمیت جلادے۔)

مسعودی مزید نقل کرتے ہیں: ''۔۔۔علی اپنے چند شیعوں کے ہمراہ گھر ہی میں رہے اور مقابلہ نہیں کیا، کیوں کہ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سکوت کا حکم دیا تھا، مگر لوگوں کے ایک گروہ نے ان کے گھر پر حملہ کیا اور دروازے کو آگ لگادی اور انہوں نے ان لوگوں کو زبردستی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا اور پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو در و دیوار کے درمیان اس طرح دبا دیا کہ جناب محسنؑ بطن مادر ہی میں شہید ہوگئے۔''(۳)

۴۔ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے: (**انّ ابابكر تفقّد قوماً تخلّفوا عن بيعته عند على فبعث اليهم عمر، فجاء فناداهم وهم فى دار على فابوا ان يخرجوا، فدعا بالحطب و قال: والذّى نفس عمر بيده لتخرجنّ او لأحرقنّها**

۱۔تہذیب التہذیب، ج۱، ص۲۳۳، شمارہ ۵۰۱؛ الجرح والتعدیل، ج۲، ص۳۰۶۔

۲۔مروج الذہب، ج۳، ص۸۶؛ انساب الأشراف، ج۱، ص۲۸۲؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۱۴۷۔

[۳۔اثبات الوصیۃ ص۱۴۲۔]

على من فيها. فقيل له: يا ابا حفص! انّ فيها فاطمة؟! فقال وان)(۱)۔

(ابوبکر ابن ابوقحافہ نے ان کے متعلق جاننا چاہا کہ جو اس کی بیعت سے منحرف ہوگئے تھے اور علی (علیہ السلام) کے پاس تھے۔عمر ابن خطاب کو ان کے پاس بھیجا عمر ابن خطاب نے جو افراد علی (علیہ السلام) کے گھر میں تھے ان کو بلایا۔لیکن انہوں نے باہر آنے سے انکار کیا عمر نے لکڑیاں طلب کیں اور کہا: اس کی قسم کہ عمر کی جان جس کے قبضۂ قدرت میں ہے! باہر آؤ گے یا گھر کو جو بھی اس کے اندر ہے، سمیت جلا دوں گا۔انہوں نے عمر سے کہا: اے ابا حفص! فاطمہ (علیہا السلام) اس گھر میں ہیں! عمر ابن خطاب نے کہا: اگرچہ فاطمہ ہوں)۔(۲)

۵۔طبری نے اپنی سند کے ساتھ زید ابن کلیب سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: (**اتى عمر بن الخطّاب منزل على وفيه طلحة والزبير ورجال من المهاجرين. فقال: واللّه لأحرقنّ عليكم او لتخرجنّ الى البيعة. فخرج عليه الزبير مصلتاً بالسيف، فعثر فسقط السيف من يده، فوثبوا عليه فاخذوه**)۔(۳)

۱۔الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۰؛ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۰۵؛ اعلام النساء، ج۴، ص۱۱۴؛ السقیفۃ والخلافۃ، عبد الفتاح عبد المقصود، ص۱۴۔

۲۔[عرض مترجم: یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض علمائے اہل سنت کتاب (الامامۃ والسیاسۃ) کو ابن قتیبہ کے بجائے ان کے ہم عصر عالم کی تالیف بتاتے ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ محمد فرید وجدی نے (دائرۃ المعارف ج۳ ص۷۴۹) میں تحریر کیا ہے کہ ابن قتیبہ کی کتاب (الامامۃ والسیاسۃ) قدیم اور مستند کتابوں میں سے ہے جو مسائل خلافت اسلامی کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

۳۔تاریخ طبری ج۲ ص۴۴۳۔

(عمرابن خطّاب، علی علیہ السلام کے گھر آئے، اس گھر میں طلحہ اور زبیر اور مہاجرین میں سے بعض افراد موجود تھے۔عمر نے کہا: خدا کی قسم! تمہارے اوپر آگ پھینکوں گا یا بیعت کے لیے باہر آجاؤ! اس کے جواب میں زبیر تلوار نکال کر باہر آیا لیکن اس کے پاؤں لرز گئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی اور مہاجمین نے اس پر حملہ کر کے اس کو لے لیا)۔

سندحدیث کی تحقیق

محمد ابن جریر طبری؛ وہ شخص ہیں جن کی بہت سے اہل سنت کے علما نے توثیق کی ہے(۱)۔

محمد ابن حمید بن حبان رازی؛ ذھبی نے اسے بزرگ علماء میں سے اور ابن معین اور طیالسی نے ان کو بطور ثقہ متعارف کرایا ہے۔(۲)

۔جریر بن عبدالحمید بن قرط؛ وہ صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔اور نسائی، عجلی، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم نے اس کی توثیق کی ہے۔ابوالقاسم لاکائی کہتے ہیں: اس کی وثاقت پر اجماع ہے۔(۳)

۔مغیرہ ابن مقسم کی عجلی،نسائی،ابن ابی حاتم،ذہبی اور بعض دوسروں نے توثیق کی ہے۔(۴)

۔زیاد ابن کلیب تمیمی کوفی؛ وہ مسلم ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کے رجال میں سے ہے۔عجلی ،نسائی اور ابن حجر نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔(۵)

۱۔سیر اعلام النبلاء، ج۱۴،ص۲۷۷۔ ۲۔تہذیب التہذیب، ج۹،ص۱۱۱۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج۲،ص۶۵؛ سیر اعلام النبلاء، ج۹،ص۹۔

۴۔تہذیب التہذیب، ج۱۰،ص۲۶۹؛ سیر اعلام النبلاء، ج۶،ص۱۰،شمارہ ۵۔

۵۔الکاشف، ج۱،ص۲۶۱،شمارہ ۱۷۲۲؛تہذیب التہذیب، ج۳،ص۳۲۹،شمارہ ۶۹۸۔

۶۔ابوبکر جوہری نقل کرتے ہیں:(**فاتاهم عمر ليحرق عليهم البيت ، فخرج اليه الزبير بالسيف و خرجت فاطمة (عليها السلام) تبكى و تصيح فنهنهت من الناس**)(۱)۔

''....عمر ابن خطاب آئے تا کہ گھر کو ان سب سمیت جلادیں زبیر اپنی تلوار کے ساتھ باہر آئے۔اور فاطمہ(علیہا السلام) گریہ اور فریاد کی حالت میں باہر آئیں اور لوگوں سے شکوہ کیا۔''

۷۔شہرستانی نے نظام(معتزلی مسلک کے ایک عالم) کی سوانح حیات میں نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:(**وكان يصيح :احرقوا دارها بمن فيها ، وما كان في الدار غير عليّ و فاطمة والحسن والحسين**)(۲)۔

(...عمر فریاد کر رہے تھے: گھر کو جو بھی اس میں ہے آگ لگاؤ اس کے باوجود کہ گھر میں سوائے علی اور فاطمہ اور حسن وحسین(علیہم السلام) کے کوئی اور نہیں تھا)۔

۸۔ابی الفداء نقل کرتے ہے: (**انّ ابا بكر بعث عمر بن الخطّاب الى عليٍّ و من معه ليخرجهم من بيت فاطمة (رضى الله عنها) وقال :ان ابوا عليک فقاتلهم فاقبل عمر بشى ء من نار على ان يضرم الدار ، فليقته فاطمة . (رضى الله عنها) و قالت : الى اين بابن الخطّاب !؟ أجئت لتحرق دارنا ؟ قال : نعم او تدخلوا فيما دخل فيه الأمة ....**)(۳)۔

۱۔جوھری، السقیفۃ،ص۵۳۔

۲۔الملل والنحل، ج۱،ص۵۷۔

۳۔تاریخ ابی الفداء، ج۱ص۱۵۶۔

''ابوبکر ابن ابی قحافہ نے عمر ابن خطاب کو علی اور جو افراد ان کے ساتھ تھے کی تلاشی کے لیے بھیجا تا کہ وہ انہیں فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر سے باہر نکالیں اور اس سے کہا: اگر انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا تو ان سے لڑو!! عمر ابن خطاب ایک آگ کی مشعل کے ساتھ چلے تا کہ گھر کو جلا دیں۔ فاطمہ علیہا السلام نے انہیں دیکھا اور فرمایا: کہاں جارہے ہو۔اے پسر خطّاب! کیا ہمارے گھر کو جلانے آئے ہو؟ عمر نے کہا: ہاں! مگر یہ کہ امت کے ساتھ ہم فکر ہو جاؤ اور ابوبکر کے ساتھ بیعت کرلو....''۔

۹۔ابوجعفر نقیب، جوینی کی رد میں کہتے ہیں: (**فکیف صار هتک ستر عائشة من الکبائر الّتی یجب معها التخلید فی النار والبرائة من فاعله و من اوکد عری الایمان و صار کشف بیت فاطمة والدخول علیها منزلها و جمع حطب ببابها و تهدّدها بالتحریق من اوکد عری الدین ....**)(۱)۔

پس کس طرح عائشہ کی بے احترامی گناہ کبیرہ ہے اور بے احترامی کرنے والا ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے اور اس کے عامل سے بیزاری کرنے والا ایمان کے مستحکم ستون میں سے قرار پایا ہے لیکن جس نے فاطمہ علیہا السلام کے گھر کی بے احترامی کی اور اس میں داخل ہوا اور ان کے گھر کے دروازے پر لکڑیوں کو جمع کیا اور آگ کے لگانے کی دھمکی دی تو وہ ایمان کے مستحکم ستون میں سے کیسے ہے (اور وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں کیوں نہیں ہے)....؟!۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۲۰،ص۱۶اور۱۷۔

۳۔ گھر جلانا!!

مقاتل بن عطیہ سے منقول ہے: (**انّ ابا بکر بعد ما اخذ البیعة لنفسه من الناس بالارهاب و السیف و القوة ارسل عمر و قنفذاً و جماعة الی دار علی و فاطمة (علیهما السلام) و جمع عمر الحطب علی دار فاطمة و احرق باب الدار ، و لمّا جاء ت فاطمة خلف الباب لتردّ عمر و اصحابه ، عصر عمر فاطمة خلف الباب حتی اسقطت جنینها و نبت مسمار الباب فی صدرها و سقطت مریضه حتی ماتت**)(۱)۔

اس کے بعد کہ ابوبکر نے ڈرانے اور تلوار اور طاقت کے زور سے زبردستی لوگوں سے بیعت لی، عمر ابن خطاب اور قنفذ اور بعض دوسرے افراد کو علی (علیہ السلام) اور فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر کی طرف بھیجا، عمر ابن خطاب نے فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر کے دروازے پر لکڑیاں جمع کیں اور دروازے کو جلا دیا۔

جوں ہی فاطمہ (علیہا السلام) پشت دَر آئیں تا کہ عمر ابن خطاب اور اس کے ساتھیوں کو واپس کریں، عمر ابن خطاب نے فاطمہ (علیہا السلام) کو پشت در ایسا زور دیا کہ فاطمہ علیہا السلام کا بچہ ساقط ہوگیا اور آپ کے سینے میں ایک کیل چلی گئی پھر آپ زخمی ہوکر زمین پر گریں اور اس دنیا سے جانے تک اسی حال میں تھیں)۔

عمر ابن خطّاب کا رسول خدا کی دختر گرامی کی نسبت یہ عمل بعید نہیں ہے، اس لیے کہ اس نے عصرِ جاہلیت میں اپنی بعض بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔

۱۔الامامة والخلافة، مقاتل، ص۱۶۰اور۱۶۱، باب کفارة القتل۔

نووی کہتے ہیں:(روی انّ عمر قال : یا رسول اللّٰہ ! انّی وأدت فی الجاھلیة . فقال:اعتق رقبة عن کل موؤدة)(۱)۔

روایت ہوئی ہے کہ عمر ابن خطاب نے کہا: اے رسول خدا! میں جاہلیت کے زمانے میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: تم ہر ایک بیٹی (جو زندہ دفن کرتے تھے) کے بدلے ایک غلام کو آزاد کرو۔

۴۔سقط جنین!!

۱۔جوینی اپنی سند کے ساتھ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: (... و امّا ابنتی فاطمة ..و انّی لمّا رأیتھا ذکرت ما یصنع بھا بعدی ، کأنی بھا و قد دخل الذلّ بیتھا ... و کسر جنبھا و أسقطت جنینھا ... و خلّد فی نارک من ضرب جنینھا حتی القت ولدھا ، فتقول الملائکة عند ذالک آمین)(۲)۔

''....میری بیٹی فاطمہ (علیہا السلام)... جیسے ہی میں ان کو دیکھتا ہوں مجھے بعض چیزیں یاد آجاتی ہیں کہ میرے بعد ان کے لیے جائز قرار دیں گے، گویا میں یوں دیکھ رہا ہوں ان کے گھر میں ذلت وارد کی گئی، اور ان کا پہلو شکستہ، اور ان کا جنین ساقط ہوا ہے.... بارالہا! جو اس کے پہلو کو اس طرح مارے کہ اس کا بچہ ساقط ہوجائے ان کو آگ میں ہمیشہ قرار دے۔ اس حال میں ملائکہ نے آمین کہی۔

۱۔المجموع، نووی، ج۱۹، ص۱۸۷۔اور۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر۔

۲۔فرائد السمطین، ج۲، ص۳۴ اور۳۵۔

۲۔شہرستانی، نظّام کے زندگی نامہ کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:(انّ عمر ضرب بطن فاطمة یوم البیعة حتی القت الجنین من بطنھا ، وکان یصیح :احرقوا دارھا بمن فیھا وما کان فی الدار غیر علیّ و فاطمة والحسن والحسین (علیھم السلام) (۱)۔

بیعت کے دن عمر ابن خطاب نے فاطمہ (علیہا السلام) کے شکم پر ایک ایسی ضربت ماری کہ بچہ آپ کے شکم میں ساقط ہوگیا۔ وہ چلّا رہا تھا کہ گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو، جب کہ اس گھر میں علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

۳۔ابن ابی الحدید رقم طراز ہیں:(انّہ حین قرأ علی شیخہ ابی جعفر النقیب قصة زینب وھبّار الأسود فقال النقیب : اذا کان رسول اللّٰہ اباح دم ھبّار بن الاسود؛لأنّہ روّع زینب فالقت ذابطنھا، فظھر الحال لو کان حیّاً لأباح دم من روّع فاطمة حتّیٰ القت ذا بطنھا)(۲)۔

(جیسے میں نے اپنے استاد ابو جعفر نقیب کو زینب اور ہبّار کا واقعہ سنایا، نقیب نے کہا: اگر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبّار اسود کے خون کو اس لیے مباح کیا تھا کہ اس نے زینب کو ڈرایا اور بچے کے ساقط ہونے کا باعث ہوا، یہ واضح سی بات ہے کہ اگر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو جس نے فاطمہ علیہا السلام کو ڈرایا اور ان کے فرزند کے ساقط ہونے کا باعث بنا، اس کے خون مباح ہونے کا بھی اعلان کرتے۔)

۱۔الملل والنحل، ج۱، ص۵۷۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱۴، ص۱۹۳۔

۴۔ ذھبی ، احمد بن محمد بن سری بن یحییٰ بن ابی دارم کے زندگی نامہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں: (محمد بن احمد بن حماد کوفی حافظ نے اس کے تاریخ وفات کو ذکر کرنے کے بعد، اس طرح تحریر کرتے ہیں: وہ ہمیشہ راہ راست پر قدم رکھتے تھے، لیکن ان کی عمر کے آخری وقت میں جو چیز زیادہ ان کے لیے پڑھی جاتی تھی مطاعن (خلفاء کا سوءِ کردار) تھے۔

میں ایک روز اس کے پاس تھا کہ ایک شخص نے اس کے لیے اس طرح بیان کیا: کہ عمر ابن خطاب نے اس طرح پاؤں سے فاطمہ علیہا السلام کے شکم پر مارا کہ اس کی وجہ سے محسنؑ ساقط ہو گئے۔(۱)

۵۔ مقاتل بن عطیہ کہتے ہیں: (جیسے ہی فاطمہ (علیہا السلام) دروازے کے پیچھے آئیں تاکہ عمر ابن خطاب اور اس کے ساتھیوں کو واپس کریں عمر ابن خطاب نے فاطمہ (علیہا السلام) کو پشتِ در زور دیا کہ ان کا بچہ ساقط ہو گیا اور ان کے سینے میں ایک کیل داخل ہو گئی۔(۲)

۶۔ ابن قتیبہ نقل کرتے ہیں: (**انّ محسناً فسد من زخم قنفذ العدوی**(۳)۔

(محسن، قنفذ عدوی کے دباؤ سے ساقط ہوئے۔)

۷۔ صفدی کہتے ہیں: (**انّ عمر ضرب بطن فاطمه علیها السلام یوم البیعة حتی القت المحسن من بطنها**)(۴)۔

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۳۹؛ لسان المیزان، ج۱، ص۲۶۸؛ سیر اعلام النبلاء، ج۱۵، ص۵۷۸۔

۲۔ الامامة والخلافة، ص۱۶۰۔

۳۔ مناقب آل ابی طالبؑ، ج۳، ص۱۳۳، بہ نقل از کتاب المعارف۔

۴۔ الوافی بالوفیات، ج۵، ص۳۴۷۔

(یقیناً عمر ابن خطاب نے بیعت کے وقت فاطمہ (علیہا السلام) کے شکم کو اتنا مارا کہ محسن اس وجہ سے ساقط ہو گئے۔)

۸۔ حموئی نیز اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا: (**... اللّهم العن من ظلمها و عاقب من غضبها ، واذل من اذلّها ، وخلّد فی النار من ضرب جنبها حتی القت ولدها، فتقول الملائكة عند ذلک : آمین**)(۱)۔

(... بارالٰھا! جو بھی فاطمہ پر ظلم کرے اس کو اپنی رحمت سے دور کر، جو ان کی بے احترامی کرے اس کو ذلیل و خوار کر۔ اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے قرار دے اور جو ان کے پہلو کو مارے تاکہ ان کا فرزند سقط ہو جائے اس موقع پر ملائکہ نے آمین کہی....)۔

۹۔ مسعودی تحریر کرتے ہیں: (**وضغطوا سیّدة النساء بالباب حتی اسقطت محسنا**)(۲)۔

(انہوں نے (عمر اور اس کے ساتھیوں نے) عورتوں کی آقا زادی کو ایسا زور سے دبایا کہ اس کے فرزند محسن کو ساقط کر دیا)۔

۵۔ سیدہ کا سوجا ہوا بازو!!

ابن سعد اپنی سند کے ساتھ ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: (**مرضت فاطمة بنت رسول الله صلّى الله عليه و آله وسلم عندنا ، فلمّا كان اليوم الذی**

۱۔ فرائد السمطین، ج۲، ص۳۵۔

۲۔ اثبات الوصیة، ص۱۴۳۔

توفّيت فيه خرج عليٌّ ، قالت لی : يا أمه، اسكبی لی غسلاً فسكبت لها فاغتسلت كأحسن ما كانت تغتسل .ثمّ قال : ائتينی بثيابی الجدد ، فاتيتها بها فلبستها . ثمّ قالت : اجعلی فراشی وسط البيت . فجعلته فاضطجعت عليه واستقبلت القبلة ثمّ قالت لی: يا امّة !انّی مقبوضة الساعة وقد اغتسلت، فلا يكشفنّ احد لی كتفاً قالت: فماتت، فجاء عليٌّ فاخبرته فقال: لا والله، ولا يكشفٍ لها أحد كتفاً ...)(۱)۔

(فاطمہ (علیہا السلام) رسول خدا ﷺ کی بیٹی نے ہمارے درمیان بیماری کا وقت گزارا جیسے آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا آپؑ میرے پاس آئیں اور مجھ سے فرمایا: اے میری ماں! میرے اوپر پانی ڈالو تا کہ میں غسل کروں ، میں نے پانی ڈالا ،آپ نے اپنے آپ کو بہترین طریقے سے غسل دیا،اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: میرے لیے دوسرا لباس لاؤمیں لےکر آئی ۔انہوں نے اس کو پہنا۔اس وقت فرمایا: میرے بستر کو گھر کے بیچ میں ڈالو اس وقت آپ قبلے کارخ کر کے سیدھی لیٹ گئیں اور فرمایا: اے مادر! میری ابھی روح پرواز ہوجائے گی میں نے غسل کیا ہے تا کہ کوئی میرے شانہ کو ظاہر نہ کرے!!

ام سلمہ کہتی ہیں: آپ دنیا سے چلی گئیں۔علی علیہ السلام آئے میں نے انہیں خبر دی آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! کوئی بھی ان کے شانہ کو آشکار نہ کرے .....)۔

۶۔ پہلو کا ٹوٹنا!!

حموئی اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

۱۔الطبقات الکبری، ج۸ص ۲۷۔

فرمایا:(...وكأنّی بها وقد دخل الذلّ بيتها ... وكسر جنبها ... اللّهم العن من ظلمها ... وخلّدفی نارک من ضرب جنبها ...)(۱)۔

''گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے گھر ذلت وارد ہوئی ہے...ان کا پہلو شکستہ ہے خدایا! جس نے بھی ان پر ظلم کیا،اس پر لعنت فرما...اور جس نے بھی ان کے پہلو کو مارا اسے دائمی آگ میں قرار دے۔

ابراہیم بن محمد حموئی کا ذھبی کے شیوخ واساتذہ میں شمار ہوتا ہے،(۲) بغدادی اپنی کتاب (ایضاح المکنون) میں نقل کرتے ہیں کہ جوینی (حموئی) کی کتاب (فرائد السمطین) کو سال ۷۱۶ ہجری میں اختتام پذیر ہوئی۔(۳)

۷۔فاطمہ علیہا السلام کا زدوکوب ہونا!!

اسفرایینی اپنی کتاب میں،نظام کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں: (وطعن فی الفاروق عمر و زعم انّه شک يوم الحديبيّة فی دينه و شک يوم وفاة النبی صلی الله عليه وآله وسلم و انّه كان فيمن نفر بالنبی صلی الله عليه وآله وسلم ليلة العقبة وانّه ضرب فاطمة ...)(۴)۔

(نظام نے عمر پر تنقید کی ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ عمر نے صلح حدیبیہ کے دن دین میں شک کیا، جب کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن نیز اپنے آپ کو شک وشبھہ میں ڈالا، اور عمر نے تبوک سے واپسی پر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کو عقبہ نامی جگہ پر ڈرایا

۱۔فرائد السمطین، ج۱ص۳۴و۳۶۔

۲۔معجم شیوخ الذھبی ،ص۱۲۵،شمارہ۱۵۶۔

۳۔ایضاح المکنون، ج۴،ص۱۸۲۔

۴۔الفرَق بین الفرِق،ص۱۴۷۔

اور فاطمہ علیہا السلام کو زدکوب کیا اور عترتِ پیغمبر کو میراث سے محروم کیا...)۔

نظّام کا زندگی نامہ

نظام کا معتزلہ کے بزرگوں اور سربرآوردہ افراد میں شمار ہوتا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: ابراہیم بن سیار (معروف بن نظّام) معتزلہ کے رؤسا میں سے ہیں، وہ ادیب، بلیغ اور شاعر تھے اور انہوں نے معتزلہ کے متعلق بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں)(۱)۔

۸۔ ابوبکر پر فاطمہ علیہا السلام کی ناراضگی!!

صحیح السند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام ابوبکر پر بعض چیزوں کی وجہ سے غضبناک تھیں اور اسی غضبناک کی حالت میں اس دنیا سے چلی گئیں۔

۱۔ بخاری نے باب خمس میں آپ کی میراثِ فدک کے مسئلے میں نقل کیا ہے:

(فغضبت فاطمة بنت رسول الله ﷺ فهجرت ابا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيّت)(۲)۔

فاطمہ (علیہا السلام) رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی غضب ناک ہوئیں اور ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ناراض ہوئیں اور یہ ناراضگی آپ کی وفات تک باقی رہی۔

۲۔ نیز انہوں نے جنگ خیبر کے باب میں اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ان کا بیان ہے: **(انّ فاطمة بنت النبی ارسلت الی ابی بكر تسأله ميراثها من رسول الله ممّا افاء الله عليه بالمدينة و فدك و ما بقى من خمس خيبر . فقال ابو بكر : انّ رسول الله قال : لا نورّث ما تركنا**

۱۔ لسان المیزان، ج۱، ص۹۶۔ ۲۔ صحیح بخاری، ج۴، ص۴۲۔

صدقة... فابى ابو بكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئاً . فوجدت فاطمة علىٰ ابى بكر فهجرته فلم تكلّمه حتى توفّيت)(۱)۔

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام نے کسی کو ابی بکر ابن ابوقحافہ کے پاس بھیجا تاکہ رسول خدا ﷺ سے اپنی میراث (جو وہی فیء مدینہ اور فدک اور جو کچھ جو خیبر کے خمس سے باقی تھا) کو آپ کے لیے بھیجے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی چیز کو میراث کے طور پر نہیں چھوڑتے ہیں، جو کچھ ہے سب صدقہ ہے۔ یہاں تک کہ بخاری کا کہنا ہے: ابوبکر نے آپ کی میراث کے دینے سے انکار کیا۔ فاطمہ علیہا السلام اس پر ناراض ہوگئیں اور اپنی وفات تک اس سے ہم کلام نہیں ہوئیں)۔

۳۔ احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے نقل کیا ہے کہ: رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) نے اپنے والد کی وفات کے بعد ابوبکر ابن ابی قحافہ سے اپنی میراث جو فیء تھی طلب کی۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی چیز کو بطور میراث نہیں چھوڑتے ہیں، جو کچھ بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ فاطمہ (علیہا السلام) غضب ناک ہوئیں اور ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور آپ کی یہ ناراضگی آپ کی وفات تک باقی رہی۔(۲)

عبدالفتاح عبدالمقصود تحریر کرتے ہیں: میں اس بات کو نہیں مانتا کہ فاطمہ (علیہا السلام) ابوبکر سے فقط فدک کی میراث کی وجہ سے ناراض ہوئیں... اگر ابوبکر ابن ابی قحافہ کو

۱۔ صحیح بخاری، ج۵، ص۸۲، حدیث۴۰۷۔ ۲۔ مسند احمد۔

معلوم ہوتا کہ اس ناچیز مال کی وجہ سے فاطمہ (علیہا السلام) ان سے رنجیدہ ہو جائیں گی تو آپ کو میراث سے محروم نہ کرتے ، ابوبکر ابن ابی قحافہ کو فاطمہ (علیہا السلام) کا جواب اس گمان کو ختم کر دیتا ہے، کیوں کہ اس جواب میں اس موضوع کی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں کیا گیا، جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں (فاطمہ علیہا السلام) کی طبیعت اور اخلاق میں مال سے کوئی محبت اور رغبت نہیں تھی ......(۱)۔

یہ ناراضگی فقط ابوبکر سے نہیں تھی بلکہ جناب فاطمہ(علیہا السلام) عمر سے بھی غضبناک تھیں۔

بلاذری تحریر کرتے ہیں:(وانّ علیاً دفن فاطمة لیلاً... ولم یعلم ابو بکر و عمر بموتها)(۲)۔

(یقیناً علی (علیہ السلام) نے فاطمہ (علیہا السلام) کو رات میں دفن کیا...ابوبکر اور عمر آپ کی وفات سے آگاہ نہ ہوئے۔)

ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:(والصحیح عندی انّها ماتت وهی واجدة علیٰ ابی بکر و عمر و انّها اوصت الاّ یصلّیا علیها ...)(۳)۔

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فاطمہ علیہا السلام اس دنیا سے چلی گئیں جب کہ ابوبکر اور عمر ابن خطاب پر غضبناک تھیں اور آپ نے وصیت کی کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ کا اور عمر بن خطاب آپ کے جنازے پر نماز نہ پڑھیں۔

۱۔الامام علی ابن ابی طالبؑ ج ۱ص ۳۳۲۔ ۲۔انساب الاشراف، ج ۱ص ۴۰۵۔

۳۔شرح نہج البلاغہ، ج ۶ص ۶۰۔

۹۔رات میں دفن کرنے کی وصیت!!

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ناحق خلافت کے نظام کے ساتھ یہاں تک کہ اپنی شہادت کے بعد بھی اپنے مجاہدانہ کردار کو برقرار رکھا۔لہٰذا آپ نے وصیت کی کہ ان کو رات میں سپرد خاک کیا جائے تا کہ جن لوگوں نے ان پر ظلم کیا وہ ان کی تشییع جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

۱۔بخاری نے اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے نقل کیا ہے:(انّ فاطمة بنت النبیؐ ارسلت الی ابی بکر تسأله میراثها من رسول اللهؐ ممّا أفاء الله علیه بالمدینة وفدک و ممّا بقی من خمس خیبر ... فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمةؑ منها شیئاً . فوجدت فاطمة علیٰ ابی بکر فی ذلک فهجرته فلم تکلمه حتی توفّیت وعاشت بعد النبیؐ ستة اشهر . فلما توفّیت دفنها زوجها علی (علیه السلام) لیلاً ولم یؤذن بها ابا بکر)(۱)۔

فاطمہ (علیہا السلام) دخترِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو ابوبکر ابن ابی قحافہ کے پاس بھیجا تا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث (فیء مدینہ، فدک اور جو کچھ خیبر کے خمس میں سے باقی تھا) واپس لے آئیں ابوبکر ابن ابی قحافہ نے ان چیزوں کے دینے سے انکار کیا۔ فاطمہ (علیہا السلام) نے ابوبکر ابن ابی قحافہ پر اسی وجہ سے غضب اور ناراضگی کا اظہار کیا اور اس کو ترک کر دیا اور وفات تک اس سے ہم کلام نہ ہوئیں۔آپ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی (علیہ السلام) نے ان کو رات میں دفن کیا اور ابوبکر کو اس چیز کی خبر نہیں دی۔)

۱۔صحیح بخاری، ج ۵ص ۸۲؛السنن الکبری،بیہقی، ج ۶ص ۳۰۰۔

۲۔ابن ابی الحدید اپنی شرح نہج البلاغہ میں نقل کرتے ہیں:(انّ علیاً والحسن والحسین (علیہم السلام) **دفنوھا لیلاً و غیبّوا قبرھا**)(۱)

(علی وحسن وحسین علیہم السلام نے فاطمہ(علیہا السلام) کورات میں دفن کیا،ان کی قبرکونیز مخفی کردیا)۔

۳۔یعقوبی نقل کرتے ہیں:(..**واوصت علیاً زوجھا ان یغسّلھا ... و دفنت لیلاً ولم یحضرھا احد الاّ سلمان و ابوذر و قیل عمّار**)(۲)۔

(فاطمہ علیہا السلام نے اپنے شوہر سے وصیت کی کہ انہیں رات میں غسل دیں...اوررات میں دفنائیں اورسوائے سلمان اورابوذر کےاورایک روایت کے مطابق عمار کےعلاوہ کوئی اور آپ کی تشیع میں شریک نہیں ہوا)۔

۴۔ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ عروہ سےنقل کرتے ہیں:(**انّ علیاً دفن فاطمة لیلاً**) (۳)۔

(علی(علیہ السلام) نے فاطمہ(علیہا السلام) کورات میں دفن کیا)۔

۵۔ابی فلاح حنبلی کہتے ہیں:(**وغسّل فاطمة اسماء بنت عمیس و علیّ و دفنھا لیلاً**)۔(۴)

۱۔شرح ابن ابی الحدید،ج۱۶ص۲۸۰۔

۲۔تاریخ یعقوبی،ج۲،ص۱۱۵۔

۳۔المصنّف،ج۳ص۲۲۶۔

۴۔شذرات الذھب،ج۱ص۱۵۔

(اسماء بنت عمیس اورعلی(علیہ السلام) نے فاطمہ(علیہا السلام) کوغسل دیااورانہیں رات میں دفن کیا۔)

۶۔حلبی نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:(**و ثبت عندنا انّ علیاً (کرم اللہ وجھہ) دفنھا رضی اللہ عنھا لیلاً و صلّی علیھا و معہ العباس و الفضل رضی اللہ عنھم ولم یعلموا احداً**)۔(۱)

ہمارے یہاں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ علی(کرّم اللہ وجھہ) نے فاطمہ(علیہا السلام) کو رات میں دفنایا،اورآپ نے فاطمہ(علیہا السلام) پرعباس اورفضل کےساتھ نماز جنازہ پڑھی اور ہرگز کسی کو باخبرنہیں کیا۔

۷۔بلاذری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے:(**انّ فاطمة لم تر متبسّمة بعد وفاة النبیؐ ولم یعلم ابو بکر و عمر بموتھا**)(۲)۔

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد فاطمہ(علیہا السلام) کو ہرگزتبسم کی حالت میں نہیں دیکھا گیا۔ابوبکرابن ابی قحافہ اورعمرابن خطاب آپ کی وفات سے باخبر نہیں ہوئے۔

۸۔ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:**والصحیح عندی انّھا ماتت وھی واجدة علی ابی بکر و عمر ، وانّھا اوصت ان لا یصلّیا علیھا.....**(۳)۔

(میرے نزدیک صحیح خبر یہ ہے کہ فاطمہ(علیہا السلام) دنیا سے گذرگئیں جب کہ وہ ابوبکراورعمر پرغضبناک تھیں لہٰذا آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں آپ کےنماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔)

۱۔السیرة الحلبیة،ج۳،ص۳۶۱۔

۲۔شرح ابن ابی الحدید،ج۱۶،ص۲۸۰بنقل از بلاذری۔

۳۔شرح ابن ابی الحدید،ج۶ص۵۰۔

۹۔استاد توفیق ابوعلم نقل کرتے ہیں؛ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے تین وصیتیں کیں، ان میں سے ا یک یہ تھی: جس نے آپ پر غضب کیا وہ آپ کے تشیع جنازہ میں شریک نہ ہو اور آپ کے جنازے کو رات میں سپرد خاک کیا جائے۔(۱)

۱۰۔ابوبکر جوہری نقل کرتے ہیں: جب فاطمہ (علیہا السلام) کی وفات کا وقت قریب آیا۔آپ نے امیر المومنین علی (علیہ السلام) کو وصیت کی کہ جب بھی میں دنیا سے گزر جاؤں مجھے رات میں دفن کرنا اور ہرگز ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب کو اس بات سے آگاہ نہ کرنا...۔(۲)

۱۱۔ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں: (...فاطمہ (علیہا السلام) نے قسم کھائی کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ہرگز ہم کلام نہیں ہوں گی۔اور آپ نے وصیت کی کہ آپ کو رات میں دفن کیا جائے تاکہ ابوبکر ابن ابی قحافہ ان کی تشیع جنازہ میں شریک نہ ہوں، لہذا آپ کو رات میں دفن کیا گیا۔(۳)

۱۲۔مسلم نیز حضرت زہرا (علیہا السلام) کے ابوبکر ابن ابی قحافہ پر ناراض ہونے کے واقعہ میں اور آپ کی وفات کے متعلق تحریر کرتے ہیں: ...علی (علیہ السلام) نے فاطمہ (علیہا السلام) کے وفات کی خبر ابوبکر ابن ابی قحافہ کو نہیں دی اور آپ نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھی۔(۴)

۱۔اھل البیتؑ، توفیق ابوعلم، ص۱۸۴۔

۲۔السقیفۃ وفدک، ص۱۴۵۔

۳۔تأویل مختلف الحدیث ص۳۰۰۔

۴۔صحیح مسلم، ج۳ص۱۳۸۰، حدیث۱۷۵۹۔

۱۰۔شہادت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام!!

۱۔حموینی نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز تشریف فرما تھے کہ جناب حسن علیہ السلام آئے، جیسے ہی آپ نے انہیں دیکھا، رونے لگے...اس وقت فاطمہ (علیہا السلام) آئیں۔آپ نے (فاطمہ علیہا السلام) کو دیکھا اور روئے اور فرمایا: (**الیّ الیّ یا بنیّہ فاطمة ! فأجلسها بين يديه ... فقالؐ ... فتكون اوّل من يلحقني من اهل بيتي ، فتقدم عليَّ محزونة مكروبة مغمومة مغصوبة مقتولة ...**)(۱)۔

(اے میری پیاری بیٹی فاطمہ! (علیہا السلام) میرے پاس آؤ، میرے قریب آجاؤ، اس وقت آپ کو اپنے قریب بٹھایا...اس کے بعد فرمایا:........میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں سے تم سب سے پہلے میرے ساتھ ملحق ہوگی، میرے پاس آؤ گی جب کہ رنجیدہ، پریشان، غم زدہ، تمہارا حق غصب ہوگیا ہوگا، اور تم شہید ہوگی....)۔

۲۔مقاتل بن عطیہ کہتے ہیں: (**ولمّا جائت فاطمة خلف الباب لتردّ عمر و اصحابه عصر عمر فاطمة خلف الباب حتى اسقطت جنينها و نبت مسمار الباب فی صدرها و سقطت مريضة حتى ماتت**)(۲)۔

جیسے ہی فاطمہ (علیہا السلام) دروازے کے پیچھے آئیں تاکہ عمر اور اس کے ساتھیوں کو روکیں، عمر نے فاطمہ (علیہا السلام) کو پشت در ایسا زور سے دبایا کہ آپ کا بچہ ساقط ہوگیا اور آپ کے

۱۔فرائد السمطین، ج۲ص۳۴سے۳۶تک

۲۔الامامة والخلافة، ص۱۶۰اور۱۶۱۔

سینے میں ایک کیل داخل ہوگئی اور آپؑ نے بیماری کا بستر تھام لیا یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئیں۔

ابوبکر کی آرزو!!

طبرانی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ابوبکر ابن ابی قحافہ کے پاس گیا تا کہ جس بیماری کی وجہ سے وہ مر گئے اس کی عیادت کروں، میں نے اس کو سلام کیا، اور اس سے پوچھا کہ تم نے رات کیسے گذاری؟ وہ اٹھ کر کہنے لگے: میں نے صحت اور سلامتی کے ساتھ صبح کی جب کہ اس وقت کہا: (**اما انی لا آسی علی شیء الاّ علی ثلاث فعلتهن ، وددت انی لم افعلهنّ ،.. فوددت انی لم اکن اکشف بیت فاطمة و ترکته و ان اغلق علیَّ الحرب.....**)۔(۱)

(...آگاہ ہوجاؤ! میں نے تین کام ایسے کیے ہیں کہ اس پر افسوس کرتا ہوں، مجھے یہ بات پسند تھی کہ انہیں انجام نہ دیتا ایک یہ کہ: میں نہیں چاہ رہا تھا کہ فاطمہ کے گھر کی ہتک حرمت کروں اور انہیں چھوڑ دیتا اگر چہ وہ لوگ دروازے کو بند کرتے اور میرے ساتھ جنگ کا اعلان کرتے....)۔

سند حدیث کی تحقیق

۔طبرانی؛ نامور محدثین اور اہل سنت کے مورد اعتماد افراد میں سے ہے۔(۲)

۔سعید ابن کثیر بن عفیر مصری؛ ذہبی نے ان کی توثیق کی ہے، اور ابو حاتم نے انہیں صدوق کے طور پر متعارف کرایا ہے، اور یحییٰ بن معین نے ان کی تعریف اور تمجید کی ہے۔(۳)

۱۔المعجم الکبیر، ج۱، ص۶۲، شمارہ۴۳؛ تاریخ الاسلام، ذہبی، عھد خلفا، ص۱۱۷۔

۲۔تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۹۱۲۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج۴، ص۶۶۔

۔علوان ابن داؤد بجلی؛ ابن حبان نے ان کا (الثقات) میں ذکر کیا ہے۔(۱)

۔صالح بن کیسان ابومحمد؛ احمد بن حنبل نے ان کی تعریف کی ہے اور یعقوب ابن ابی حاتم، نسائی، ابن خراش اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے۔(۲)

۔حمید ابن عبدالرحمٰن قریشی؛ عجلی، ابوزرعہ، ابن خراش اور واقدی نے ان کی توثیق کی ہے(۳) اور ان کا رجال صحیحین میں بھی شمار ہوتا ہے۔

یہ وہ افراد تھے جو طبرانی کی حدیث میں موجود تھے۔

حضرت زہرا علیہا السلام کی ناراضگی کی سزا اور عقوبت

روایات اور تاریخی کتابوں کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب سے ان کے ناشائستہ اعمال اور مظالم کی وجہ سے کہ جو انہوں نے آپ پر ڈھائے ناراض اور غضب ناک تھیں۔

گذشتہ روایات کے مطابق کہ جن کا پہلے اشارہ ہوا، خداوند متعال غضب فاطمہ علیہا السلام سے غضب ناک ہوتا ہے جیسے کہ قرآن میں ذکر ہوا ہے: (**وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى**)(۴)۔

(جس پر میرا غضب نازل ہوگیا وہ یقیناً برباد ہوگیا)۔

۱۔الثقات، ج۸، ص۵۲۶۔

۲۔تہذیب التہذیب، ج۴، ص۳۹۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۴۸۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج۳، ص۴۵؛ الثقات، ج۶، ص۱۴۶۔

۴۔سورہ طہ، آیت۸۱۔

نیز پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جس نے فاطمہ (علیہا السلام) کو اذیت دی ہے اس نے مجھے اذیت دی ہے۔)

خداوند متعال فرماتا ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا) (۱)۔

یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

نیز فرماتا ہے: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيم)۔ (۲)

اور جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے ۔

۱۔سورہ احزاب، آیت ۵۷۔

۲۔سورہ توبہ، آیت ٦١۔

تاریخی حقائق کی تحریف!!

جو شخص بھی تاریخ اور اس کے حوادث پر ایک نگاہ کرے، بیشک وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ بہت سے تاریخی وقائع وحوادث اور روایات میں تغیر وتبدیلی ہوئی ہے۔اس بات کی گواہ مختلف احادیث کے جعل کرنے والوں اور اہل تحریف کی تألیفات ہیں۔انہوں نے تاریخ اور روایت کے ساتھ ایسا ظلم وستم کیا ہے کہ انسان کی آنکھ گریاں ہوجاتی ہے، مخصوصاً یہ بات کہ ظالم حکومت بھی اس پلید مقصد میں ان کا ساتھ دیتی اور ان کے اہداف اور مقاصد میں ان کی نصرت کرتی تھی۔

حاکمان ظلم وجور، خلفاء اور امراء اپنے مشن کے صحیح ہونی کی کوشش میں تھے تاکہ ان کو آزادی اور برأت مل جائے، لہٰذا وہ ایک مخصوص گروہ کو وجود میں لائے تاکہ تاریخی حقائق کی تحریف کی جائے، اور اس بات کا نیز دستور دیتے تھے تاکہ کتابوں کو ان کی مصلحت اور فائدے میں تحریر کیا جائے۔

ان حالات میں اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کے متعلق بہت سی احادیث کو کتابوں سے حذف کیا گیا!۔اور بہت سے خلفاء اور امراء کے مطاعن کو کتابوں سے محو کیا گیا۔

ابن عدی، عبدالرزاق بن حمام صنعانی کے زندگی نامہ میں کہ جن کا شمار بخاری کے شیوخ میں ہوتا ہے، تحریر کرتے ہیں: (ان کے پاس مختلف مقامات سے بہت سی احادیث موجود تھیں۔مسلمانوں کے موثق افراد اور اماموں نے ان سے احادیث کو تحریر کیا ہے، اور ان کی احادیث میں کوئی اشکال نہیں کیا، سوائے اس کے کہ ان کو تشیع سے منسوب کیا ہے، وہ فضائل اہل بیت علیہم السلام پر احادیث کو نقل کرتے ہیں کہ ان کی ثقات میں سے کسی ثقہ نے

تائیداور موافقت نہیں کی ہے۔اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ جسے ان سے منسوب کیا ہے۔اور نیز ان سے دوسروں کے مطاعن اور مذمت میں روایات کو نقل کیا ہے، کہ میں ان کو اس اپنی کتاب میں نقل نہیں کرر ہا ہوں۔لیکن ان کے سچے ہونے کے اعتبار سے امید یہ ہے کہ یہ سچ ہو..)۔(۱)

نیز وہ عبدالرحمٰن بن یوسف کے زندگی نامے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخین کے مطاعن (ابوبکر اور عمر) پر دو جلدیں تحریر کی تھیں جو بندار کے پاس لے گئے، اس نے اس کتاب کے مصنف کو دو ہزار درہم انعام میں دیے۔ابن عدی کہتے ہیں: مجھے امید ہے کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا ۔(۲)

یہ کتاب جو دو جلدوں پر مشتمل ہے یہ دو جلدیں کہاں ہیں؟ ہمیں اس کی خبر نہیں ہے! ابن خراش اہل سنت کے ان علماء میں سے ہیں کہ جن کی مختلف افراد کے متعلق جرح اور تعدیل (مذمت و تعریف) اہل سنت کے علماء کے پاس معتبر ہے۔

احادیث کا جلانا!!

ذہبی جناب عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میرے باپ (ابوبکر) نے رسول خدا ﷺ سے پانچ سو حدیثیں جمع کی تھیں۔ایک رات وہ صبح تک اپنے بستر پر بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدل رہے تھے۔میں پریشان ہوگئی۔میں نے انہیں کہا: کیا آپ اپنی بیماری کی وجہ سے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدل رہے تھے؟ یا آپ کو کوئی ناگوار بات معلوم ہوئی ہے؟ صبح ہوئی انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا: اے میری بیٹی! تمہارے پاس

۱۔الکامل فی الضعفاء، ج۶،ص۵۴۵۔

۲۔الکامل فی الضعفاء، ج۵،ص۵۱۹۔

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بھی احادیث ہیں ان کو لاؤ۔میں تمام احادیث کو اس کے پاس لے گئی، اور میں نے دیکھا کہ اس نے آگ کا مشعل طلب کیا اور ان تمام احادیث کو جلا دیا۔)(۱)

ابن سعد قاسم بن محمد بن ابوبکر کی زندگی نامے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: (عمر ابن خطاب کے زمانے میں احادیث زیادہ ہوگئیں تھیں اس نے لوگوں کو قسم دیا تاکہ تمام احادیث کو ان کے پاس لائیں جیسے ہی احادیث لائی گئیں عمر نے حکم دیا کہ تمام احادیث کو آگ لگا دیں....)۔(۲)

ان احادیث میں کیا تاریخی حقائق اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل اور خلفاء کے متعلق مطاعن اور مذمت موجود تھی۔خدا ہی بہتر جانتا ہے (اگر فضائل اہل بیت اور مطاعن خلفاء نہیں تھے تو یہ احادیث کیوں جلائی گئیں؟؟؟)۔

احمد بن حنبل تحریر کرتے ہیں: (ابوعوانہ (صاحب صحیح) نے ایک کتاب تالیف کی ہے کہ جس میں رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے عیوب اور مشکلات کو جمع کیا ہے۔سلام بن ابی مطیع اس کے پاس آئے اور کہا: اے اباعوانہ! اس کتاب کو مجھے دو۔اس نے کتاب کو لے کر آگ لگا دی۔(۳)

پھر عبدالرحمٰن بن مہدی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعوانہ کی کتاب پر

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص۵؛ کنز العمال، ج۱،ص۱۷۴۔

۲۔الطبقات الکبری ج۵،ص۱۸۸۔

۳۔کتاب العلل والرجال، احمد بن حنبل، ج۱،ص۶۰۔

ایک نظر ڈالی اور میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔(۱)

ذہبی نے ابراہیم بن حکم بن زہیر کوفی کے حالات زندگی میں ابو حاتم سے اس کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: (اس نے معاویہ کے مطاعن کے سلسلے میں بعض روایات نقل کی ہیں، اور میں نے جو کچھ اس کے متعلق تحریر کیا تھا وہ پھاڑ دیا)۔(۲)

جو نکتہ قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے: کہ اہل سنت کے علماء رجال نے بعض صحاح ستہ کی احادیث کے راویوں کے زندگی نامہ میں نقل کیا ہے کہ وہ ابوبکر اور عمر کو سبّ وشتم کرتے تھے! اور یہ مطلب اسماعیل بن عبد الرحمٰن سدّی، (۳) تلید بن سلیمان (۴) جعفر بن سلیمان ضبعی، (۵) اور بہت سے دیگر افراد کی زندگی نامہ میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

ان افراد نے عمر ابن خطاب اور ابوبکر ابن ابی قحافہ کو سبّ وشتم کیوں کیا ہے؟ مگر ان دونوں سے کون سا امر سرزد ہوا تھا کہ یہاں تک کہ اہل سنت کے بزرگوں نے بھی انہیں سبّ و شتم کیا ہے؟!

دوسرے افراد کا نیز ہم نام لے سکتے ہیں جو صحاح ستہ کے رجال میں سے تھے درعینِ حال اہل سنت کی رجالی کتابوں میں انہیں رافضی کہا گیا ہے، اور بعض دیگر افراد کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ ابوبکر ابن ابوقحافہ اور عمر ابن خطاب کو سبّ وشتم کرنے والے تھے۔ اب ان میں سے ہم بعض افراد کی طرف کہ ان کی توثیق بھی ہوئی ہے اشارہ کرتے ہیں اور مزید تحقیق کے لیے

۱۔ کتاب العلل والرجال، احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۹۲، مطبوعہ جدید۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۲۷۔ ۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۴۔

۴۔ تہذیب الکمال، ج ۴، ص ۳۲۲۔ ۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۱۸۲ اور ۸۳۔

قارئین محترم کو اہل سنت کی رجال اور تراجم کی کتابوں کی طرف ہر ایک کے زندگی نامہ کی طرف رجوع کرنے کی گزارش کرتے ہیں:

۱۔ بکیر بن عبداللہ طائی معروف بہ ضخم ۲۔ جمیع بن عمیر۔
۳۔ حارث بن عبداللہ ہمدانی۔ ۴۔ حمران بن اعین۔
۵۔ دینار بن عمر اسدی۔ ۶۔ زیاد بن منذر۔
۷۔ سعد بن طریف کوفی۔ ۸۔ سلیمان بن قرم نحوی۔
۹۔ عبّاد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی۔ ۱۰۔ عبداللہ بن عبدالقدوس رازی۔
۱۱۔ عبداللہ بن صالح ھروی۔ ۱۲۔ عبدالملک بن اٴعین کوفی۔
۱۳۔ عبیداللہ بن موسیٰ۔ ۱۴۔ عثمان بن عمیر بجلی کوفی۔
۱۵۔ علی بن زید تیمی بصری۔ ۱۶۔ عمّار بن رزیق کوفی۔
۱۷۔ عمرو بن ثابت بکری۔ ۱۸۔ عمرو بن حماد قنّاد۔
۱۹۔ عمرو بن عبداللہ بن عبید کوفی۔ ۲۰۔ غالب بن ہذیل کوفی۔
۲۱۔ محمد بن راشد خزاعی۔ ۲۲۔ موسیٰ بن قیس حضرمی۔
۲۳۔ میناء بن ابی میناء قرشی۔ ۲۴۔ ناصح بن عبداللہ کوفی۔
۲۵۔ نفیع بن حارث کوفی۔ ۲۶۔ ھارون بن سعد عجلی۔
۲۷۔ ھاشم بن برید کوفی۔ ۲۸۔ وکیع بن جرّاح۔
۲۹۔ یونس بن خبّاب اُسیدی۔ ۳۰۔ ابو حمزہ ثمالی۔
۳۱۔ ابو عبداللہ بجلی۔

صحیحین اور بعض صحیح السند احادیث کا تذکرہ

کوئی شخص ہم پر یہ اعتراض نہیں کرسکتا کہ حضرت زہرا علیہا السلام پر مظالم کا واقعہ اگر صحیح ہوتا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہے۔اس اعتراض کے جواب میں ہم کہیں گے:

پہلی بات یہ کہ: اہل سنت کے ماہرین کی صراحت یہ نہیں ہے کہ دونوں افراد یعنی مسلم اور بخاری نے فقط صحیح السند احادیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور جو حدیث نقل نہیں کی ہے وہ سند کے اعتبار سے معتبر نہیں ہے۔

ابن صلاح تحریر کرتے ہیں: (ان دو افراد (بخاری اور مسلم) نے تمام صحیح السند احادیث کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا ہے، اور ہرگز اس قسم کی بات پر پابند اور ملتزم نہیں تھے۔ بخاری سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: (میں نے اپنی کتاب (الجامع) میں صحیح السند احادیث کو نقل کیا ہے اور بہت سی صحیح السند احادیث کو کتاب کے طولانی ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا ہے)۔

نیز مسلم سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: (تمام احادیث جو میرے نزدیک صحیح السند تھیں میں نے اپنی کتاب میں ان سب کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ان احادیث کو نقل کیا ہے جن پر محدّثین کا اجماع تھا۔(۱)

۱۔علوم الحدیث، ابن صلاح، ص۱۹اور۲۰۔

نیز بخاری سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: (میں نے ایک لاکھ صحیح السند احادیث کو حفظ کیا ہے جب کہ میری کتاب میں موجود احادیث کی تعداد تکرار کے ساتھ ۷۲۷۵ ہے۔ (۱)

نووی نیز کہتے ہیں: (بخاری اور مسلم نے تمام صحیح السند احادیث کو نقل نہیں کیا ہے، اور اور اپنی طرف سے ہرگز اس قسم کی پابندی کی نشاندہی نہیں کی ہے۔)(۲)

تھانوی تحریر کرتے ہیں: احادیث صحیح فقط مسلم اور بخاری سے منحصر نہیں ہیں بلکہ ان دو کتابوں کے علاوہ نیز صحیح احادیث موجود ہیں۔(۳)

دوسری بات یہ ہے کہ: اس قسم کی احادیث کا نقل کرنا خود خلفاء کی بے اعتباری کا باعث بنا ہے، لہٰذا اس قسم کی احادیث کے نقل کرنے سے صرف نظر کر دیا ہے۔

۱۔علوم الحدیث، ابن صلاح، ص۱۹اور۲۰۔
۲۔تدریب الراوی، ج۱ص۷۵، نووی سے نقل شدہ۔
۳۔قواعد فی علوم الحدیث ص۶۳۔

پانچویں فصل

مہم ترین

اعتراضات کے جوابات

اعتراضات کے جوابات

حضرت زہرا علیہا السلام کے فضائل، مصائب اور سیرت کی تحقیق کے بعد ہم اب بعض اعتراضات اور ان کے جوابات کو پیش خدمت کرتے ہیں:

۱۔ حضرت زہرا علیہا السلام کے حزن وگریہ پر اعتراض

ابن تیمیہ حضرت زہرا علیہا السلام کا اپنے والد گرامی (رسول خدا ﷺ) پر کیے جانے حزن وگریہ پر اعتراض کرتے ہوئے اور آپ کے اسی گریہ وحزن کو، ابوبکر کے غار میں کیے جانے والے حزن وگریہ کے ساتھ مقایسہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: شیعہ حضرات اور دوسروں نے فاطمہ (علیہا السلام) کے حزن وگریہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس حد تک پیغمبر اکرم (ﷺ) کے سوگ میں محزون اور رنجیدہ تھیں کہ قابل توصیف نہیں ہے، اور یہ کہ انہوں نے بیت الأحزان بنایا ہے، ان کے لیے مذمت شمار نہیں کرتے اس کے باوجود کہ وہ ایک ایسے امر (یعنی مسئلہ خلافت پر) پر رنجیدہ تھیں جو گزر گیا اور واپس نہیں آئے گا، لیکن جناب ابوبکر اپنے زمانے میں حیات پیغمبر اکرم (ﷺ) میں اس خوف سے کہ آنحضرت (ﷺ) قتل نہ ہو جائیں خوف ناک تھے، اور جناب ابوبکر کا حزن وگریہ وہ ہے جو پیغمبرؐ کی حفاظت کے متعلق ہے، اس لیے جیسے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے گزر گئے تو جناب ابوبکر ہرگز اس طرح محزون نہیں ہوئے اس لیے کہ حزن اور گریہ بے فائدہ ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ جناب ابوبکر کا حزن اور گریہ یقیناً فاطمہ (علیہا السلام) کے حزن وگریہ سے کامل اور اکمل تھا) (۱)۔

۱۔ منہاج السنہ، ابن تیمیہ، ج۸، ص۴۵۹ اور ۴۶۰۔

جواب:

پہلے یہ کہ: جناب ابوبکر کا حزن وگریہ نصرت الٰہی کے متعلق ایمان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے تھا اس لیے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار میں اس سے فرمایا: (**لا تَحزَن اِنَّ اللہ مَعَنا**)؛ (۱)۔ (رنج نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔)

اور اسی طرح خداوند متعال فرماتا ہے: (**أَلآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لاَخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُون**) (۲)۔

(آگاہ ہو جاؤ کہ اولیاء خدا پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ محزون اور رنجیدہ ہوتے ہیں)

دوسرے یہ کہ: محبوب شخص کے فراق میں حزن وگریہ کرنا نہ صرف ایک جائز امر بلکہ ایک نیک عمل ہے بلکہ خود پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل کو انجام دیا ہے:

انس ابن مالک پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: (**انّ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنّا ، وانّا لفراقک یا ابراھیم لمحزونون**)؛ (۳)۔

یقیناً آنکھ روتی ہے اور دل محزون ہوتا ہے لیکن وہ چیز جو ہمارے پروردگار کی مرضی کے مطابق ہے ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتے، اور یقیناً اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق میں محزون اور مغموم ہیں۔

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۴۰۔

۲۔ سورہ یونس، آیت ۶۲۔

۳۔ صحیح بخاری، ج۲، ص۸۵؛ صحیح مسلم، ج۴، ص۱۸۰۷۔

ابن تیمیہ نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیوں نہیں کیا کہ آپ ایک گذشتہ اور ایک فوت شدہ چیز پر محزون ہیں؟

بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ: جب زید ابن حارث اور جعفر ابن ابی طالبؑ اور عبد اللہ ابن رواحہ کی شہادت کی خبر جنگ موتہ کے موقع پر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی ، جب آپ کے چہرے پر حزن کے آثار ظاہر ہوئے ، تو آپ بیٹھ گئے ۔(۱)

بخاری نے انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: (**قنت رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہراً حین قتل القرّآء فما رأیت رسول اللہ حزن حزناً قطّ اشدّ منہ**)؛ (۲)۔

(جس وقت قاریان قرآن چاہ موتہ کے کنارے شہید ہوئے ایک مہینے تک پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے بات نہیں کرتے تھے ، اور کبھی بھی دیکھا نہیں گیا کہ کسی اور موقع پر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے شدید پریشان اور غمگین ہوئے ہوں ۔)

تیسرے یہ کہ: حضرت زہرا علیہا السلام کا والد گرامی کی رحلت کے بعد محزون ہونا فقط اپنے بابا کی فراق کی وجہ سے نہیں تھا ، بلکہ آپ کا حزن واندوہ اور گریہ امت کے مرتد ہو جانے کے خوف سے تھا اور ان کے پدرِ گرامی کی تمام سفارشوں اور زحمتوں کو بھول جانے اور رسول خدا ﷺ کے برحق جانشین کا خانہ نشین کرنے (یعنی حضرت علی -) اور دیگر امور بھی حضرت زہرا علیہا السلام کے حزن وگریہ کا سبب تھے۔

۱۔ صحیح بخاری ، ج ۱ ص ۴۳۷ ، باب من جلس عند مصیبۃ یعرف فیہ الحزن ؛ صحیح مسلم ، ج ۲ ، ص ۶۱۴۔

۲۔ صحیح بخاری ، ج ۲ ص ۸۴۔

حضرت زہرا علیہا السلام ان امور پر اس قدر محزون اور ناراض تھیں کہ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں: (**مکثت فاطمۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ستّۃ أشہر وھی تذوب**)؛ (۱)۔

(فاطمہ علیہا السلام پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں اور یہ اس حال میں تھا کہ اس مدت میں آپ کا بدن پانی ہو چکا تھا۔

چوتھے یہ کہ: کس نے کہا ہے کہ ابو بکر پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوگ میں محزون نہیں ہوئے اور نہیں روئے بلکہ طیالسی کے صریح بیان کے مطابق ابو بکر نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوحہ سرائی بھی کی ہے۔

وہ تحریر کرتے ہیں: پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جناب ابو بکر آپ کے پاس آئے اور اپنے ہونٹوں کو آپ کی دو آنکھوں کے درمیان رکھا اور آپ کو گلے سے لگایا اور اس موقع پر فریاد کی: (**وا نبیّاہ ، وا خلیلاہ ، وا صفیّاہ**)۔(آہ اے نبی خدا !وای خدا کے خلیل اور ای خدا کے منتخب!)(۲)۔

پانچویں یہ کہ: انسان کیسے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں محزون اور رنجیدہ نہ ہو جب کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**من اصیب بمصیبۃ فلیذکر مصیبۃ بی فانّھا من اعظم المصائب**)؛ (۳)۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ، ج ۲ ص ۱۲۸۔

۲۔ مسند احمد ، ج ۶ ، ص ۳۱۔

۳۔ سیرہ اعلام النبلاء ، ج ۷ ، ص ۳۲۔

جو شخص بھی مصیبت میں گرفتار ہو اور اس وقت میری مصیبت کو یاد کرے اس لیے کہ میری مصیبت بزرگ ترین مصیبتوں میں سے ہے۔

سلمان اور ابو درداء ہمیشہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں محزون اور رنجیدہ رہتے اور اس لیے ان دونوں سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: (ثلاثه أحزنتني حتّی أبكتني: فراق محمد صلّی الله علیه و آله وسلم ...)؛(۱)۔

تین چیزوں نے مجھے اتنا محزون کیا کہ میں گریہ کرنے پر مجبور ہو گیا: ا۔محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی......

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی اور فراق میں حزن اس قدر موثر تھا کہ مسجد نبوی میں موجود کھجور کے درخت کا ٹکڑا بھی متاثر تھا۔

دارمی اپنی سنن میں انس ابن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول خدا ﷺ بروز جمعہ کھڑے ہوتے اور مسجد میں موجود کھجور کے درخت کے ٹکڑے پر تکیہ دیتے تھے۔ایک رومی شخص آیا اور کہنے لگا! کیا مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز بناؤں جس پر آپ بیٹھیں؟ اس لیے کہ گویا آپ کھڑے ہوئے ہیں، اس نے آنحضرتؐ کے لیے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا۔آپ اس کی تیسری سیڑھی پر تشریف رکھتے تھے جیسے ہی پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے وہ درخت کا ٹکڑا آپ کے حزن والم میں گائے کی آواز کی طرح رونے لگا یہاں تک کہ مسجد النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لرزنے لگی۔آنحضرتؐ اس وقت منبر سے اترے اور اس درخت کے ٹکڑے کو گلے سے لگایا تب جا کر وہ

ا۔صحیح ابن خزیمة، ج ۳، ص ۱۴۰۔

خاموش ہوا۔اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:(والذی نفسی بیده لو لم التزمه مازال هکذا حتی تقوم الساعة حزناً علیٰ رسول الله (صلّی الله علیه و آله وسلم)؛۔(۱)

(اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یے قیامت کے دن تک رسول خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غم میں محزون رہتا، اس کے بعد پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کھجور کے درخت کے ٹکڑے کو دفن کیا جائے۔

ا۔سن دارمی

[۲]۔عرض مترجم

۲۔حضرت زہراؑ کے شکوے اور شکایت پر اعتراض

ابن تیمیہ علامہ حلی (رہ) پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: اور اس طرح جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ''حضرت زہر(اعلیہا السلام) نے اپنے بابا کی ملاقات تک ابوبکر ابن ابی قحافہ اور ان کے ساتھی (عمر ابن خطاب) سے بات نہیں کی اور اپنے بابا سے ان کی شکایت کی۔'' یہ فاطمہ (علیہا السلام) کے شایان شان نہیں کہ ان کے لیے یہ نسبت دی جائے اس لیے کہ شکوہ اور شکایت رسول خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جانا ان کی شان کے خلاف ہے، بلکہ شکایت اور شکوہ کو خدا کے پاس لے جانا چاہیے تھا....)(۱)۔[پس ابن تیمیہ کے مطابق حضرت زہرا کا خدا کے بجائے پیغمبر اکرمؐ سے شکایت کرنا جایز نہیں ہے]

جواب:

پہلے یہ کہ: یہ موضوع کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ابوبکر ابن قحافہ سے ناراض ہوئیں اور ان سے دوری اختیار کی ایک ثابت اور مسلم امر ہے۔

مسلم اور ابن حبان نے جناب عائشہ سے نقل کیا ہے کہ فاطمہ (علیہا السلام) میراث رسول خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موضوع پر اختلاف کی وجہ سے ابوبکر ابن ابی قحافہ پر غضب ناک ہوئیں اور اس سے دوری اختیار کی اور اپنی وفات تک اس سے ہم کلام نہیں ہوئیں۔اور پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں اور جیسے ہی اس دنیا سے گزر گئیں آپ کے شوہر نے انہیں رات میں دفن کیا۔اور ابوبکر کو بالکل نہیں بتایا اور ان کے شوہر نے آپ پر نماز پڑھی۔(۲)۔

۱۔منہاج السنۃ، ج۴،ص۲۴۳،۲۴۴۔

۲۔صحیح بخاری، ج۴،ص۱۵۴۹؛صحیح مسلم، ج۳،ص۱۳۸۰،صحیح ابن حبّان، ج۱۱،ص۱۵۳۔

۲۔رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے جانا درحقیقت خدا کے پاس شکایت لے جانے کے برابر ہے۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب سخت حالات اور ان مصائب ومظالم میں جو ان پر واقع ہوتے تھے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پناہ لیتے تھے اور ان سے شکوہ کرتے تھے۔

ابوداؤد، خولت ابن مالک ابن ثعلبہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میرے شوہر اوس ابن صامت نے مجھے ظہار کی طلاق دی۔میں رسول خدا ﷺ کے پاس شکایت لے کر گئی آنحضرت ﷺ نے اس مسئلہ میں میرے ساتھ مجادلہ کیا اور فرمایا: ''خدا سے ڈرو، اس لیے کہ وہ تمہارے چچازاد بھائی ہیں۔'' میں نے آنحضرت ﷺ کی بات نہیں مانی یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔خداوند سبحان نے فرمایا: (**قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا**)(۱)۔

(بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث کررہی تھی۔)(۲)

تیسرے یہ کہ: بہت سی روایات کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب آنحضرت ﷺ کے پاس شکوہ اور شکایت لے آتے تھے۔اس مقام پر ہم بطور مثال ان میں سے بعض کی

۱۔سورہ مجادلہ، آیت/۱۔

۲۔سنن ابی داود، ج۲،ص۲۶۶۔

☆۔طلاق ظہار کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نعوذ باللہ اپنی زوجہ سے کہے کہ تیری پشت میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو ان کی بیوی ان پر حرام ہوجاتی ہے اور اس کی بیوی کے اس کے لیے حلال ہونے کا اسلام میں طریقہ بتایا گیا ہے قارئین محترم فقہی کتابوں کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔حضرت زہرا علیہا السلام کی گھر میں خدمت کے متعلق شکایت (۱)۔

۲۔قحطی کے متعلق ایک صحابی کی شکایت (۲)۔

۳۔ مہنگائی کے متعلق اصحاب کی شکایت (۳)۔

۴۔اصحاب کا فقر اور تنگدستی کا شکوہ (۴)۔

۵۔اصحاب کی ایک جنگ میں پیاس کے متعلق شکایت (۵)۔

۶۔جریر کی گھوڑے پر نہ بیٹھ سکنے کی شکایت (۶)۔

۷۔حذیفہ کا شکوہ (۷)۔

۸۔عبدالرحمٰن ابن عوف کا خالد ابن ولید سے شکایت (۸)۔

۹۔ایک صحابی کا قساوت قلب کے متعلق شکوہ (۹)۔

۱۔صحیح بخاری، ج۳ص۱۱۳۳؛ صحیح مسلم، ج۴،ص۲۰۹۱؛ مسند احمد، ج۱،ص۱۳۶۔

۲۔صحیح بخاری، ج۱،ص۳۴۵۔

۳۔صحیح ابن حبّان، ج۱۱،ص۳۴۰۔

۴۔مجمع الزوائد، ج۶ص۲۱۲۔

۵۔صحیح بخاری، ج۱ص،۱۳۰و۱۳۱؛ مسند احمد، ج۴ص۴۳۴۔

۶۔صحیح بخاری، ج۳،ص۱۱۰۴؛ صحیح مسلم، ج۴ص۱۹۲۵۔

۷۔مسند احمد، ج۵،ص۴۰۲؛ سنن نسائی، ج۶،ص۱۱۷۔

۸۔صحیح ابن حبان، ج۱۵،ص۵۶۵؛ مجمع الزوائد، ج۹،ص۳۴۹۔

۹۔الترغیب والترھیب، منذری، ج۳،ص۲۳۷؛ مجمع الزوائد ج۸،ص۱۶۰۔

۱۰۔عثمان ابن ابی العاص کا بدن میں ہونے والے درد (جو وہ احساس کررہے تھے) کی شکایت (۱)۔

۱۱۔مشرکین کے ظلم سے اصحاب کا شکوہ (۲)۔

۱۲۔نماز میں خیالات کے متعلق ایک صحابی کا شکوہ (۳)۔

۱۳۔عورتوں کا مار کھانے کی وجہ سے شکوہ (۴)۔

۱۴۔امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کا عالم رؤیا میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے شکایت (۵)۔

۱۵۔رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چوپایوں کی شکایت (۶)۔

۱۔صحیح مسلم، ج۴،ص۱۷۲۷۔

۲۔صحیح بخاری، ج۳،ص۱۳۲۲؛ صحیح مسلم، ج۱ص۴۳۳۔

۳۔صحیح بخاری، ج۲،ص۷۲۵؛ صحیح مسلم، ج۱ص۲۷۶۔

۴۔سنن ابی داؤد، ج۲،ص۲۴۵؛ سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۶۳۸۔

۵۔مجمع الزوائد، ج۹،ص۱۳۸؛ الترغیب والترھیب، ج۳ص۹۹۔

۶۔مسند احمد، ج۴،ص۱۷۳؛ الترغیب والترھیب، ج۳ص۱۴۴۔

۳۔حضرت زہرا علیہا السلام کا ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ناراض ہونے پر اعتراض

ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں : فاطمہ (علیہا السلام) کا ابوبکر صدیق سے ناراض ہونا اوران سے دوری اختیار کرنا ایک پسندیدہ کام نہیں تھا اور یہ ناراضگی ایسے امور میں سے نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے حاکم (ابوبکر) کی مذمت کی جائے ، بلکہ یہ عمل جرح وطعن اور مذمت کے قریب ہے اور تعریف کے لائق نہیں ہے)(۱)۔

وہ ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں: (لیکن ابن مطہر حلیؒ کا بیان ہے کہ: تمام محدّثین نے روایت کی ہے کہ: پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:" **یا فاطمة ! ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک** " ابن تیمیہ کے بقول پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف علامہ حلیؒ کی یہ نسبت جھوٹی ہے، اس لیے کہ یہ حدیث پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل نہیں ہوئی ہے اور احادیث کی معروف کتابوں میں بھی اس کا ذکر نہیں ہوا ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ سے اس کی صحیح یا حسن یا معروف سند نہیں ملتی۔ اور جس شخص سے (یعنی ابوبکر ابن ابی قحافہ سے) خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں اس کے لیے کوئی نقصان نہیں کہ ایک مخلوق (یعنی فاطمہ زہرا) ان سے ناراض اور غضب ناک ہوجائے چاہے وہ جوکوئی بھی ہو۔) (۲)

جواب

پہلا جواب یہ کہ: حضرت زہرا علیہا السلام کے ناراض ہونے کا موضوع اس جہت سے کہ وہ صراحت قرآن اور معتبر احادیث کے مطابق معصومہ ہیں اوران کے غضب سے خدا اور رسول ﷺ ناراض اور غضب ناک ہوتے ہیں، لہذا ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب

۱۔منہاج السنة، ج۴،ص۲۴۴۔ ۲۔منہاج السنة، ج۴،ص۲۴۸ اور ۲۴۹۔

کے خسارے کے لیے یہی کافی ہے کہ معصومہؑ ان سے ناراض ہوں اس لیے کہ جب تک کوئی برا کام انجام نہ دے گا تب تک خدا اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کا مصداق قرار نہیں پائے گا۔ مگر فاطمہ علیہا السلام آیۂ تطہیر کی مصداق نہیں ہیں؟ اور وہ آیات جو پنجتنِ آلِ عباء من جملہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ: حدیث(**یا فاطمة ! ان اللہ یغضب للغضبک و یرضا لرضاک**) کو بعض معتبر علمائے اہل سنت نے اپنی احادیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے من جملہ ان میں سے:

۱۔ابن ابی عاصم (۱)۔

۲۔حاکم نیشاپوری (۲)۔

۳۔ابوالقاسم طبرانی (۳)۔

۴۔دولابی (۴)۔

۵۔ابن عساکر دمشقی (۵)۔

۶۔محبّ الدین طبری (۶)۔

۷۔ابن حجر ہیثمی (۷)۔

۱۔الآحاد والمثانی، ج۵،ص۳۶۳۔ ۲۔المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۶۷۔
۳۔المعجم الکبیر، ج۱ص۱۰۸ وج۲۲،ص۴۰۱۔ ۴۔الذرّیة الطاهرة، ج۱ص۱۲۰۔
۵۔تاریخ دمشق، ج۳،ص۱۵۶۔ ۶۔ذخائر العقبیٰ، ج۱ص۳۹
۷۔مجمع الزوائد ج۹ص۲۰۳۔

تیسرا جواب یہ کہ: حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس حدیث کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔ اور اسی طرح حافظ ہیثمی نے اس کے حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔

اگر چہ ذھبی نے اپنے استاد ابن تیمیہ کا دفاع کیا ہے اور اس حدیث کو حاکم کی سند کے مطابق تضعیف کیا ہے اور کہا ہے: حسین ابن زید منکرِ حدیث ہیں اور صحیح نہیں کہ اس کی بات سے دلیل قائم ہو، لیکن یہ ذہبی کا حاشیہ عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے جرح اور اپنی تنقید کی علت ذکر نہیں کی ہے اور اس علت کو کہ اس حدیث سے دلیل قائم نہیں کر سکتے ہیں اسے بھی بیان نہیں کیا ہے۔ آخری بات جو حسین ابن زید کے لیے ذکر کر سکتے ہیں یہ وہ ہے کہ نقل حدیث کے اعتبار سے اس میں کوئی عیب نہیں ہے ابن عدی (الکامل میں لکھتے ہیں) عمومی طور پر ان کی احادیث اہل بیت علیہم السلام کے متعلق ہیں اور امید ہے کہ اس میں کوئی ضعف اور نقص نہ ہو....)(۱)۔

ابن حجر رقم طراز ہیں: (وہ بہت سچے ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے بعض مقامات پر اشتباہ کیا ہو۔)(۲)

اس کے وثاقت کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ دارقطنی ایک سند میں (کہ جس میں حسین ابن زید موجود ہیں) تحریر کرتے ہیں: یہ تمام افراد ثقہ ہیں (۳)۔

۱۔ الکامل، ج۲، ص۳۵۱۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۱۲۶، رقم ۱۳۲۱۔

۳۔ سؤالات البرقانی، ج۱، ص۲۲۔

نیز ضیاء مقدسی نے اس حدیث کو (**الاحادیث المختارۃ**) نامی کتاب میں نقل کیا ہے، اور اس بات کے پابند ہیں کہ جن احادیث کو وہ نقل کرتے ہیں سب موثق ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ذھبی ان احادیث میں جو اھل بیت علیہم السلام کے فضائل میں ہیں شدت اور سختی (تعصب) سے مشہور ہیں، اور اسی وجہ سے بسا اوقات جلیل القدر افراد کی تضعیف کرتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی علی ابن صالح انماطی، کے زندگی نامہ میں ذھبی کے اس بیان کے متہم کرنے سے کہ وہ اس سے بری ہیں دیکھنے کے بعد بیان کرتے ہیں: یہ ضروری ہے کہ جو افراد ذہبی کی طرف سے تضعیف ہوئے ہیں ان کی دقت سے تحقیق کی جائے۔(۱)۔

ذہبی نے کیسے اس حدیث کی تصعیف کی ہے جب کہ ان کے شیخ اور استاد حافظ مزی نے ''تہذیب الکمال'' میں اور ابن حجر نے ''الاصابۃ'' میں احتجاج و دلیل قائم کرنے کے باب سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس حدیث کی تضعیف نہیں کی۔

چوتھا جواب یہ کہ: کس نے کہا ہے کہ خداوند سبحان اگر کسی کے نیک اعمال سے راضی ہو جائے تو اس سے ہمیشہ کے لیے راضی ہے، اگر چہ وہ بعد میں جتنے بھی ناجائز کام انجام دے۔ اس بنا پر اگر چہ پیغمبر اکرم ﷺ بیعت رضوان کی وجہ سے بعض اصحاب سے راضی ہوئے تھے، لیکن یہ راضی ہونا ایک خاص مقام میں اور اس عمل سے مربوط تھا اور ان کے برے کاموں میں شامل نہیں۔ اور آخر عمر تک خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

پانچواں جواب یہ کہ: ''کائناً من کان'' یعنی چاہے گھر میں جو بھی ہو کے جملہ سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ حضرت زہرا علیہا السلام کی نسبت توہین اور دشمنی کا اظہار نہیں ہے؟

۱۔ لسان المیزان، ج۴، ص۲۳۵۔

چھٹا جواب یہ کہ: اگر چہ (**یا فاطمة! انّ اللّٰه یغضب لغضبک و یرضیٰ لرضاک**) کا جملہ صحاح ستہ میں نہیں آیا ہے لیکن اس کی مشابہ تعبیر صحیح بخاری میں ذکر ہوئی ہے۔

بخاری نے اپنی سند کی ساتھ مسور بن مخرمہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**فاطمة بضعة منّی فمن أغضبها اغضبنی**)؛(۱)۔

(فاطمہ (علیہا السلام) میرا پارۂ تن ہے پس جو بھی اسے غضب میں لائے گا اس نے مجھے غضب ناک کیا ہے۔)

ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ناراض اور غضب ناک کرے نتیجہ میں اس نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضب ناک کیا اور انہیں اذیت دی ہے۔

قرآن میں ذکر ہوا ہے: (**إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا**)(۲)۔

(یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔)

۴۔ حضرت زہرا علیہا السلام کو رات میں دفن کرنے کی وصیت پر اعتراض

ابن تیمیہ کہتے ہیں: وہ چیز جس کو حلّی نے نقل کیا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام نے رات میں دفن کرنے کی وصیت کی اور یہ بھی وصیت کی کہ ان پر کوئی نماز نہ پڑھے، اس مطلب کو کسی نے فاطمہ سے نقل نہیں کیا ہے سوائے اہل جاہل فرد کے جو اس مطلب کو دلیل کے طور پر پیش کرے وہ فاطمہ (علیہا السلام) سے ایسے مطلب کو منسوب کر رہا ہے جو فاطمہ (علیہا السلام)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۴ ص ۲۱۰۔ ۲۔ سورہ احزاب، آیت ۵۷۔

کے شایان شان نہیں ہے۔ اگر یہ مطلب صحیح ہو تو بخشا ہوا گناہ ہے نہ ایک مشکور سعی اور کوشش اس لیے مسلمانوں کی نماز جنازہ دوسرے کے لیے خیر زائد ہے کہ جو اس تک پہنچتا ہے....)۔(۱)

جواب

پہلا جواب یہ کہ: حضرت زہرا علیہا السلام نے بے جہت یہ وصیت نہیں کی، آپؑ نے حکومتی نظام سے سیاسی مقابلے کے لیے اور ان کی بے عدالتی سے لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے، اس طرح کی وصیت کی ہے۔ آپ کا اس عمل سے یہ مقصد تھا کہ لوگوں کے لیے تا روز قیامت ایک سوال قائم رہے کہ دختر پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کی تاریکی میں کیوں دفن کیا گیا ہے؟ اگر لوگ اس وصیت کے حقیقی راز سے واقف ہو جائیں تو خلافت کے غیر شرعی ہونے اور اس وقت کے حکمرانوں کی بے عدالتی کے نتیجہ پر پہنچیں گے نیز اس وصیت سے یہ آپ نے نہیں چاہا کہ یہ لوگ آپ کے جنازے میں شامل ہو کر لوگوں کو یہ احساس دلوائیں کہ ہم مسلمانوں کے حقیقی خلیفہ ہیں اور ہمارا پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہر سیاست دان سمجھ جائے گا کہ اس وصیت نے قیامت کے دن تک اس وقت کی حکومت کی حقیقت کو فاش کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ: ہر شخص کی نماز ہر شخص کے لیے خیر زائد کا سرچشمہ نہیں ہے۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج ۴، ص ۲۴۷ اور ۲۴۸۔ (عرض مترجم: دیکھا اخلاق آل محمد اور دیگر افراد کے اخلاق میں کیا فرق ہے۔ ابن تیمیہ علامہ حلیؒ کو جاہل کہتے ہیں جب کہ ہم نے یہاں تک کہ غاصبان خلافت کے نام احترام سے لیے اس لیے کہ ہمیں یہ اخلاق ائمہؑ نے سکھایا ہے۔)

تیسرا جواب یہ کہ: حضرت زہرا علیہا السلام آیۂ تطہیر اور بعض احادیث کے مطابق، معصومہ ہیں یعنی ہر قسم کے اشتباہ سے محفوظ ہیں۔ (یعنی ان کی وصیت میں خطا اور اشتباہ نہیں ہوسکتا)۔

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی شان میں فرمایا: (**فاطمة بضعة منّی فمن أغضبها اغضبنی**) (۱)۔

(فاطمہ (علیہا السلام) میرا پارۂ تن ہے جس نے بھی انھیں ناراض کیا یقیناً اس نے مجھے ناراض کیا ہے)۔

جنہوں نے اس قسم کی وصیت کی ہے یقینی طور پر خلافت کے نظام اور ان کے رؤساء سے غضب ناک تھیں نتیجہ میں وہ لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کے نزدیک بھی مورد غضب واقع ہوئے ہیں۔ یہ حدیث حضرت زہرا علیہا السلام کی عصمت پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ آپ اپنے تمام امور میں کہ جن میں غضب ناک ہونا بھی شامل ہے معصوم نہ ہوتیں تو خداوند متعال بطور مطلق "بغیر قید و شرط کے" آپ کی تمام چیزوں کے غضب سے غضب ناک نہ ہوتا۔

نتیجہ یہ کہ: حضرت زہرا علیہا السلام نے اپنی اس وصیت سے تا روز قیامت ان لوگوں کے لیے کہ جو خلیفہ اول کی حکومت کی اہمیت کے قائل تھے حجت کو تمام کیا......)۔

چوتھا جواب یہ کہ: ابن تیمیہ کو دراصل حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے حضرت زہرا علیہا السلام کے رات میں دفن ہونے اور ان کی وصیت میں شک و شبہ ہے اسی لیے حضرت

۱۔ صحیح بخاری، ج۴ص۲۱۰۔

زہرا علیہا السلام کی اس بات کے ثابت ہونے کے فرض کی بنا پر اعتراض کرتے ہیں۔ جب کہ شیعہ اور اہل سنت کی معتبر روایتوں کے مطابق وصیت اور رات میں دفن ہونا مسلّمہ امور میں سے ہیں۔

بخاری نے اپنی سند کے ساتھ جناب عائشہ سے نقل کیا ہے: فاطمہ دخترِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجا تا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی میراث (جو فیء مدینہ و فدک وہ کچھ جو خیبر کے خمس سے باقی تھا) واپس لے... جناب ابو بکر نے ان اموال کو دینے سے انکار کیا، فاطمہ (علیہا السلام) اس وجہ سے ابوبکر سے ناراض ہوئیں (غضب کیا) ان سے قطع تعلق کرلیا۔ اور اپنی وفات تک ان سے ہم کلام نہ ہوئیں۔ وہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب اس دنیا سے گذر گئیں تو ان کے شوہر نے انہیں رات مین دفن کیا اور ابوبکر ابن ابی قحافہ کو اطلاع نہیں دی۔ (۱)

مسلم نے نیز حضرت زہرا علیہا السلام کے ابوبکر ابن ابی قحافہ پر ناراض ہونے اور ان کی وفات کے ضمن میں تحریر کیا ہے: (...علی علیہ السلام نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وفات کی خبر جناب ابوبکر کو نہیں دی اور ان کی خود نماز جنازہ پڑھی۔ (۲)

یعقوبی نقل کرتے ہیں ـ: (...فاطمہ (علیہا السلام) نے اپنے شوہر سے وصیت کی تا کہ ان کو غسل دیں...اور رات میں سپرد خاک کریں، سلمان، ابوذر اور ایک نقل کے مطابق عمّار کے علاوہ کسی اور نے تشیع جنازہ میں شرکت نہیں کی)۔ (۳)۔

۱۔ صحیح بخاری، ج۵ص۱۷۷۔ ۲۔ صحیح مسلم، ج۳ص۱۳۸۰ح، ۱۷۵۹۔

۳۔ تاریخ یعقوبی، ج۲ص۱۱۵۔

ابن ابی الحدید رقم طراز ہیں: ہمارے پاس یہ صحیح خبر موجود ہے کہ فاطمہ علیہا السلام اس دنیا سے گزر گئیں جب کہ عمر اور ابوبکر پر غضب ناک تھیں لہٰذا انہوں نے وصیت کی کہ یہ دو افراد (ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب) آپ کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں (۱)۔

استاد توفیق ابو علم نقل کرتے ہیں: (جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے تین وصیتیں کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ افراد جن سے وہ غضب ناک تھیں وہ ان کی تشییع جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان کو رات میں دفن کیا جائے....(۲)۔

۵۔ مصحف فاطمہ زہرا علیہا السلام کیا ہے؟

اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں مصحف (جو حضرت زہرا علیہا السلام سے منسوب ہے) کا ذکر ہوا ہے، نمونے کے طور پر: محمد ابن مسلم امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: (....فاطمہ علیہا السلام نے اپنے بعد ایک مصحف چھوڑا جو قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے)(۳)۔

شیعہ کتابوں میں اسی طرح کی روایات اس بات کا باعث ہوئی ہیں کہ بعض خود غرض یا نادان افراد، شیعوں پر الزام لگائیں کہ شیعہ حضرات کے پاس مسلمانوں کے معروف قرآن کے علاوہ ایک اور قرآن بھی ہے، اس لیے کہ لفظِ مصحف قرآن کریم سے مخصوص ہے اور مصحفِ فاطمہ (علیہا السلام)، یعنی فاطمہ (علیہا السلام) کا قرآن۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۶ ص ۵۰۔

۲۔ اھل البیتؑ توفیق ابو علم ص ۱۸۴۔

۳۔ بصائر الدرجات، ص ۱۵۵ ح ۱۴۔

بعض دوسری روایتوں میں اس طرح ذکر ہوا ہے: (وہ "مصحف فاطمہ" تمہارے قرآن کی طرح اور اس کے تین برابر ہے) اس لیے (تہمت لگانے والے) کہتے ہیں: شیعہ معتقد ہیں کہ موجودہ قرآن اصلی قرآن نہیں ہے اس کی اکثر مقدار حذف شدہ ہے جب کہ انہوں نے تمام احادیث کی طرف توجہ نہیں کی ہے اس لیے کہ خود اہل بیت علیہم السلام نے روایت کے ذیل میں اس نقطے کی وضاحت کی ہے کہ یہ مصحف قرآن نہیں ہے یہاں تک کہ قرآن کی ایک آیت بھی اس میں نہیں ہے۔

بہر حال، ان غلط فہمیوں کی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ اس مطلب کی حقیقت کو واضح کریں:

لفظ مصحف کے معنیٰ

مصحف لغت میں، اس مجموعہ کا نام ہے جو کاغذ میں لکھا ہو یا ان اوراق کا مجموعہ جو ایک جلد میں آ جائے اسے مصحف کہتے ہیں۔

جوہری تحریر کرتے ہیں: (المصحف: هو الجامع للصحف المكتوبة بين الدفتين) (۱)۔

(مصحف وہ چیز کہ جس میں مکتوبات جمع شدہ ہیں کہ وہ دو جلدوں میں مشتمل ہے۔ نتیجہ میں لفظ مصحف لغت میں مطلق جلد کتاب کو شامل کرتا ہے اور قرآن سے مخصوص نہیں ہے۔

لفظِ مصحف، نزول قرآن کے بعد

بغیر کسی شک وشبہ کے لفظ مصحف قرآن کے نازل ہونے کے بعد کثرت سے

۱۔ صحاح اللغۃ، ج ۴، ص ۱۳۸۴؛ تاج العروس، ج ۶، ص ۱۶۱، لسان العرب، ج ۹، ص ۱۸۶ وغیرہ۔

استعمال ہوا ہے، اس انداز سے کہ لفظ قرآن میں مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے لغوی معنیٰ لغو ہو گئے ہیں بلکہ اور دوسرے معنی میں (قرآن کے علاوہ) بھی استعمال ہوا ہے۔

لفظِ مصحف، قرآن اور احادیث میں

قرآن کی طرف رجوع کرنے سے ہم اس بات تک پہنچ سکتے ہیں کہ: لفظ مصحف صرف قرآن کے معنی، میں استعمال نہیں ہوا ہے اس کے باوجود بہت سے نام اس پر اطلاق ہوئے ہیں کہ بعض نے پچاس نام سے زیادہ ذکر کیے ہیں۔

اسی طرح احادیث کی طرف رجوع کرنے سے ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصحف کو بہ عنوان علم قرآن کے متعلق استعمال نہیں کیا ہے۔ تاریخ میں ذکر ہوا ہے کہ: پہلی مرتبہ یہ لفظ جناب ابوبکر کی خلافت کے دور میں خدا کی کتاب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

سیوطی نقل کرتے ہیں: (**لمّا جمع ابو بكر القرآن قال سمّوه ،فقال بعضهم :سمّوه انجيلا فكرهوه .وقال بعضهم :سمّوه السفر فكرهوه من يهود.فقال ابن مسعود :رأيت بالحبشة كتاباً يدعونه المصحف فسمّوه به**) (۱)۔

(جب جناب ابوبکر نے قرآن کو جمع کیا، تو حکم دیا کہ اس کا نام رکھا جائے۔ بعض نے (انجیل نام رکھا، کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ راضی نہیں ہوئے دوسرے گروہ نے اس کا، سفر نام رکھا کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ یہودیوں کی وجہ سے اس نام پر راضی نہیں ہوئے لیکن ابن مسعود نے کہا: میں نے

۱۔ الاتقان، ج۱، ص ۵۳۔

حبشہ میں ایک کتاب دیکھی تھی کہ اس کو مصحف کہتے ہیں، لہذا قرآن کا نام ''مصحف'' رکھا۔

ڈاکٹر امتیاز احمد کتاب (دلائل التوثیق المبکر للسنۃ والحدیث) میں تحریر کرتے ہیں: لفظ مصحف خصوصاً قرآن کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ بہت سے مقامات میں کتاب کے معنی میں نیز استعمال ہوا ہے اس موقع پر اس مطلب کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر صاحب نے شواہد پیش کیے ہیں: (۱)۔

ڈاکٹر ناصر الدین اسد تحلیل کرتے ہیں: (بہت سے مقامات پر لکھی ہوئی چیز کی جمع آوری پر مصحف کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس سے ان کا مقصد مطلق کتاب ہے، نہ فقط قرآن۔)(۲)

استاد بکر ابن عبد اللہ اپنی کتاب معرفۃ النسخ والصحیفۃ الحدیثیۃ میں تحریر کرتے ہیں: (لفظِ مصحف ان اصطلاحات میں سے ہے جو لکھے ہوئے اقسام پر اشارہ کرتا ہے کہ جس میں سنت مدوّن و مرتب ہوئی ہے،)(۳)۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مصحف کو تحریر کرنے والا کون ہے؟

روایت کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف فاطمہ کے کاتب علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے، حماد ابن عثمان نے مصحف فاطمہ علیہا السلام کے متعلق امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام جو کچھ بھی سنتے تھے لکھتے تھے تب جا کر مصحف کی شکل میں ہوا۔(۴)

۱۔ دلائل التوثیق المبکر للسنۃ والحدیث، ترجمہ ڈاکٹر عبد المعطی، ص ۲۶۸۔
۲۔ مصادر الشعر الجاہلی، ص ۱۳۹۔
۳۔ معرفۃ النسخ، ص ۲۸۔
۴۔ اصول کافی ج ۱، ص ۲۴۰ حدیث ۲۔

ابوعبیدہ نیز امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''...علی علیہ السلام اس کو تحریر کرتے تھے اور یہ وہی مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے۔''(۱)

علی ابن حمزہ نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (.... ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام اور علی علیہ السلام کی تحریر ہے۔)

مصحف کا املاء کرانے والا کون ہے؟

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ املاء کرانے والا خود خداوند ہے۔ ابو بصیر نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''بیشک ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور کس چیز نے ان کو مصحف فاطمہ علیہا السلام سے آشنا کیا ہے؟ ... یقیناً وہ مکتوب ہے کہ جس کو خدا نے املاء کرایا ہے اور آپ پر الہام کی ہے۔)(۲)

بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ املاء کرانے والا فرشتہ تھا۔(۳)

نیز بعض دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ املاء کرانے والے جبرئیل تھے اور بعض روایات نے املاء کرانے کو والے خود رسول خدا ﷺ کی ذات سے متعارف کرایا ہے۔(۴)

روایات کے جمع کرنے سے ہم یہ نتیجہ اُخذ کرسکتے ہیں کہ خداوند عالم نے عام و خاص فرشتے کے ذریعے پیغمبر اکرم ﷺ تک پہنچایا ہے۔ اور پیغمبر اکرم ﷺ حضرت زہرا ☆

۱۔ اصول کافی ج۱ ص۲۴۱ حدیث ۵۔

۲۔ بصائر الدرجات، ص۱۵۲، حدیث۳۔

۳۔ اصول کافی ج۱ ص۲۴۵، حدیث۲۔

۴۔ بصائر الدرجات ص۱۵۷، حدیث۱۔

کے لیے پڑھتے تھے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام اس کو تحریر کرتے تھے۔ نیز اس کے بعض حصے بطور مستقل جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت زہرا علیہا السلام پر نازل ہوئے ہیں۔

حضرت زہرا علیہا السلام سے اس مصحف کے منسوب ہونے کا راز جب کہ کتابت حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے کی ہے یہ ہے کہ مصحف کے الہام شدہ مطالب اور اس کے خطابات حضرت زہرا علیہا السلام سے مخاطب ہیں۔

مصحفِ فاطمہ علیہا السلام ایک تاریخی کتاب

وہ چیز جس کا مصحفِ فاطمہ علیہا السلام کے متعلق یقینی طور پر انکار ہوا ہے وہ دو چیزیں ہیں:

۱۔ قرآن

اکثر روایات میں کہ جن میں مصحف فاطمہ علیہا السلام کا ذکر ہوا ہے صراحت سے اس نکتے کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ وہ مکمل قرآن تو نہیں ہے بلکہ قرآن کی آیات میں سے ایک آیت بھی اس میں ذکر نہیں ہوئی ہے محمد ابن مسلم امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ فاطمہ علیہا السلام نے ایک مصحف اپنے بعد چھوڑا کہ وہ قرآن نہیں ہے(۱)۔

علی ابن حمزہ نے عبد صالح (امام کاظم علیہ السلام) سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا: ''مصحفِ فاطمہ علیہا السلام ہمارے پاس ہے کہ جس میں قرآن کی آیتوں میں سے ایک آیت بھی نہیں ہے۔''(۲)

۱۔ بصائر الدرجات ص۱۵۵، حدیث۱۴۔ ۲۔ بصائر الدرجات ص۱۵۴، حدیث۸۔

۲۔شرعی احکام

نہ تنہا مصحف فاطمہ علیہا السلام میں قرآن کی آیات نہیں بلکہ احکامِ حلال اور حرام بھی موجود نہیں ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: (...آگاہ رہو کہ مصحف فاطمہ علیہا السلام میں حلال وحرام کا کوئی حکم نہیں ہے...)(۱)۔

مصحف فاطمہ علیہا السلام کے بعض مضامین

کسی روایت میں بھی مصحفِ فاطمہ علیہا السلام کے تمام مضامین کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے، لیکن روایات کے مجموعے سے مندرجہ ذیل مضامین حاصل ہوتے ہیں۔:

۱۔پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام

ابوعبیدہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں فاطمہ علیہا السلام اپنے باپ کے بعد پچھتر دن زندہ تھیں ان ایام میں باپ کی دوری کی وجہ سے شدت سے ناراحت اور پریشان تھیں ۔جبرئیل ہمیشہ ان پر نازل ہوتے تھے اور ان کے باپ کی مصیبت پر تسلیت اور تعزیت پیش کرتے تھے اور ان کی دل جوئی کرتے تھے اور اسی طرح ان کے باپ کے مقام اور منزلت سے انھیں باخبر کرتے تھے...علی علیہ السلام اس کو لکھتے تھے اور یہ ہے مصحف فاطمہ علیہا السلام۔(۲)

۲۔حضرت زہرا علیہا السلام کی ذریت کا مستقبل

اسی صحیح روایت میں مذکور ہے: (...اور [جبرئیل] اس چیز کی جو آپ اور آپ کی

۱۔اصول کافی، ج۱، ص۲۴۰، حدیث۲۔ ۲۔اصول کافی، ج۱، ص۲۴۱، حدیث۵۔

ذریت پر وارد ہوگی آپ کو خبر دیتے تھے)۔

۳۔علمِ حوادث

امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: (لیکن مصحف فاطمہ علیہا السلام، ان امور کے متعلق ہے جو مستقبل میں رونما ہوں گے)(۱)۔

اسی طرح حمّاد ابن عثمان کی امام صادق علیہ السلام سے منقول حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: (...آگاہ رہو! اس میں (مصحفِ فاطمہ علیہا السلام میں) حلال اور حرام نہیں بلکہ اس میں ایسے امور کا علم ہے جو مستقبل میں رونما ہوں گے)۔(۲)

۴۔فاطمہ علیہا السلام کی وصیت

سلیمان ابن خالد امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: (مصحفِ فاطمہ علیہا السلام کو باہر لائیے، اس لیے کہ اس میں وصیتِ فاطمہ علیہا السلام ہے۔(۳)

۱۔بحارالانوار، ج۲۶، ص۱۸ حدیث۱۔

۲۔اصول کافی ج۱ص۲۴۰ حدیث۲۔

۳۔اصول کافی، ج۱ص۲۴۱ حدیث۴۔

۶۔فدک کیا ہے اور حضرت زہرا علیہا السلام نے اس کا مطالبہ کیوں کیا؟

شیعہ معتقد ہیں کہ فدک رسول اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت تھی اور آپ نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی کو بخشی ہے اور خلفا نے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد زبردستی حضرت زہرا علیہا السلام سے غصب کیا۔ بعض اہل سنت، جیسے ابن تیمیہ اور دوسرے اس موضوع کے منکر ہیں۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ نہیں سنا گیا کہ فاطمہ (علیہا السلام) نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فدک بخشا تھا اور کسی نے بھی اس بخشش کی شہادت اور گواہی نہیں دی (۱)۔

اسی وجہ سے موضوع کے اہم ہونے کے اعتبار سے، اس بحث کی جدیت آوری کے ساتھ تحقیق ہونی چاہیے۔

فدک کا جغرافیہ

حموی معجم البلدان میں تحریر کرتے ہیں: (فدک جو حجاز میں ایک دیہات ہے مدینے سے دو یا تین روز کے راستے پر واقع ہے۔ اس سرزمین کے رہنے والے شروع ہی سے یہودی تھے۔ (۲)

بلاذری رقم طراز ہیں: (فدک کے رہنے والے یہودی قبیلے میں سے تھے جو ہجرت کے ساتویں سال تک وہاں زندگی بسر کرتے تھے یہاں تک کہ خداوند متعال نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں خوف اور ہیبت ڈالی اسی لیے وہ اس بات کے لیے تیار ہوئے کہ رسول خدا ﷺ سے فدک کے آدھے حصے پر (بعض روایتوں کے مطابق پورے حصہ پر) صلح کریں (۳)۔

۱۔منہاج السنۃ، ج۴، ص۲۳۰۔ ۲۔یاقوت حموی، معجم البلدان، ج۴، ص۲۳۸۔

۳۔فتوح البلدان، بلاذری، ص۴۲۔۴۶۔

ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں: (اہل خیبر کا ایک گروہ وہاں باقی رہ گیا تھا وہ افراد جمع ہوئے اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے درخواست کی کہ ان کی جان محفوظ رہے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو قبول کیا۔

اہل فدک جب اس معاہدے سے باخبر ہوئے انہوں نے بھی اس معاہدے کو قبول کیا، سرزمین فدک کیوں کہ صلح کے ذریعے حاصل ہوئی ہے تو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت بن گئی، اس لیے کہ لشکرِ اسلام نے اس (فدک) کو جنگ اور قتال اور طاقت کے زور سے حاصل نہیں کیا تھا۔ (۱)

طبری تحریر کرتے ہیں: خیبر کے یہودیوں نے خوف کی وجہ سے جب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی اس کے بعد فدک کے یہودیوں نے کسی کو رسول خدا ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ ان کے ساتھ نصفِ فدک کے لیے مصالحت کریں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصالحت کو قبول کیا، اور اس کے بعد فدک رسول خدا ﷺ کی خصوصی ملکیت ہوگئی اس لیے کہ لشکر اسلام نے اسے جنگ اور قتال کے ذریعے حاصل نہیں کیا۔) (۲)

علامہ قزوینی تحریر کرتے ہیں: معتبر کتابوں سے جو ہمیں معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ فدک ایک قریے کا نام ہے جو طاقت اور جنگ کے ذریعے حاصل نہیں ہوا ہے اور رسول خدا ﷺ نے اس کو بغیر کسی جنگ کے اور مصالحت سے لیا ہے، اسی لیے پیغمبر اکرم ﷺ کی خصوصی ملکیت ہے اور مسلمانوں کے غنائم جنگی میں شامل نہیں ہے۔ اس مطلب پر امت اسلامی کا

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۶، ص۲۱۰۔

۲۔تاریخ طبری۔

اجماع ہے اور علماء میں سے کسی نے اس بات پر اختلاف نہیں کیا ہے)۔(۱)

سید ابن طاوسؒ کہتے ہیں: (فدک کے ما حصل کو نصاب اول میں، ہر سال چوبیس ہزار دینار اور نصاب دوم میں ستر ہزار دینار محاسبہ کرتے تھے)(۲)۔

بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ عمر ابن خطاب بھی معتقد تھے کہ فدک رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت ہے۔

سمہودی اور دوسروں نے نقل کیا کہ عمر ابن خطاب نے فدک کے متعلق کہا: میں اس موضوع پر تم سے بات کروں گا: بیشک خدا نے فیء کو اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص کیا اور اسے کسی اور کو عطا نہیں فرمایا... اس لیے یہ فیء (فدک) رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت ہے....)۔(۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن خطاب معتقد تھے کہ فدک رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت ہے۔ نتیجے میں آنحضرتؐ کے بعد آپ کی وارثہ جو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تک منتقل ہونی چاہیے۔

فدک قرآن کریم کی روشنی میں

خداوند متعال فرماتا ہے: (وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلاَرِكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

۱۔ فدک، ص۲۹۔
۲۔ کشف المحجہ، ص۹۴۔
۳۔ سمھودی، وفاء الوفاء، ج۲، ص۱۵۸؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۱۶، ص۲۲۲۔

قَدِيرٌ ۔ مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لاَيَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُم)(۱)۔

(اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال غنیمت اپنے رسول کو دلوایا ہے جس کے لیے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ تو جو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسول کو دلوایا ہے وہ سب اللہ، رسول اور رسول کے قرابت دار، ایتام، مساکین، اور مسافران غربت زدہ کے لیے ہے تاکہ سارا مال صرف مال داروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے)۔

فیء (فاء یفیٔ) سے مشتق ہے جو رجوع کے معنی میں ہے اور اس سے مراد، وہ غنیمت ہے جو پیغمبر ﷺ نے اپنی حیات میں بغیر کسی جنگ اور دوڑ دھوپ کے اس کو حاصل کیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے اور آپؐ کی حیات کے بعد ذوی القربی اور رشتہ داروں کے لیے ہے۔ وہ (ذوی القربی) اس میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتے ہیں اور وہ ہرگز مسلمانوں کے بیت المال میں سے نہیں اور مسلمانوں کے حوالے نہیں ہوگی۔

فخر رازی (عظیم مفسر اہل سنت) ان آیات کے ذیل میں رقم طراز ہیں: (اصحاب نے رسول خدا ﷺ سے درخواست کی کہ فیء کو لوگوں میں تقسیم کریں؟ جیسے غنیمت کو تقسیم کیا خداوند متعال نے اس آیۂ کریمہ میں فیء اور غنیمت میں کو فرق بیان کیا۔ وہ غنیمت جو جنگ و قتال کے ذریعے حاصل ہوئی ہو اس میں تمام مسلمان شریک ہیں، اس لیے تمام جنگجو افراد میں تقسیم ہوگی، لیکن فیء کو حاصل کرنے میں کوئی شخص مداخلت کا حق نہیں رکھتا اس لیے کہ وہ رسول

۱۔ سورہ حشر آیت ۶، ۷۔

خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت قرار پائے گی ، اور اس کا امر بھی خود آپ کے اختیار میں ہے اور وہ جس کو چاہیں بخش دیں)۔(۱)

علامہ طباطبائیؒ کہتے ہیں؛ "فللّٰہِ وللرّسولِ" سے مراد فیء ہے جو خدا اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہے، اور جہاں بھی رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناسب سمجھیں استعمال کر سکتے ہیں، اور اپنے لیے بھی مخصوص کر سکتے ہیں، اور "ذوی القربیٰ" سے مراد رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں جیسے کہ اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے....)(۲)۔

فدک تاریخ کی روشنی میں

شہید صدر (رہ) کہتے ہیں: "فدک جب سے تاریخ اسلام کا جزء بنا اس وقت سے، رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھی اس لیے کہ سرزمین فدک قتل و غارت اور جنگ و جدال کے ذریعے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی بیٹی زہرا علیہا السلام کو بخشا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک ان کی بیٹی کے پاس تھی اور ابو بکر ابن ابی قحافہ نے (صاحب صواعق محرقہ کی تعبیر کے مطابق) اس کو زبردستی حضرت زہرا علیہا السلام سے چھین لیا (۳) اور تمام مسلمانوں کے مالی مصادر اور حکومت کی ثروتوں میں سے ہوگئی۔ جب عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوئے تو انہوں نے فدک کو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثوں کو پلٹایا" (۴)۔

۱۔تفسیر فخر رازی، سورہ حشر کی ۶ اور ۷ کے ذیل میں۔ ۲۔تفسیر المیزان انہی آیات کے ذیل میں۔
۳۔ھیتمی، صواعق المحرقہ، ص ۳۸۔ ۴۔فدک در تاریخ، ص ۳۵ اور ۳۶۔

لیکن جس وقت معاویہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں پر خلیفۂ مسلمین کے عنوان سے زبردستی متعارف کیا، اس اہل بیت علیہم السلام کے پامال شدہ حق کو کھیل بنایا اور اپنے ہوائے نفس کے مطابق اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

ایک حصہ مروان کو اور دوسرا حصہ عمر ابن عاص کو اور تیسرا حصہ اپنے بیٹے یزید کے حوالے کر دیا۔ اس انداز سے فدک کی ملکیت کچھ مدت کے لیے دست بہ دست گھوم رہی تھی یہاں تک کہ مروان کی حکومت میں پوری کی پوری اس کے اختیار میں آگئی اور اس کے بعد عمر ابن عبد العزیز کے ہاتھ میں آئی انہوں نے خلیفہ ہونے کے بعد فدک کو فاطمہ علیہا السلام کی اولاد وذریت کو واپس کیا....(۱)۔

جب یزید ابن عبدالملک حاکم وقت ہوئے تو فدک کو فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سے واپس لیا اور بنی مروان کے حوالے کیا یہاں تک کہ اس کی حکومت منقلب اور ختم ہوگئی (۲)۔

جب عباسیوں کی حکومت آئی ابو عباس سفاح نے اپنے قیام کے ذریعے اور خلافت حاصل کرنے کے لیے فدک کو عبدا...بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے کیا اور اس کے بعد ابوجعفر منصور نے، اس کو اپنی خلافت میں بنی الحسن سے دوبارہ واپس لے لیا لیکن مختصر وقت کے بعد مہدی ابن منصور نے متعدد مرتبہ فاطمیوں (اولاد فاطمہؑ) کے حوالے کیا اور دوبارہ مہدی کے بیٹے موسیٰ نے ان سے واپس لیا....(۳) اس کے بعد ہمیشہ فدک، عباسیوں کے ہاتھ میں

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶، ص ۲۷۸۔
۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶، ص ۲۱۶۔
۳۔شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۱۶ سے ۲۱۷۔

رہا یہاں تک کہ مأمون کی حکومت آئی تو اس نے دوسودس ہجری میں اولاد فاطمہؑ کو واپس کیا .....(۱) لیکن جس وقت متوکل عباسی خلافت پر متمکن ہوا فدک کو اولاد فاطمہؑ سے واپس لے لیا اور عبداللہ ابن عمر بازیار کو بخشا۔اس وقت فدک کے گیارہ وہ درخت تھے جو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے کاشت ہوئے تھے۔عبداللہ ابن عمر بازیار نے ایک شخص بشران ابن امیہ ثقفی کو مدینے کی طرف بھیجا بشران نے ان کھجور کے درخت کو کاٹا اور واپس آنے کے بعد اس کو فالج ہو گیا)۔(۲)

ایک شبہ اور اس کا جواب

یاقوت حموی صاحب معجم البلدان فدک کی بحث میں اور ابن منظور افریقی نیز ''فدک'' کے مادہ میں تحریر کرتے ہیں: علی (علیہ السلام) اور عباس فدک کے متعلق ایک دوسرے سے نزاع اور اختلاف رکھتے تھے۔علی (علیہ السلام) فرماتے تھے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں فدک فاطمہ (علیہا السلام) کو بخشا لیکن جناب عباسؓ اس کے منکر تھے اور کہتے تھے: فدک رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت ہے، اس لیے میں اس کا وارث ہوں اس نزاع کو عمر ابن خطاب کے پاس لے کر آئے۔اور عمر بن خطاب نے ان کا فیصلہ کرنے سے پرہیز کیا اور کہا: خود بہتر جانتے ہو، میں اس (فدک) کو تم دونوں کے حوالے کرتا ہوں۔(۳)

۱۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۶ اور ۴۷۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۱۷۔

۳۔ معجم البلدان، ج ۴، ص ۲۳۸، لسان العرب، مادۂ فدک۔

ان دونوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن خطاب نے فدک کو جناب عباسؓ اور علی علیہ السلام کے حوالے کیا۔لیکن تحقیق کے ساتھ ہم اس بات تک پہنچے گے کہ ان دونوں کے درمیان جو نزاعی کا موضوع تھا اور عمر نے ان دونوں کو دیا وہی پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ تھا جو (حوائط سبعه) سے تعبیر ہوا ہے نہ فدک سے۔**اور اس مطلب پر ان شواہد کو قائم کیا جاسکتا ہے:**

۱۔اہل سنت کے نقل کے مطابق امام علی علیہ السلام اور جناب عباسؓ میں اختلاف، پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی چیزوں میں سے اموال بنی نضیر میں تھا۔(۱)

۲۔بعض روایات واضح طور پر اس بات کی دلیل ہیں کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب نے فدک اور خیبر کے اموال کو لیا اور کسی کو نہیں دیا اور فقط عمر ابن خطاب نے رسول خداؐ کے فوق الذکر صدقہ کو جو مدینہ میں تھا۔علی علیہ السلام اور جناب عباسؓ کو واپس کیا۔

مسلم نقل کرتے ہیں: فاطمہ (☆) نے رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر ابن ابی قحافہ سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا ''جو رسول خدا نے اپنے بعد چھوڑی تھی اور وہ فيء میں سے ہے'' کہ وہ میراث آپ کو دیں ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: رسول خدا ﷺ نے میراث کے طور پر کسی چیز کو نہیں چھوڑا ہے جو کچھ بھی ہے صدقہ ہے۔فاطمہ☆ نے خیبر اور فدک اور مدینہ والے صدقے کے حصے کا مطالبہ کیا، ابوبکر ابن ابی قحافہ نے اس کے دینے سے انکار کیا ...لیکن پیغمبرؐ کے مدینے والے صدقہ کو'' کہ جسے حوائط سبعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے علی (-) اور جناب عباسؓ کو دیا لیکن عمر ابن خطاب نے خیبر اور فدک کے اموال کو اپنے پاس رکھا اور کہا: یہ

۱۔ شرح بن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۲۱؛ سمہودی، وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۵۸۔

دونوں رسول خدا ﷺ کا وہ صدقہ ہیں کہ جو ولی امر مسلمین کو ملنا چاہئے....)(۱)۔

فضل ابن روز بہان نیز اس مطلب کی تائید کرتے ہیں کہ جو کچھ علی علیہ السلام اور جناب عباسؓ کو عمر ابن خطاب نے واپس کیا وہی بنی نضیر کا حصہ تھا(۲)۔

۳۔بعض مورخین کہتے ہیں: عثمان ابن عفان نے فدک مروان بن حکم کو دیا لیکن تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ عثمان ابن عفان نے اہل بیت علیہم السلام سے چھین کر مروان کو دیا۔ نتیجہ میں فدک ابوبکر ابن ابی قحافہ و عمر ابن خطاب سے عثمان ابن عفان تک منتقل ہوا ہے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دعوے

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام نے ابوبکر ابن ابی قحافہ سے فدک لینے کے لئے اپنے برحق ہونے کے دعوے کو تین طریقوں سے بیان کیا ہے، تا کہ آپ غاصب کو قائل کر کے اپنے حق کو لے لیں۔ افسوس کے ساتھ عناد اور دشمنی کی وجہ سے آپؑ کے ان تین دعووں میں سے ایک پر بھی عمل نہیں ہوا۔ اور انہوں نے حضرت زہرا علیہا السلام کے مسلّم حق کو غصب کیا اور آپؑ کو واپس نہیں دیا:

۱۔فدک فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہدیہ

۲۔میراث ہونے کا دعویٰ

۳۔ذوی القربیٰ کا دعویٰ

۱۔صحیح مسلم، باب قول النبی ''لا نورث ما ترکناہ صدقة'' از کتاب الجہاد، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب فرض الخمس، مسند احمد، ج۱، ص۶، ۹۔

۲۔دلائل الصدق، ج۳، ص۲۳۔

۱۔فدک فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہدیہ

اہل سنت کی روایات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کو اپنی حیات میں حضرت زہرا علیہا السلام کو بخشا ہے۔

سیوطی الدّر المنثور میں ابی سعید خدری سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے: (جب یہ آیت: (وَ آتِ ذالقربیٰ حقّہ) پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام کو بلایا اور فدک کو انہیں عطا کیا)(۱)۔

ابن ابی الحدید اپنی سند کے ساتھ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: فاطمہ علیہا السلام ابوبکر ابن ابی قحافہ کے پاس آئیں اور فرمایا: ''بیشک میرے والد نے فدک کو مجھے بخشا اور علی علیہ السلام اور ام ایمن نیز اس پر گواہی دیں گے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: تم اس کے متعلق سچی ہو۔ اس وقت حکم دیا تا کہ ایک پوست کا ٹکڑا لائیں اور اس پر تحریر کیا کہ فدک فاطمہ (علیہا السلام) کو دے دیں۔ فاطمہ (علیہا السلام) ابوبکر ابن اُبی قحافہ کے ہاں سے واپس آئیں تو راستے میں عمر سے ملاقات ہوئی اس نے سوال کیا: کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے پورا واقعہ بتایا عمر نے تحریر کو لیا اور ابوبکر کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا: کیا یہ تحریر تم نے فاطمہ (علیہا السلام) کو دی ہے؟

ابوبکر نے کہا: جی ہاں۔ عمر نے کہا: علی علیہ السلام کو اپنی گواہی میں اپنا فائدہ مدنظر ہے اور ام ایمن بھی ایک عورت ہے، لہٰذا عمر نے اپنے آب دہان سے لکھی ہوئی عبارت کو مٹا دیا اور اسے پھاڑ دیا۔(۲)

۱۔تفسیر در المنثور، ج۴، ص۱۷۷، میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۸، کنز العمال، ج۲، ص۱۵۸۔

۲۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۶، ص۲۷۴۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے فدک فاطمہ☆ کو بخشنے کا اقرار کیا ہے لیکن عمر کا دعویٰ ہے کہ علی - کا مذکورہ گواہی سے اپنا ذاتی مفاد مدنظر ہے، یہ کذب محض ہے اور وہ روایات جو رسول خدا ﷺ سے علی علیہ السلام کی شان میں منقول ہیں اس سے سازگار نہیں ہیں، اس لیے کہ بطور حتمی علی - اصحاب کساء میں سے ہیں کہ خدا نے ان کی شان میں آیۂ تطہیر اور آیۂ عصمت کو نازل کیا ہے۔ (۱) علی علیہ السلام وہ ہیں جو قرآن کے ساتھ اور قرآن علی (علیہ السلام) کے ساتھ ہے۔ (۲) اس لیے کسی کو حق نہیں کہ آپ کی گواہی پر اعتراض کرے۔ وہ خود آیۂ مباہلہ کی صراحت کے مطابق نفسِ رسول خدا ﷺ ہیں۔ (۳) نفس پیغمبرؐ ہونے کے اعتبار سے علیؑ تمام فضائل اور کمالات میں آپؐ کے مساوی اور برابر ہیں۔

اگر کوئی عمر ابن خطاب کے دفاع میں کہے کہ آیۂ کریمہ: (وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ) (۴)۔

(اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں)۔

دلالت کرتی ہے کہ یا دو مرد گواہی اور شہادت دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور یہ کہ حضرت زہرا علیہا السلام کی فدک کے متعلق گواہی کامل نہیں تھی اسی وجہ سے عمر نے قبول نہیں کیا۔؟

جواب میں ہم کہیں گے: آیات میں اگر عموم ہے تو اس کو تخصیص لگانی چاہیے ان موارد

۱۔ صحیح مسلم، ج۷، ص۱۳۰۔ ۲۔ صواعق المحرقہ، ص۷۶۔

۳۔ صحیح مسلم، ج۷ ص۱۲۱۔ ۴۔ سورہ بقرہ/آیت ۲۸۲۔

سے جو نص آیات سے خارج ہوئے ہیں اس لیے کہ بہت سی آیات اور روایات علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کی عصمت اور ان کے ہر قسم کے گناہ، اشتباہ، خطا اور نسیان سے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

تاریخ میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے پیغمبرؐ نے اپنی ازواج کو حجرے بخشے ہوں قرآن بطور واضح دلالت کرتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے حجرے آپؐ کی ملکیت ہیں، جیسے خداوند فرماتا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ) (۱)

(اے صاحبان ایمان خبردار! پیغمبر کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تمہیں آنے کے لیے اجازت نہ دے دی جائے)۔

اب ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کیسے حجروں کے متعلق پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے دعوے کی تصدیق کی۔ لیکن حضرت زہرا علیہا السلام کے فدک کے دعوے کو قبول نہیں کیا۔ جب کہ آپ علی علیہ السلام اور امّ ایمن کو شاہد کے طور پر لائیں۔

۲۔ میراث کا دعویٰ

فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جب دیکھا اس طریقہ سے اپنے حق کو ان سے نہیں لے سکتیں تو آپؑ نے دوسرا راستہ انتخاب کیا۔

ابن ابی الحدید، ابی بکر جوہری سے نقل کرتے ہیں: جب فاطمہ علیہا السلام کو خبر ملی کہ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے ارادہ کیا ہے کہ آپؑ کو اپنی میراث سے محروم کرے تو آپؑ نے اپنا مقنعہ

۱۔ سورہ احزاب آیت ۵۳۔

اوڑھا اور مسجد کی طرف اپنی قوم (بنی ہاشم اور اپنے چاہنے والوں) کے ساتھ ابوبکر ابن ابی قحافہ کے پاس آئیں اور خطبہ کے ضمن میں فرمایا: کیا تم اس فکر کے ساتھ کہ میرے لیے میراث نہیں ہے جاہلیت کے حکم پر عمل کرتے ہو.........)(۱)۔

حلبی اپنی کتاب سیرہ میں نقل کرتے ہیں: (فاطمہ زہرا (علیہا السلام) نے ابوبکر ابن ابی قحافہ سے فرمایا: تمہاری میراث کا حق دار کون ہے؟ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: میری اہل اور اولاد آپ نے فرمایا: تو میں اپنے بابا کی میراث کی حق دار کیوں نہیں ہوں؟ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا: میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم میراث کے طور پر کوئی چیز نہیں چھوڑتے۔ فاطمہ (علیہا السلام) ابوبکر ابن ابی قحافہ کی بات سے غضب ناک ہوئیں اور ان سے اپنی وفات تک رابطہ منقطع کیا۔)(۲)

نیز نقل کرتے ہیں: فاطمہ (علیہا السلام) دخترِ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر ابن ابی قحافہ کے پاس آئیں وہ منبر پر تھے اور فاطمہ (علیہا السلام) نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: اے ابوبکر ابن ابی قحافہ! کیا خدا کی کتاب میں موجود ہے کہ تمہاری بیٹی تمہاری میراث کی حق دار ہے، لیکن میں اپنے بابا کی میراث کی حق دار نہیں ہوں؟ ابوبکر ابن ابی قحافہ کو یہ بات ناگوار لگی اور وہ روئے۔ اس وقت منبر سے نیچے اترے اور ایک خط لکھا اور آپ کو فدک دے دیا اس وقت عمر ابن خطاب آئے اور انہوں نے ابوبکر سے مخاطب ہوکر کہا: کہاں سے اس طرح مسلمانوں میں انفاق کر رہے ہو؟ اس وقت خط کو لیا اور پھاڑ دیا۔ (۳)

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۶ص۲۱۱۔ ۱۔سیرۂ حلبی ج۳ص۳۸۹۔

۲۔ سیرۂ حلبی ج۳ص۳۹۱۔

قرآن میں انبیاء کی میراث کا ذکر

خداوند جناب زکریاؑ کے قول کو نقل فرماتا ہے: (وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتْ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ـ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا)(۱)۔

(اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اب مجھے ایک ایسا ولی و وارث عطا فرما دے۔ جو میرا اور آل یقوب کا وارث ہو اور پروردگار اسے اپنا پسندیدہ بھی قرار دی دے)۔

مزید جناب زکریاؑ کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے: (رَبِّ لا تَذَرْنِي فرداً وَأنتَ خَيرُ الوارِثِينَ)(۲)۔

(پرودگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے)۔

نیز فرماتا ہے: (وَوَرِثَ سُلَيمانُ داوُدَ)؛(۳)۔

(اور پھر سلمان داوٗد کے وارث ہوئے)۔

ان آیات میں میراث سے مراد مالی میراث ہے علم اور معرفت کی میراث نہیں ہے۔

ان مندرجہ ذیل نکات کی وجہ سے:

۱۔سورہ مریم، آیت ۵۔۶۔

۲۔سورہ انبیاء، آیت ۸۹۔

۳۔سورہ نمل، آیت ۱۶۔

الف: عرف اور لغت کے مطابق ہونا

وارث کی میراث کا لفظ، جس وقت لغت اور عرف میں استعمال ہو، اس سے مراد مال ہے نہ علم و معرفت کی میراث۔ اگر عرف میں کہا جائے: فلاں شخص فلاں شخص کا وارث ہے، یعنی اس کے مال کا وارث ہے نہ علم کا وارث۔ مگر یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف موجود ہو۔ جس سے مراد علم ہو، جیسے قول خداوند متعال (وَأَوْرَثنا بَنِي اِسرائيلَ الكِتاب) (۱)۔
(اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے)۔

یا یہ آیۂ کریمہ: (ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا) (۲)۔
(پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا)۔

یا یہ حدیث (العلماء ورثة الأنبياء) (علماء انبیاء کے وارث ہیں)۔

اب اگر حضرت زکریاؑ کا خدا سے سوال اور درخواست علم میں وارث ہونے کی تھی تو اس طرح سوال کرتے (یرثنی فی علمی ویرث من آل یعقوب النبوة) (میرے علم میں سے اور یعقوب میں سے نبوت کی میراث پائے) اس لیے کہ مجاز کوئی قرینہ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ مخصوصاً آپ کے کلام میں ایسا قرینہ ہے کہ جس میں میراث سے مراد مالی میراث ہے اس لیے کہ وہ خداوند عالم سے عرض کر رہے ہیں: (خِفتُ المَوالِيَ من وَرائِی)۔ (۳) اور ''موالی'' سے مراد ان کے چچازاد بھائی ہیں اور حضرت زکریاؑ ان سے خائف تھے کہ وہ

۱۔ سورہ غافر، آیت ۵۳۔
۲۔ سورہ فاطر، آیت ۳۲۔
۳۔ سورہ مریم آیت ۵۔

ان کے اموال شریعت کے خلاف استعمال کریں اس وجہ سے ظاہر آیات دلالت کرتی ہے کہ حضرت کا سوال اور خدا سے درخواست، ذرّیت اور نسل کی تھی تاکہ آپ کے بعد آپ کے اموال کے وہ وارث ہوں اور حق و شریعت کے راستے میں استعمال کریں۔

فخر رازی ان دونوں آیتوں کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں: میراث سے مراد، مال کی وراثت ہے، اور یہ ابن عباس، حسن اور ضحاک کا بیان ہے اور نبوت کی وراثت کا بیان فقط ابی صالح سے نقل ہوا ہے۔ (۱)۔

ب: ظاہر فہم کے مطابق ہونا

صحابہ اور غیر صحابہ ''**ماترکناه صدقة**'' میں میراث سے مراد مالی میراث سمجھے ہیں نہ علمی میراث، اور میراث علمی کے نقل کرنے والے صرف ابوبکر ابن ابی قحافہ ہیں۔

ج: عقل کے مطابق ہونا

علم، نبوت اور معرفت، ایسی صفات میں سے نہیں ہیں کہ انسان ان کو میراث کے طور پر چھوڑے، بالکل ان کو میراث کے طور پر نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ ورنہ اس بات کا لازمہ یہ ہوگا کہ حضرت آدمؑ کی ساری اولاد پیغمبر اور عالم ہے اس لیے خداوند متعال فرماتا ہے:
(وَعَلَّمَ آدَمَ الأسماء كلَّها)؛ (۲)۔
(اور خدا نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی)۔

اور اسی طرح اس بات کا یہ لازمہ بھی ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تمام اولاد عالم اور پیغمبر ہو جب کہ ایسا نہیں ہے۔

۱۔ تفسیر فخر رازی، ان دو آیتوں کے ذیل میں۔ ۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۱۔

د: شریعت کے مطابق ہونا

محمد ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں قتادہ سے نقل کرتے ہیں: رسول خدا ﷺ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تھے: (وَاِنّی خِفتُ المَوالِی) (اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے)۔ تو آپ فرماتے تھے: (خدا کی رحمت ہو زکریا پر کہ اپنا کوئی (نبوت میں) وارث نہیں چھوڑا۔(۱)

حسن سے روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی پر خدا کی رحمت ہو کہ اس کا کوئی مالی وارث نہیں تھا، اس وقت جب خدا سے اولاد طلب کی اور کہا: (فَهَب لِی من لَدُنکَ وَلِیّاً یرثُنِی وَیَرِثُ من آلِ یَعقُوبَ) (۲)۔

فخر رازی اس آیت (وورث سلیمان داؤد) (اور پھر سلیمان داود کے وارث ہوئے)۔ کی تفسیر میں کہتے ہیں: اس آیت میں اختلاف ہے۔ حسن نے اس کا معنیٰ مالی میراث سے کیا ہے، اس لیے کہ نبوت ایک عطا ہے جو ابتدا میں دی جاتی ہے، نہ یہ کہ میراث کے طور پر چھوڑی جائے (۳)۔

زمخشری اس آیۂ کریمہ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ (۴)۔ ''جب ان کے سامنے شام کے وقت بہترین اصلی گھوڑے پیش کیے گئے''۔ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں: روایت ہوئی ہے کہ جناب سلیمانؑ نبی نے اہل دمشق اور نصیبین سے جنگ لڑی اور اس سے ہزار گھوڑے حاصل کیے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ہزار گھوڑے ان کو اپنے باپ سے

۱۔ تفسیر طبری، ج ۱۶، ص ۴۸۔ ۲۔ تفسیر طبری، ج ۱۶، ص ۴۸۔

۳۔ تفسیر فخر رازی اسی آیت کے ذیل میں۔ ۴۔ سورہ ص آیت ۳۱۔

میراث کے طور پر ملے تھے اور ان کے باپ نے ان گھوڑوں کو عمالقہ سے حاصل کیا تھا۔(۱)

بیضاوی نے بھی انوار التنزیل میں فوق الذکر آیت کے ذیل میں نقل کیا ہے: بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں آیۂ کریمہ ''یرثنی و یرث من آلِ یعقوب'' (جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو) کے ذیل میں حسن سے نقل کیا ہے کہ (یرثنی) سے مراد مالی میراث ہے۔

ھ۔ موجودہ قرائن کے مطابق ہونا

الف: حضرت زکریاؑ نے خداوند متعال سے وہ ولی مانگا جو (رضی) ہو۔ یعنی وہ خداوند متعال کی اور اس کے بندوں کی رضایت کے مطابق ہو۔ یہ تعبیر مالی میراث سے سازگار اور مناسب ہے، علم اور نبوت کی میراث سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ اگر حضرتؑ کا سوال اور درخواست علم ونبوت میں میراث کا ہوتا تو یقیناً (رضی) اور مرضی خدا ہونا علم ونبوت میں پوشیدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی علم و نبوت میں وارثت کا سوال اور درخواست کرے تو یقیناً وہ وارث غیر مرضی خدا نہیں ہوگا اور خدا کے لیے وارث کی نسبت رکھنا بے معنی تھا یہ اس طرح ہے کہ کوئی خداوند متعال سے سوال کرے کہ اس کے لیے کوئی ایسا پیغمبر بھیجے کہ وہ کامل، بالغ، عاقل ہو یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ ہم مالی میراث کو فرض کریں۔ کہ مالی میراث میں رضی کا سوال کرنا خداوند متعال سے صحیح ہے۔

ب: خداوند متعال فرماتا ہے: (وورث سلیمان داؤد) (اور پھر سلیمان داود کے وارث ہوئے) میراث سے مراد مال اور جاہ اور ملک ہے، جیسے فخر رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: اس لیے کہ خداوند متعال سلیمان کے لیے فرماتا ہے: (وَ اُوتِینا من کلِّ شیءٍ)(۲)۔

۱۔ تفسیر کشاف، اسی آیت کے ذیل میں۔ ۲۔ سورہ نمل آیت ۱۶۔

''اور ہر فضیلت کا ایک حصہ عطا گیا ہے۔''

ہرگز آیت علم ونبوت سے مخصوص نہیں ہے، اس لیے کہ سلیمان داؤد کی زندگی میں بنی اسرائیل کے نبی تھے اور اس میراث کی انہیں ضرورت ہی نہیں تھی۔ خداوند متعال فرماتا ہے: (فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا)(۱)۔ (پھر ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے سب کو فیصلہ اور قوت علم عطا کیا۔)

(پھر ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے سب کو قوت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا۔)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک زمانے میں نبی تھے۔

و۔ میراث کی آیتوں کا مطلق ہونا

خداوند متعال فرماتا ہے: (لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا)(۲)۔

(مردوں کے لیے ان کے والدین اور اقربا کے ترکہ میں ایک حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی ان کے والدین اور اقربا کے ترکہ میں سے ایک حصہ ہے وہ مال بہت ہو یا تھوڑا یہ حصہ بطور فریضہ ہے۔)

نیز فرماتا ہے: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)؛(۳)

۱۔ سورہ انبیاء، آیت ۷۹۔

۲۔ سورہ نساء، آیت ۷۔ ۳۔ سورہ نساء، آیت ۱۱۔

(اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا)۔

علمائے امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس آیت میں عموم پایا جاتا ہے اور ان امور میں سے ایک میراث کا عام ہونا بھی ہے اور ہم اس عموم سے دست بردار نہیں ہو سکتے مگر یہ کہ دلیل قطعی اور یقینی ہو، نہ اس حدیث کی طرح کہ جس کے تنہا راوی اصحاب میں سے ابوبکر ہیں کہ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ: انبیا کوئی مال میراث کے طور پر نہیں چھوڑتے ہیں،) خصوصی طور پر اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ دوسرے انبیاء جن میں سے ''زکریا اور داؤد'' نے مالی میراث کو چھوڑا، امام علی -، فاطمہ علیہا السلام اور عباسؓ کے نزدیک ابوبکر ابن ابی قحافہ متہم ہیں اسی وجہ سے ان کی گواہی اور روایت کا نقل کرنا قبول نہیں ہے۔

[حدیث میراث] شیعہ کتابوں میں

انبیاء کی میراث نہ چھوڑنے والی حدیث بعض شیعہ کتب میں نقل ہوئی ہے۔ صاحب معالم نے اپنی کتاب کے مقدمے میں اپنی سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (..و انّ العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً ولكن ورثوا العلم . . .)؛(۱)۔

(یقیناً علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے درہم اور دینار کو میراث کے طور پر نہیں چھوڑا بلکہ علم کو میراث کے طور پر چھوڑتے ہیں...)۔

اس حدیث کے جواب میں ہم کہیں گے:

۱۔ اس حدیث کا ذیل نہیں یعنی یہ جو اہل سنت کے بعض کتابوں نے ابوبکر ابن ابی قحافہ سے نقل کیا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (**نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه فهو صدقة**) ذیل حدیث یعنی (**ما تركناه فهو صدقة**) یہاں پر اس ذیل کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

۲۔ امام خمینیؒ اس حدیث کے متعلق تحریر کرتے ہیں: (انبیاء مقام روحانی کے اعتبار سے درہم و دینار کے مالک اور عالم ملک و دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہیں تھے، انبیاء اس مقام (روحانی) کے اعتبار سے علم اور معارف کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں لیتے، اگر چہ انبیاء ولادت کے اعتبار سے ملکی اور دنیا کی جہات اور تمام بشری جہات کے مالک ہیں (**قل انما أنا بشر مثلكم يوحىٰ اليّ .....**)(۲)

۱۔ معالم الاصول، ص ۶۔۸۔ ۲۔ سورہ کہف، آیت ۱۱۰۔

''آپ کہہ دیجیے میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔''

اور ان کے وارث اس مقام کے اعتبار سے، علماء نہیں ہیں، بلکہ ان کی جسمانی اولاد ہے، اور ان کی میراث مقام جسمانی ہونے کے اعتبار سے ممکن ہے درہم اور دینار ہو یہ مبارک حدیث واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ مراد روحانی وراثت ہے جیسے کہ ذکر ہوا۔ اور رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد اس حدیث سے جو آپ سے منسوب ہے (**نحن معاشر الأنبياء لا نورث**) صحیح ہونے کی فرض کی بنا پر معلوم ہے کہ یہی تھی شان نبوت اور روحانی وراثت کے اعتبار سے مال و منال کو میراث کے طور پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ بلکہ ہماری میراث علم ہے۔ جیسا کہ واضح ہے۔(۱)

۳۔ قرابت داروں کے حصے کا دعوی (خمس)

ایک اور طریقہ جو حضرت زہرا علیہا السلام نے اپنے غصب شدہ حق کو لینے کے لیے استعمال کیا وہ ذوی القربیٰ کے حصہ کا دعویٰ تھا۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں:

''لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام کا ابوبکر بن ابی قحافہ سے اختلاف فقط دو چیزوں میں تھا: ایک میراث اور دوسرا بخشش کا مسئلہ۔ لیکن ایک حدیث میں مجھے ملا کہ آپ ابوبکر ابن ابی قحافہ کے ساتھ ایک تیسرے امر کی وجہ سے بھی نزاع رکھتی ہیں۔ جو وہی ذوی القربیٰ کا حصہ ہے۔ لیکن ابوبکر ابم ابی قحافہ اس طریقے سے بھی فدک کو حضرت فاطمہ علیہا السلام کو دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔(۲)

۱۔ چہل حدیث، ص ۴۲۰ و ۴۲۱۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۳۰۔

ذوی القربی کے حصے کے دعویٰ سے مراد یہ ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام نے تیسرا دعویٰ ابوبکر سے کیا، خداوند متعال فرماتا ہے: (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِالسَّبِيلِ)؛(۱)۔

(اور یہ جان لو تمھیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابت دار، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لیے ہے)۔

اس آیۂ کریمہ میں خداوند متعال نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کو خمس دینے کو واجب کیا ہے، اس لیے حضرت زہرا علیہا السلام نے اس طریقے سے بھی ابوبکر سے احتجاج کیا تا کہ اس سے اپنے حق کو لے لیں لیکن وہ راضی نہیں ہوئے۔

ابن ابی الحدید اپنی سند کے ساتھ انس سے نقل کرتے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام ابوبکر کے پاس آئیں اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: (تم خود جانتے ہو کہ تم نے ہمیں کیسے ان صدقات ☆ سے محروم کیا اور اسی طرح ہمیں فيء جو قرآن میں قرابت داروں کا حصہ بیان کیا گیا ہے اس سے بھی محروم کیا اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى)؛(۲)۔(اور یہ جان لو تمھیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابت دار کے لیے ہے۔)

۱۔سورہ انفال، آیت ۴۱۔

۲۔سورہ انفال، آیت ۴۱؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۳۰۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا فدک لینے کے اہداف و مقاصد

جیسے کہ کہا گیا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام نے تمام شدت کے ساتھ ابوبکر ابن ابو قحافہ اور عمر ابن خطاب سے فدک کے لینے کی کوشش کی اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ معصوم ہیں اور اشتباہ نہیں کرتیں ہمیں ضرور اس بات پر توجہ کرنی چاہیے کہ آپ نے اتنا زیادہ فدک لینے میں (جو آپ کا مسلّم حق تھا) اصرار کیوں کیا؟ کیا اس مسئلہ میں صرف مالی فائدہ تھا یا آپ کے مدنظر دوسرے پہلو اس مطالبہ میں تھے۔

ہم غور وفکر کے ساتھ مجموعی طور پر اہداف و مقاصد تک پہنچ سکتے ہیں کہ ہم اس مقام پر بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔آپ اپنے مسلم غصب شدہ حق کو واپس لینے کی کوشش میں تھیں یہ ہر اس انسان کے لیے جس پر ظلم ہوا ہو ایک طبیعی امر ہے کہ اپنے حق کو لینے کے لیے اپنی تمام جایز کوششیں کریں۔

۲۔وقت کے حکمرانوں نے بنی ہاشم کے سیاسی اور اقتصادی حقوق پر غلبہ کیا تھا۔اور تمام مادی اور معنوی امتیاز کو ان سے لے لیا اسی وجہ سے آپ اس کوشش میں تھیں کہ ایک مالی سرچشمہ ان کے لیے نظر میں ہو۔

۳۔حضرت زہرا علیہا السلام کا اصرار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے شوہر کے پائمال شدہ حق (امامت) کو واپس لینے کے لئے راستہ ہموار کریں۔حقیقت امر یہ ہے کہ آپ فدک سے خلافت کی طرف جا رہی تھیں اور وہ خلافت و امامت اسلامی کی کنجی تھی جو بھی اس کو حاصل کرے امامت اور خلافت کا حق دار ہو جائے گا۔حضرت زہرا علیہا السلام کا ابوبکر ابن ابی قحافہ

سے فدک کو لینے کے سلسلے میں بہت زیادہ اصرار اور تاکید کرنا درحقیقت اپنے شوہر علی علیہ السلام کے لیے خلافت کو ثابت کرنے، اور راہ ہموار کرنے کی کوشش میں تھیں۔ [تاکہ اس طریقے سے ان کی امامت بھی ثابت ہو جائے۔]

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہارون رشید کے اس اصرار پر کہ آپؑ اس سے فدک واپس لے لیں، کے موقع پر فرمایا: میں اس کو واپس نہیں لوں گا مگر اس کی حد اور حدود کے ساتھ۔ ہارون نے کہا اس کی حدیں کون سی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی پہلی حد عدن، دوسری ثمرقند، تیسری افریقہ اور چوتھی روم اور ارمنستان کے دریا کے کنارے ہیں۔ ہارون نے کہا: پس ہمارے لیے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی؟...(۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک خلافتِ اسلامی کی ایک دوسری تعبیر تھی لہٰذا حضرت زہرا علیہا السلام نے اس کو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت تک پہنچنے کا زینہ اور مقدمہ قرار دیا۔

۴۔ حضرت زہرا علیہا السلام اپنے اصرار اور مطالبہ (جو ملاء عام میں تھا) سے لوگوں کو یہ بھی سمجھانا چاہتی ہیں کہ اے لوگو! یہ کہ جس نے حکومت کو جو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا حق ہے غصب کیا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مسلمانوں کا خلیفہ ہے، تو یہ ایسا نہیں ہے جو تمہارے فائدے میں حکومت کرے بلکہ اس مقام کے لائق ہی نہیں ہے اس لیے کہ اسلامی دستورات کی ابتدائی چیزوں کو اس نے پامال کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کر رہا ہے تو وہ مسلمانوں کے لیے کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے؟۔

۱۔ سید محسن امین، اعیان الشیعہ، ج۴، ص۴۷ (بہ نقل از ربیع الابرار زمخشری)۔

۵۔ جیسا کہ لوگ جانتے تھے کہ فدک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت تھی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کو بخشا اگر فاطمہ علیہا السلام اس کا مطالبہ ابوبکر ابن ابی قحافہ سے نہ کرتیں درحقیقت مطالبہ نہ کرنا حکومت کی تائید، گناہ اور غصب کرنے میں نصرت تھی اور ایک جہت سے نظام حکومت کی مالی تقویت شمار ہوتی، اس لیے آپ نے مصلحت اس میں دیکھی کہ اپنے حق کا ابوبکر ابن ابی قحافہ سے مطالبہ کریں۔ درحقیقت آپؑ نے خلافت کے نظام کے خلاف مقابلہ کیا۔

شہید صدرؒ تحریر کرتے ہیں: فدک کا نزاع حکومت کی اساس اور بنیاد کے خلاف ایک قیام ہے، اور یہ فریاد جو فاطمہ علیہا السلام نے بلند کرنی چاہی کہ اس کے ذریعے وہ ٹیڑھا پتھر کہ تاریخ کی بنیاد اس سقیفہ کے ٹیڑھے پتھر پر رکھی گئی، اس کو جڑ سے توڑ دیں۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ مسجد النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خلیفہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور مہاجرین اور انصار کے کثیر مجمع میں آپ نے جو خطبہ دیا ہم اس کو ملاحظہ کریں: اس خطبہ میں اکثر علی علیہ السلام کی مدح اور تعریف اور ان کی اسلامی اور ہمیشہ رہنے والے کارنامے اور شاہکار، اور اہل بیت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ آپؑ فرماتی ہیں: ''علی - انسانوں کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور اللہ کے خاص اور پاک بندے ہیں نیز اللہ کے غیب کے گواہ اور پیغمبروں کی خلافت وحکومت کے وارث ہیں۔''

اور آپ مسلمانوں کی مذمت کے ضمن میں خبردار کر رہی ہیں کہ: وہ بدبختی میں گر گئے ہیں اور نالائقی کو خطا اور بےفکری سے چن کر اپنی گذشتہ لوگوں کے آئین کی طرف پلٹے ہیں،

اور پانی پینے کی نیت سے دوسروں کے پیالے کو لیا ہے ۔(یعنی ان کا حق غصب کیا ہے) خلافت کے اہم امر کو نا اہلوں کو دے دیا اور ان کے ان افعال سے ایک عظیم فتنے میں ڈوب گئے ہیں...)۔

(کیسے امت کی رہبری کو رسالت کے مرکز اور نبوت کے مستحکم قاعدوں اور روحِ امین سے دور کیا ہے اور اس کو ان لوگوں سے جو دین و دنیا سے آگاہ تر ہیں چھین لیا ہے یہ جان لیں کہ ان کا یہ عمل آشکار خسارا ہے....)۔

اس کے بعد مزید تحریر کرتے ہیں: (ظن غالب یہ ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام اپنے بابا کے پیرو کاروں اور منتخب مددگاروں میں سے (کہ ان کی صداقت میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھتیں) کسی کو علی علیہ السلام کے ساتھ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے دلیل اور شاہد کے طور پر قائم کر سکتی تھیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپؑ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ کیا یہ عمل ہمیں اشارہ نہیں کرتا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کا بلند ہدف کہ قدرت کے طالب اس کو بخوبی جانتے تھے مالی میراث ثابت کرنا نہیں تھا، بلکہ آپؑ نے سقیفے کے آثار کو مٹانے کے لیے یہ ہمت کی اور اس مقصد تک پہنچنے کے لیے (فدک کے لئے) دلیل قائم کی تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کی گمراہی اور خطا کاری کو فاش کرنے کے ساتھ زندہ دلیلوں کو تمام ملت کی خدمت میں قائم کریں ۔ جی ہاں حضرت زہرا علیہا السلام کے مقابلوں اور مبارزوں کا اصلی مقصد بھی یہی تھا۔(۱)

۱۔ فدک در تاریخ، ص ۵۸ سے ص ۶۰ تک۔

حضرت زہرا علیہا السلام کے مبارزے اور قیام کے مراحل

حضرت زہرا علیہا السلام کا خلافت کے نظام کے خلاف مبارزہ چند مراحل میں تھا:

۱۔ کسی شخص کو ابو بکر کے پاس بھیجا تا کہ میراث کے مسائل میں ان سے بحث کرے اور آپؑ کے حقوق کا مطالبہ کرے کہ یہ آپؑ کا پہلا قدم تھا جو آپؑ نے اٹھایا اور یہ مقدمہ بنا کہ آپؑ خود براہ راست اس کام کو انجام دیں۔

۲۔ خاص اجتماع میں خلیفہ کے روبرو کھڑی ہوئیں اور اس سے مقابلہ کیا اور مختلف طریقوں سے اپنا دفاع شروع کیا نیز اپنے حق کا مطالبہ کیا۔

۳۔ مسجد نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے دس دن بعد آپؑ نے خطبہ دیا۔

۴۔ جس وقت ابو بکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب معذرت خواہی کے لیے آپؑ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے، آپؑ نے ان کے ساتھ ناراضگی اور غضب (جو غضب خدا ورسول خدا ہے) کا اظہار کیا۔

۵۔ جس وقت مہاجر اور انصار کی عورتیں ان کی زیارت کے لیے آئیں تو آپؑ نے ان کے لیے تقریر فرمائی؛

۶۔ آپؑ نے اپنے شوہر علی علیہ السلام سے وصیت کی کہ ان میں سے (یعنی عمر ابن خطاب وابو بکر ابن ابی قحافہ، اور جن لوگوں نے آپؑ کو اذیت کی ہے) کوئی بھی تدفین وتجہیز کے موقع پر حاضر نہ ہو اور یہ وصیت آپؑ کی ان سے ناراضگی کی زندہ دلیل ہے۔

۷۔حضرت علی علیہ السلام سے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری پر شکایت!

اہل بیت علیہم السلام،خصوصاً علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر ناروا تہمتوں میں سے ایک تہمت خود ساختہ قصہ ہے جس میں امام علی علیہ السلام نے حضرت زہرا علیہا السلام کی حیات میں ابوجہل کی بیٹی کو شادی کی پیش کش کی۔بعض اہل سنت کہتے ہیں کہ: حضرت علی علیہ السلام نے یہ کام انجام دیا،لیکن رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید مخالفت سے روبرو ہوئے تو علی علیہ السلام اپنے اس ارادے سے پلٹ گئے لیکن یہ واقعہ ہرگز علی علیہ السلام کے معصوم ہونے اور پیغمبر اکرم ﷺ اور فاطمہ علیہا السلام کی حضرت علی علیہ السلام سے محبت کے اظہار سے ناسازگار نہیں ہے، اسی وجہ سے حق بنتا ہے کہ ہم اصل واقعہ کی جستجو اور تحقیق کریں:

اہل سنت کی روایات:

احادیث کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اہل سنت کے علماء نے اس حدیث کو اپنی احادیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے اور شیعہ احادیث کی کتابوں میں اس کا کوئی اثر نہیں ملتا۔اب ہم ان میں سے بعض روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔بخاری نے قتیبہ سے ،انہوں نے لیث سے ، انہوں نے ابن ملیکہ سے ،انہوں نے مسورر بن مخرمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ آپ منبر پر فرمارہے تھے: (یقیناً بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت لی تاکہ وہ اپنی بیٹی کی علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) سے شادی کرے، میں اس کو اجازت نہیں دوں گا اس جملے کو تین بار دہرایا مگر یہ کہ ابوطالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے؟ تب ان کی بیٹی سے

شادی کرے۔یقیناً (فاطمہ علیہا السلام) میرا پارۂ تن ہے، جو اس کو بے تاب کرے اس نے مجھے بے تاب کیا ہے۔جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا۔)(۱)

۲۔اسی طرح ابی الیمان نے شعیب سے،اس نے زہری سے اس نے علی ابن حسین، اس نے مسور بن مخرمہ سے نقل کیا ہے کہ علی (علیہ السلام) نے ابوجہل کی بیٹی سے خواستگاری کی جب فاطمہ (علیہا السلام) اس موضوع سے باخبر ہوئیں تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی: آپ کی قوم گمان کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی وجہ سے غضب ناک نہیں ہوتے ہیں جب کہ یہ علی (علیہ السلام) ہیں کہ جس نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کیا ہے اس وقت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادتین کے بعد فرمایا:......یقیناً فاطمہ (علیہا السلام) میرا پارۂ تن ہیں اور مجھے ان کی ناراضگی پسند نہیں ہے۔خدا کی قسم! رسول خدا (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہوسکتیں)۔(۲)

۳۔اس نے نیز ابو ولید سے،اس نے لیث ابن ابی ملیکہ، اس نے مسور بن مخرمہ زہری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: (یقیناً بنی مغیرہ نے مجھ سے اجازت لی تاکہ اپنی بیٹی کی شادی علی (علیہ السلام) سے کریں لیکن میں اس بات کی اجازت نہیں دوں گا)۔(۳)

یہ حدیث مختلف اسناد اور مضامین کے ساتھ اہل سنت کی کتابوں میں نقل ہوئی ہے۔

۱۔صحیح بخاری ابن حجر کی شرح کے ساتھ، ج۹ ص۲۶۸۔

۲۔صحیح بخاری ابن حجر کی شرح کے ساتھ، ج۸،ص۱۵۲۔

۳۔صحیح بخاری ابن حجر کی شرح کے ساتھ، ج۸،ص۱۵۲۔

اعتراضات

اس حدیث پر مختلف ''سندی اور دلالتی'' جہات سے اعتراضات پائے جاتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ سندی اشکال

یہ حدیث اہل سنت کی جن کتابوں میں نقل ہوئی ہے اس کی سند دس افراد تک ختم ہوتی ہے کہ وہ یہ ہیں: مسور بن مخرمہ، عبداللہ بن عباس، علی بن حسین، عبداللہ بن زبیر، عروۃ ابن زبیر ،محمد بن علی، سوید بن غفلہ، عامر شعبی، ابن ابی ملیکہ اور مکّے کے رہنے والا ایک شخص۔

الف۔ ابن عباس

حدیث میں ابن عباس (عبید اللہ بن تمام) ذکر ہوا ہے جو ہیثمی کی عبارت مجمع الزوائد کے مطابق ضعیف ہے۔ ابن حجر نے اس حدیث کو اس کے زندگی نامہ میں عبید اللہ بن تمام کی برائیوں میں سے شامل کیا ہے، اور اس وقت کہتے ہیں: دارقطنی ابو حاتم اور ابوزرعہ اور دوسروں نے اس کو ضعیف شمار کیا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: وہ غلط احادیث کو نقل کرتا ہے۔ ساجی کہتے ہیں: وہ بہت ہی جھوٹا انسان ہے اور غیر مناسب حدیث کو نقل کرتا ہے۔(۱)

ب۔ علی ابن الحسین

ابن حجر عسقلانی نے اسے نقل کیا ہے اور بویصری اس کے حاشیہ میں کہتے ہیں: اس حدیث کو حارث نے منقطع اور ضعیف سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں علی ابن زید بن جدعان آیا ہے جو ضعیف ہیں۔

۱۔ لسان المیزان، ج۴، ص۹۷۔

ج۔ عبداللہ ابن زبیر

ابن حجر احتمال دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اس حدیث کو ''مسور'' سے سنا ہو اور اس کو بطور مرسل نقل کیا ہو۔(۱) بہر حال اگر مسور کے واسطے سے نقل کرتے ہیں تو ہم اس کا زندگی نامہ بیان کریں گے کہ یہ شخص قابل اعتماد نہیں ہے اگر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی واسطے سے نقل کرتا ہے تو یہ احتمال بعید ہے، اس لیے کہ وہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال کا تھا اور اس کی حالت کا بھی لوگوں کو علم ہے، اس لیے کہ وہ علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام یہاں تک خود پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی اور عداوت میں مشہور و معروف ہے۔

د۔ عروۃ ابن زبیر

ابو داوٗد نے اس حدیث کو زہری کے توسط سے فقط عروۃ سے نقل کیا ہے اور اس کی سند مرسل ہے، اس لیے عروہ ابن زبیر خلافت عمر کے دور میں انیسویں ہجری میں پیدا ہوا۔ وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی عداوت اور بغض میں مشہور تھا یہاں تک کہ اس کا بہترین شاگرد، زہری نے اس بات کی وضاحت کی کہ وہ علی (علیہ السلام) کی دشمنی میں حدیث جعل کرتا تھا۔

معمر کہتے ہیں: زہری نے عروہ سے دو حدیثوں کو عائشہ سے علی (علیہ السلام) کے متعلق نقل کیا ہے کہ ایک دن ان دو حدیثوں کے متعلق میں نے سوال کیا تو اس نے کہا: ان دو حدیثوں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ خدا ان دو حدیثوں کی بہ نسبت زیادہ عالم ہے، ہم نے ان دونوں کو بنی ہاشم پر تہمت کے طور پر ذکر کیا ہے۔(۲)

۱۔ فتح الباری، ج۷، ص۶۸۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۴، ص۶۴۔

یہاں تک کہ ان کے بیٹے (یحیٰ) اپنے باپ کی اس خصلت کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں، جس وقت میرے بابا علی (علیہ السلام) کو یاد کرتے تھے تو (نعوذ باللہ) ان کے لیے ناسزا کلمات استعمال کرتے تھے۔(۱) جب کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السلام) سے فرمایا: ''مؤمن کے علاوہ تم سے کوئی محبت نہیں کرتا اور منافق کے علاوہ تم سے کوئی دشمنی نہیں کرتا۔''

ھ۔محمد بن علی

اس کی حدیث فقط احمد ابن حنبل کی کتاب الفضائل میں عمر ابن دینار کے توسط سے نقل ہوئی ہے کہ اس کے محقق کتاب کے حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے، اس لیے کہ اس نے اس حدیث کی سند کو ذکر نہیں کیا دوسرا یہ کہ: عمر ابن دینار نے رجالیوں کے روشن بیان کے مطابق محمد بن علی سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔(۲) نیز یقینی طور پر محمد بن علی صحابہ میں سے نہیں ہے، اس لیے اس کی روایت بعض جہات کی وجہ سے مرسل ہے۔

و۔سوید بن غفلہ

اس کی حدیث کو فقط حاکم نیشاپوری نے احمد سے نقل کیا ہے لیکن ذھبی اس کے خلاصہ میں کہتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے، اس لیے کہ ''سوید'' پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں نہیں تھا۔ وہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن ہونے کے بعد مدینہ میں آیا۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۴،ص۱۰۲۔

۲۔تھذیب التھذیب، ج۸،ص۲۷۔

ز۔عامر شبعی

اس کی حدیث کو عبدالرزاق بن ہمام نے نقل کیا ہے، جب کہ وہ عمر ابن خطاب کے خلافت کے چھٹے سال پیدا ہوا اور ایک صدی کے بعد وہ دنیا سے چلا گیا ہے۔(۱) اسی وجہ سے یہ حدیث مرسل ہے۔ ممکن ہے کہ سوید ابن غفلہ سے نقل کی ہو کہ وہ بھی مرسل ہے، مرسل ہونے سے قطع نظر، شعبی ان افراد میں سے ہے جس نے بہت سی جعلی احادیث کو اہل بیت علیہم السلام کی طرف منسوب کیا ہے، یہاں تک کہ ابن حجر نے اسی وجہ سے اس کو تضعیف کیا ہے۔(۲)

اس حدیث کو زکریا بن ابی زائدہ نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ علمائے رجال نے اس کی تضعیف کی ہے۔(۳) اس سے قطع نظر، شبعی عبدالملک بن مروان جیسے سلاطین جور اور اہل بیت (علیہم السلام) کے دشمنوں میں سے اور قضاۃ اور چاپلوسوں میں سے تھا۔(۴)

ح۔ابن ابی ملیکہ

حدیث تین طریقوں سے نقل ہوئی ہے: ایک طریق میں ''مسورر بن مخرمہ'' کا ذکر ہوا ہے کہ اس کا زندگی نامہ آئندہ صفحے میں بیان ہوگا۔ اور دوسرے طریق میں، عبداللہ بن زبیر اور ایک اور طریق میں اسے مرسلاً بھی نقل کیا ہے۔

۱۔تھذیب التھذیب، ج۵ص۹۵۔

۲۔الاصابہ، ج۴،ص۳۷۹۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج۳ص۲۸۵۔

۴۔تاریخ یعقوبی ج۲ص۲۸۰۔

ط۔اہل مکہ میں سے ایک شخص

اس سند کو احمد نے الفضائل میں اور حاکم نیشاپوری نے ابی حنظلہ کے ذریعے نقل کیا ہے:

پہلی بات یہ کہ: اس کی سند میں اضطراب ہے اس لیے کہ پہلی دفعہ ابوحنظلہ نے مکی شخص سے نقل کیا ہے اور دوسری دفعہ ابوحنظلہ (وہی مکی شخص ہے) علی (-) سے براہ راست نقل کرتے ہیں۔)

دوسری بات یہ کہ: ابوحنظلہ اور اہل مکہ میں سے ایک مرد دونوں مجہول ہیں۔ ذھبی نے حدیث نقل کرنے کے بعد اس کو ''مرسل'' شمار کیا ہے۔

تیسری بات یہ کہ: اس کی سند کے شروع میں فقط یزید بن ہارون ہے کہ جن کی اہل سنت کے علمائے رجال نے تضعیف کی ہے۔(۱)

ی۔مسور بن مخرمہ

صاحبان صحاح نے جس طریقے پر اتفاق کیا ہے کہ وہ صرف مسورر کا طریقہ ہے۔

اہل سنت کی روایات مسور سے علی ابن الحسین اور عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ کی طرف پلٹ رہی ہے اور راوی امام سجاد علیہ السلام سے فقط محمد ابن شہاب ہے زہری اور ابن ابی ملیکہ سے لیث بن سعد اور ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی ہے۔

لیکن ''ابن ابی ملیکہ'' وہ شخص ہے کہ جو عبد اللہ ابن زبیر کے دور میں قاضی اور مؤذن تھا؛(۲) ان دنوں میں جب ابن زبیر نے مکہ میں اور حجاز اور عراق کے بعض شہروں میں حکومت بنائی تو عبد اللہ ابن زبیر اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں معروف تھا۔

۱۔تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص۳۲۲۔
۲۔تہذیب التہذیب، ج۵، ص۸۶۲۔

لیکن زہری کی اکثر روایات جو اس سے نقل ہوئی ہیں، ایسا شخص ہے کہ جس کا شمار امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے دشمنوں میں سے ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید محمد ابن شیبہ سے نقل کرتے ہیں: میں مسجد النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ زہری اور عروۃ ابن زبیر مسجد میں بیٹھے ہوئے علی علیہ السلام کا ذکر کرر ہے ہیں، اس وقت ان دونوں نے علی علیہ السلام کے لیے ناشائستہ الفاظ استعمال کیے۔(۱)

اور زہری ان افراد میں سے ہے جو علی علیہ السلام کا اسلام لانے میں پیش قدم ہونے کا منکر ہے اور زید بن حارثہ کو سب سے پہلا مسلمان جانتا ہے۔(۲)

نیز وہ بنی امیہ کے نوکروں اور بنی امیہ کی سلطنت کے ستونوں میں سے شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ علماء اور زھاد (زاہد لوگ) یہاں تک کہ ابن معین نے اس کے اس کام کی سرزنش اور ملامت کی ہے۔(۳)

گذشتہ بیان کے مطابق کیا زہری کی امام علی علیہ السلام کے متعلق مذمت اور منقصت والی حدیث قبول کی جاسکتی ہے؟

لیکن مسور ابن مخرمہ کے لیے کہا جاسکتا ہے:

پہلے یہ کہ: وہ ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ ابن زبیر کے ساتھ ہوتا تھا۔

دوسرے یہ کہ: جب بھی معاویہ کا ذکر کرتا تھا تو اس پر درود وسلام بھیجتا تھا۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۴، ص۱۰۲۔
۲۔استیعاب، حالات زید بن حارثہ۔
۳۔تہذیب التہذیب، حالات اعمش، ج۴، ص۱۹۵۔

تیسرے یہ کہ: وہ خوارج میں سے تھا۔(۱)

چوتھے یہ کہ: اس کی ولادت ہجرت کے دو سال بعد ہوئی ہے، تو اس نے اس حدیث کو پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسے سنا ہے؟

۲۔ دلالی اور متنی اعتراضات

سندی اعتراضات سے قطع نظر جو اس حدیث میں موجود ہیں، دلالی اور متنی جہت سے بھی اس حدیث میں بہت سے اعتراضات پائے جاتے ہیں کہ ان میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ مسور ابن مخرمہ کہتے ہیں: میں نے جنابت کی حالت میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منبر سے یہ حدیث سنی۔ یہ خود روایت کے سست اور ضعیف ہونے کا سبب ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جنابت کی حالت میں کوئی شخص مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو اور پیغمبر اکرم ﷺ کی باتوں کو سنے [جب کہ اس زمانے میں وہ اسباب فراہم نہیں تھے کہ آواز دور تک پہنچے] یہ عمل سوائے شریعت کے احکام کے سامنے سہل انگاری اور سستی اور اہمیت نہ دینے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

۲۔ مسور نے امیر المومنین علی -کی خواستگاری کے واقعہ کو جب علی ابن الحسین علیہما السلام سے تلوار مانگی اس وقت نقل کیا ہے یہ خود نامفہومی کا قرینہ ہے بلکہ ممکن ہے یہ بات کسی غرض پر حمل کی جائے۔

۳۔ حدیث مختلف الفاظ اور متعدد معانی سے نقل ہوئی ہے، یہاں تک کہ حدیث کی شرح کرنے والوں نے ان مختلف الفاظ کو جمع کرنے کے لیے ایک مناسب وجہ کو بیان نہیں کیا

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۳ ص ۳۹۱-۳۹۴؛ تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۱۳۷۔

کہ یہ خود روایت کے سست اور ضعیف ہونے کا سبب ہے۔

۴۔ اکثر روایات کے مطابق، خداوند متعال نے علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے نکاح کو انتخاب کیا ہے۔(۱) یہ بات واضح ہے کہ خداوند حکیم فاطمہ علیہا السلام کے لیے ایسے شوہر کو منتخب نہیں کرے گا جو انہیں اذیت دے۔

۵۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام میں نزاع اور اختلاف ہو، جب کہ حضرت علی علیہ السلام علم کی اس حد پر فائز ہیں کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: (میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں)

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: میں مسور بن مخرمہ، جو پیغمبر اکرم ﷺ سے حدیث کے راوی ہیں سے متعجب ہوں کہ انہوں نے تعصب میں کتنا مبالغہ کیا ہے اور علی بن الحسین علیہما السلام کے مقام اور منزلت کا لحاظ بھی نہیں کیا اور اس بہتان اور افتراء کو ان کی طرف نسبت دی ہے۔

۶۔ قزوینی علیہ الرحمہ کتاب **الامامۃ الکبری** میں اس حدیث کے جواب میں رقم طراز ہیں: اگر ہم ان احادیث کے صحیح ہونے کو فرض بھی کریں تب بھی علی علیہ السلام کی شان میں کوئی نقص اور کمی نہیں آتی، اس لیے کہ قرآن اور روایات نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے اور فقط فاطمہ علیہا السلام اور دوسری عورت کے جمع کرنے کا حکم خاص تھا کہ رسول خدا نے اس کو ہم تک پہونچایا جب کہ حضرت علی علیہ السلام اس وقت نہیں جانتے تھے اور اطلاع کے بعد پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستور کو انجام دیا ہے۔ اس وجہ سے امام علی علیہ السلام کے لیے کوئی مذمت اور عتاب کا محل نہیں ہے۔ جی ہاں مذمت وعتاب اس شخص کے لیے ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ

۱۔ رجوع کریں مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۰۴؛ کنز العمال، ج ۶ ص ۱۵۲ اور صواعق المحرقہ ص ۸۴۔

سے اس حدیث ''فاطمہ میرا پارۂ تن ہیں، جو فاطمہ علیہا السلام کو بے تاب کرے اس نے مجھے بے تاب کیا ہے۔اور جو اسے اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی'' کے سننے کے باوجود بھی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر اتنا ظلم کیا اور انہیں اذیت دی، فاطمہ علیہا السلام اپنی وفات تک اس پر غضب ناک تھیں اور اسی حالت میں رحلت کر گئیں۔(۱)

۷۔ابن عباسؓ اور عمر ابن خطاب کے مناظرہ میں جو پیش آیا ہے اس طرح ہے:

(ابن عباس نے عمر ابن خطاب سے مخاطب ہو کر کہا: ہمارے آقا (علی) وہ ہیں جسے تم بخوبی جانتے ہو خدا کی قسم! انہوں نے کسی چیز کو نہیں بدلا اور ہر گز اپنی پوری زندگی میں رسول خدا ﷺ کو غضب ناک نہیں کیا، عمر نے کہا: یہاں تک کہ فاطمہ کی موجودگی میں ابو جہل کی بیٹی سے خواستگاری کے سلسلے میں بھی؟ کہ اسے اپنی زوجہ بنانا چاہتے تھے؟

ابن عباسؓ نے کہا: خداوند متعال حضرت آدمؑ کے ترک اولیٰ کے متعلق فرماتا ہے:

(وَلَم نَجِدلَهُ عَزماً) (۲) ''ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔''

ہمارے آقا (علی) بھی رسول خدا ﷺ کو ناراض کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، لیکن بعض ایسے مسائل ہیں جو انسان کے ذہن میں رسوخ کرتے ہیں اور انسان اپنے ذہن سے ان کے دور کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔بسا اوقات دین خدا میں برجستہ فقیہ امر خدا سے آگاہ سے کوئی امر سرزد ہو لیکن وہ آگاہ اور متنبہ ہونے کے فوراً بعد رجوع اور توبہ کرے۔(۳)

۱۔صحیح بخاری، ج۵، ص۷۷۔۷۸؛ کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر؛ صحیح مسلم، ج۳ص۱۲۸۰، کتاب الجھاد والسیر، باب قول النّبی (لانورث.....)

۲۔سورہ طہ، آیت/۱۱۵۔

۳۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۲، ص۵۱؛ منتخب کنز العمال در حاشیہ مسند احمد، ج۵، ص۲۲۹، حیاۃ الصحابہ، ج۳ص۲۴۹۔

ابن ابی الحدید اپنے منصف استاد ابو جعفر نقیب محمد ابن ابی زید سے نقل کرتے ہیں: وہ معتقد ہیں کہ عمر ابن خطاب نے یہ بہتان اور الزام لوگوں کے درمیان مشہور کیا تا کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی علیہ السلام کی ناراضگی ثابت کریں، وہ کہتے ہیں: عمر ابن خطاب علی علیہ السلام کا ابو جہل کی بیٹی سے خواستگاری کرنے کے سلسلے میں ناراض ہوئے اور علی علیہ السلام پر اعتراض کیا اور اس بات کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے ناراض ہیں.....)(۱)۔

۸۔بعض اہل سنت کی روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اگر علی علیہ السلام ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ان کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کو طلاق دیں، جیسا کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں: ''میں ہر گز حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا''۔

واضح ہے کہ خداوند متعال نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے اور ہر گز عورت اور اس کا باپ مرد سے زبردستی طلاق لینے کا حق نہیں رکھتے۔

دوسری طرف اس روایت میں پیغمبر اکرم ﷺ علی علیہ السلام کو دوسری شادی سے منع کیا ہے جب کہ یہ قرآن کے واضح بیان کے خلاف ہے کہ انسان چار شادیاں کر سکتا ہے اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام کے لیے فاطمہ زہرا علیہا السلام کی زندگی میں دوسری شادی کرنا حرام ہے یہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس وقت علی علیہ السلام کو یہ حکم

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱۲ص۸۸۔

معلوم نہیں تھا تو اس کھلے انداز سے علی علیہ السلام کے خلاف بات کرنا اور دھمکی دینا بے معنی ہے اور اگر انہیں یہ حکم معلوم تھا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ علی علیہ السلام ایک حرام عمل انجام دیں جب کہ آیۂ تطہیر کے بیان کے مطابق آپ- ہر رجس اور پلیدی سے معصوم اور محفوظ ہیں۔

کیا علی علیہ السلام بنی مغیرہ جتنا بھی پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے ادب اور احترام کے قائل نہیں تھے، تا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت لیں، جس طرح بنی مغیرہ نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لی (۱)۔

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے تنہائی میں اس موضوع پر بات کیوں نہیں کی؟ اور ان سے یہ کیوں نہیں چاہا کہ وہ اس بات سے صرف نظر کریں؟ یا آپؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا اور علی علیہ السلام نے اس پر عمل نہیں کیا اور آنحضرتؐ اس عمل کے فاش کرنے پر مجبور ہوئے تا کہ لوگ علی علیہ السلام کے خلاف قدم اٹھائیں؟ (۲) یہ سب مبہم چیزیں اور وہ سوالات ہیں جو شاید اس سلسلے میں ذہن میں رسوخ کریں جو یقیناً علی علیہ السلام کے معصوم ہونے سے سازگار نہیں ہیں۔

۱۔عرض مترجم: تعجب انگیز بات یہ ہے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے معصوم ہونے کے علاوہ خود آپؑ ایک معقول شخصیت ہیں اور بہ ظاہر مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بھی اور پیغمبر اکرمؐ کے لیے خاص احترام کے قائل تھے اور ہمیشہ جنگ یا حضر میں پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبرؐ کو اطلاع دیے بغیر کوئی کام کریں۔)

۲۔تلخیص الشافی، ج۲ص۲۷۸۔

۹۔سید مرتضیٰؒ رقم طراز ہیں: (اگر یہ بات صحیح ہوتی، تو یقیناً علی علیہ السلام کے دشمن؛ بنی امیہ اور ان کے ماننے والے اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے اور علی علیہ السلام کے خلاف اسے رائج کرتے، جب کہ ہم نے نہیں دیکھا کہ بنی امیہ اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کو علی علیہ السلام کے خلاف نشانہ بنایا ہو۔(۱)

۱۰۔کیسے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو جہل کی بیٹی کو (بنت عدوّ اللہ) سے تعبیر کیا ہے؟ جب کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام میں جائز نہیں ہے کہ اگر کسی کا ماں یا باپ بدکار ہوں تو اس کو ماں باپ کے برے القاب کے ساتھ نسبت دی جائے، پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعبیر کو کیوں استعمال کیا؟ [البتہ یہ خود اس واقعہ کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔]

سید مرتضیٰؒ نے اس حدیث کو، کرابیسی بغدادی (شافعی کے ہم عصر) کی خود ساختہ حدیث میں سے جانا ہے، جو اہل بیت علیہم السلام اور امیر لمؤمنین علی علیہ السلام سے منحرف ہوا اور وہ اہل بیت علیہم السلام اور امیر المومنین علی علیہ السلام سے دشمنی میں معروف اور ناصبی تھا۔(۲)

۱۔تلخیص الشافی، ج۲ص۲۷۹؛ تنزیہ الانبیاء، ص۱۶۹۔

۲۔تنزیہ الانبیاء، ص۱۶۷؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۴ص۶۴۔۶۵۔

۸۔امام علی علیہ السلام کا رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوسلام کا جواب نہ دینے کا موضوع

امام علی علیہ السلام سے نقل ہواہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**غدا علینا رسول الله صلّی اللّه علیه و آله وسلم و نحن فی لفاعنا فقال:السلام علیکم ، فسکتنا و استحیینا لمکاننا ، ثم قال:السلام علیکم فسکتنا ...**)؛(۱)۔

''صبح کے وقت جب ہم آرام کررہے تھے تو رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے جب کہ ہم آرام میں تھے آپ نے ہمیں سلام کیا ہم خاموش ہوگئے اوراپنے حال پرشرم سار ہوئے۔دوبارہ آپ نے سلام کیا ہم خاموش ہوگئے....''۔

جواب

پہلی بات یہ کہ: علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کو''کتاب علل الشرایع'' شیخ صدوق سے نقل کیا ہے اوراس کی سند میں ابی الورد بن تمامہ،سفیان حریری،احمد بن حسن قطان،حسن بن علی بن الحسین السکری وحکم بن اسلم ہیں کہ یہ سب مجہول ہیں۔

دوسری بات یہ کہ: عرف عرب میں دروازے کے باہر سلام کواذن دخول شمار کرتے تھے ، اور وہ یوں تھا کہ اگر کوئی تین دفعہ سلام کرتا تو صاحب خانہ جواب دیتا تھا یہ جواب درحقیقت اس کے لیے اذن دخول تھا لیکن امام علی علیہ السلام اور حضرت زہراعلیہا السلام ایک خاص حالت میں تھے کہ مہمان نوازی کے لیے اورآنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر

۱۔بحارالانوار،ج۴۳،ص۸۲۔

جانے کے لیے تیارنہیں تھے اس لیے سلام کا جواب نہیں دیا تاکہ اندرنہ آنے کی اجازت پر دلالت کرے۔اسی لیے اس روایت کے ذیل میں اس طرح آیا ہے:(....**فخشینا ان لم نرد علیه ان ینصرف وقد کان یفعل ذلک یسلم ثلاثاً فان أذن له والّا انصرف فقلت : و علیک السلام یا رسول الله ادخل ....**)؛۔

''ہم اس بات سے خوف زدہ ہوئے اگر ہم جواب نہیں دیں گے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے جائیں گے،اس لیے کہ پہلے بھی ایسا اتفاق ہوا تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مرتبہ سلام کرتے تھے اگرانہیں اذن دیا جاتا تھا تو اندرتشریف لاتے تھے ورنہ واپس چلے جاتے تھے۔میں نے عرض کی: آپ پر درودوسلام ہو اے رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم !اندرتشریف لائیں....''

ہمیں معلوم ہے کہ اجازت لینے والے کے لیے سلام کا جواب دیناواجب نہیں ہے۔

اس بات پر دلیل نسائی کی کتاب (السنن الکبری) میں امام علی علیہ السلام سے نقل شدہ حدیث ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (**کانت لی منزلة من رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم لم تکن لأحد من الخلائق فکنت آتیة کل سحر فأقول :السلام علیک یا نبی الله ، فان تنحنح انصرف الی اهلی والّا دخلت علیه**)؛(۱)۔

''رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میراوہ مقام تھا جو کسی شخص کو حاصل نہیں تھا، میں ہرسحر کوآپ کے پاس آتا تھا اور کہتا تھا: درودہوآپ پراے رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم !اگر آپ کوئی آوازنہیں دیتے تو میں اپنے اہل کی طرف واپس آتا تھا ورنہ ان کے پاس جاتا تھا''۔

۱۔السنن الکبری،نسائی،ج۱ص۳۶۰،حدیث۱۱۳۷۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں : اس سند کے تمام راوی سوائے عبد اللہ کے جو صدوق (سچے) ہیں سب ثقہ ہیں۔

اس طرح کی بات عمر ابن خطاب سے بھی نقل ہوئی ہے۔

مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

(کنّا فی مجلس عند ابی بن کعب فاتی ابو موسی الأشعری مغضباً حتی وقف فقال :انشدکم اللّٰہ! هل سمع احد منکم رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم یقول :الاستئذان ثلاث ، فان اذن لک والاّ فارجع .قال ابی : وما ذاک ؟ قال:استأذنت علیٰ عمر بن خطاب امس ثلاث مرات فلم یؤذن لی فرجعت ، ثم جئته الیوم فدخلت علیه فاخبرته انّی جئت فسلمت ثلاثاً ثم انصرفت .قال : قد سمعناک و نحن حینئذ علی شغل ....)؛(۱)

(ہم ایک مجلس میں ابن ابی کعب کے پاس تھے کہ ابو موسی اشعری جب کہ غضب ناک تھے اندر آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: آپ کو خدا کی قسم، کیا تم میں سے کسی نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تین دفعہ اجازت مانگنی چاہیے، پس اگر تمہیں اجازت دے تو اندر چلے جاؤ ورنہ واپس لوٹ آؤ۔ میرے باپ نے کہا: یہ کیسے ہے؟ کہا: میں نے کل تین مرتبہ عمر ابن خطاب سے اندر جانے کی اجازت طلب کی لیکن اس نے اجازت نہیں دی اور میں واپس چلا گیا، اس کے بعد جب میں آج آیا تو اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ میں پہلے تین مرتبہ آیا تھا اور تین بار میں نے سلام کیا اور میں واپس چلا گیا۔ عمر ابن خطاب نے کہا: ہم نے تمہاری آواز سنی تھی لیکن ہم اس وقت کسی کام میں مصروف تھے....

۱۔صحیح مسلم، ج۶ص۱۷۸۔

۹۔حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے درمیان پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلح کرانا

بحار الانوار میں ایک واقعہ نقل ہوا ہے کہ اس میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کو صلح کرنے کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس میں ذکر ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:**(یا ابا الحسن !ایاک و غضب فاطمة؛ فانّ الملائکة تغضب لغضبها و ترضی لرضاها)؛(۱)۔**

''اے ابوالحسن ! فاطمہ علیہا السلام کو غضب ناک کرنے سے پرہیز کرو اس لیے کہ ان کے غضب سے ملائکہ غضب ناک اور ان کی رضا سے ملائکہ راضی ہوتے ہیں۔''

جواب:

پہلا یہ کہ: علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کو مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اپنی صراحت کے ساتھ اس کو **(العقد الفرید)** سے ابن عبد البر اندلسی سے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں عبد اللہ ابن زبیر اور معاویہ ابن ابی سفیان ہیں کہ ان دونوں کا شمار امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے دشمنوں میں سے ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ: ابن شہر آشوب اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ صدوقؒ سے ایک عبارت لائے ہیں کہ جس میں ذکر ہوا ہے:**(هذا غیر معتمد ؛لأنّهما منزهان عن ان یحتاجا ان یصلح بینهما رسول الله)؛(۲)۔**

۱۔بحار الانوار، ج۴۳ص۴۲۔ ۲۔المناقب ابن شہر آشوب، ج۳ص۱۱۴۔

"یہ روایت مورد اعتماد نہیں ہے اس لیے کہ وہ دونوں پاک اور پاکیزہ ہیں اس چیز سے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں صلح کرائیں۔"

۱۰۔ حضرت زہرا علیہا السلام کی حضرت علی علیہ السلام سے شکایت کا موضوع

علامہ مجلسیؒ نے "بحار الانوار" میں ایک واقعہ نقل کیا جس میں اس طرح ذکر ہوا ہے:

(وضعت خمارها علیٰ رأسها ترید النبی تشکو الیه علیاً)؛(۱)۔

(آپ نے اپنے مقنعہ کو اوڑھا اور پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تاکہ علی علیہ السلام کی شکایت کریں۔)

جواب:

پہلا یہ کہ: اس حدیث میں شریک بن عبد اللہ موجود ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے اس کو بد دعا دی ہے۔(۲)

دوسرا یہ کہ: اس حدیث کی سند میں لیث ابن سلیم ہے کہ جس کو اہل سنت مضطرب الحدیث جانتے ہیں۔(۳)

تیسرا یہ کہ: اس کی سند میں بعض مجہول افراد ہیں، اس لیے اس روایت کو ہم سند کے اعتبار سے قبول نہیں کر سکتے۔

چوتھا یہ کہ: یہ حدیث امام علی علیہ السلام کے معصوم ہونے سے اور آپ کے حضرت زہرا علیہا السلام سے نیک سلوک کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۳۹، ص ۲۰۷۔ ۲۔ معجم رجال الحدیث، ج ۹ ص ۲۱۔

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۴۱۸۔

۱۱۔ حضرت زہرا علیہا السلام کے ایک کلام کی توجیہ

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: (**لمّا ان حملت فاطمة علیها السلام بالحسین علیه السلام قال لها رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم انّ الله عزّوجلّ قد وهب لک غلاماً اسمه الحسین، تقتله امتّی.**

قالت: فلا حاجة لی فیه،

فقال: انّ الله عزوجلّ قد وعدنی فیه عدة،

قالت: وما وعدک؟

قال: وعدنی ان یجعل الامامة من بعده فی ولده.

فقال: رضیت)؛(۱)

(جب فاطمہ علیہا السلام کے بطنِ مبارک میں حسین علیہ السلام قرار پائے۔ رسول خدا ﷺ نے ان سے فرمایا: یقیناً خدائے عزّ وجلّ نے تمہیں ایک فرزند عطا کیا ہے کہ جس کا نام حسین ہے، اور میری امت اسے قتل کرے گی۔ آپؑ نے عرض کی تو بس مجھے اس فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً خدائے عزّ وجلّ نے اس بچہ کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے عرض کی: کس چیز کا آپ سے وعدہ کیا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خداوند متعال نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے بعد امامت اس کی ذریّت اور اس کی اولاد میں قرار پائے گی۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: تو بس میں راضی ہوگئی

اعتراض ہوا ہے کہ (**لا حاجة لی فیه**) کہ اس جملے کے کیا معنی ہیں؟

۱۔ اکمال الدین، ص ۴۱۶؛ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۶۰۔

جواب

اس سوال کے جواب میں ہم چند نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ امام حسین علیہ السلام اور حضرت زہرا علیہا السلام (روایت کے مطابق) وہ نور تھے جو جناب آدم علیہ السلام کی خلقت سے قبل خلق کیے گئے، اور اسی طرح جب امام حسین علیہ السلام شکمِ مادر میں تھے تو ان سے ہم کلام ہوتے تھے۔

۲۔ حضرت زہرا علیہا السلام کا مقام اس سے بالاتر ہے کہ وہ ایک الٰہی ہدیہ کو رد کریں۔

۳۔ آپؑ کی بیٹی حضرت زینب علیہا السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے ابن زیاد سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''**رضا اللّٰہ رضانا اهل البيت**'' ؛''خدا کی رضا وہی ہم اہل بیت علیہم السلام کی رضا ہے۔''

۴۔ اس روایت میں امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے اور یہ کہ ان کی شہادت دین کی حفاظت کا سبب بنے گی، کوئی ذکر نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ہی انہیں غیبی خبر ملی ان کی شہادت برکتوں اور آثار کا سرچشمہ ہوگی اس لیے آپؑ ان کی ولادت پر راضی ہوئیں۔

۵۔ ممکن ہے کہ '' **فلا حاجة لی فیہ**' کا جملہ امام حسین-کی خلقت کی حکمت کا سوال ہو کہ جب یہ طے ہے کہ وہ قتل ہوں گے تو کیوں خلق ہو رہے ہیں؟

۶۔ ممکن ہے کہ اس عبارت سے مراد ایک سوال ہو یعنی درحقیقت آپ یہ سوال کر رہی ہیں کہ قتل ہونے سے میری حاجتوں میں سے کسی حاجت کو انجام نہیں دے گا؟ کہ جواب میں آپ فرماتے ہیں: جی ہاں ان کی شہادت کے مقابلے میں جو تمہارے دل کو پریشان کرے گی خداوند متعال امامت کو تمہاری ذریت میں قرار دے گا جو الٰہی اور معنوی ارزش ہے۔

۱۲۔ حضرت زہرا علیہا السلام کی زندگی میں حضرت علی علیہ السلام کی شادی

ایک حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا کہ آپؑ نے فرمایا: (**حرّم الله النساء علیٰ عِلیّ ما دامت فاطمة حية؛ لانّها طاهرة لا تحيض**)؛ (۱)

''خداوند متعال نے جب تک کہ فاطمہ☆ زندہ تھیں دوسری عورتوں کو علی -پر حرام کیا تھا، اس لیے کہ حضرت زہرا علیہا السلام ایسی طاہرہ تھیں جو کبھی بھی حیض نہیں دیکھتی تھیں۔'' (یعنی بتول تھیں)

لیکن روایات میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت علی - نے جنگوں سے اسیر شدہ کنیزوں کے حصہ کو لیا ہے.. (۲)۔

جواب

پہلا یہ کہ: دوسری روایات میں اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ہوا ہے کہ علی علیہ السلام کسی کنیز سے ہمبستر ہوئے ہوں۔

دوسرا یہ کہ: ممکن ہے کہ ان دونوں قسم کی روایات کو ان کی سند کے صحیح ہونے کی صورت میں اس طرح جمع کریں کہ پہلی قسم کی روایات سے مراد آزاد عورتوں سے فاطمہ کی موجودگی میں شادی کرنا حرام ہے، اس لیے کنیزوں سے استمتاع شامل نہیں ہوگا۔

۱۔ بحار الانور، ج ۴۳، ص ۱۶۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۷، ۱۴۱۔

۱۳۔کیاانبیاءعلیہم السلام حضرت زہراعلیہا السلام کی شفاعت کریں گے؟

حضرت زہراعلیہا السلام سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:(**دخل علَیّ رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلم وقد افترشت فراشی للنوم ، فقال لی : یا فاطمة ! لاتنامی الاّ وقد علمت اربعة : ختمت القرآن ، و جعلت الأنبیاء شفعاؤک وارضیت المؤمنین عن نفسک و حججت واعتمرت ....**)؛(۱)

’’رسول خداصلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے جب کہ میں نے سونے کے لیے اپنا بستر بچھایا ہوا تھا،آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:’’اے فاطمہ علیہا السلام! سونے سے پہلے چارعمل انجام دیا کرو قرآن کو ختم کرو، انبیاء کو اپنا شفیع بناؤ، مومنین کو اپنے سے راضی رکھو، حج اور عمرہ بجالاؤ.....‘‘

یہ کیسے ممکن ہے کہ انبیاء حضرت زہراعلیہا السلام کی شفاعت کریں گے؟

جواب

پہلا یہ کہ: روایت کی سند کے صحیح ہونے کی بنا پر یہ کہا جاسکتا کہ یہ حدیث لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے نقل ہوئی ہے تاکہ لوگ اس کی برکتوں تک پہنچیں۔

دوسرا یہ کہ: اگرچہ اس میں مخاطب حضرت زہراعلیہا السلام ہیں لیکن اس سے مقصد عالم اعتبار میں تثبیتِ حکم ہے تاکہ جس میں بھی یہ شرائط موجود ہوں وہ اس کے شامل حال ہو جائے، اگرچہ حضرت زہراعلیہا السلام اس کمال پر فائز ہیں کہ اس کی محتاج نہیں ہیں۔

۱۔الباقیات الصالحات، باب ٦۔

تیسرا یہ کہ: شفاعت کے درجے ہیں جن میں سے ایک درجہ گناہ سے صاف اور پاک ہونا ہے اور دوسرا درجہ درجات کے بلند کرنے کا ہے جو انبیاء، جیسے حضرت ابراہیمؑ سے معنوی رابطہ قائم کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔

۱۴۔حدیث’’لولاک‘‘ کی تحقیق

ایک مشہورر حدیث میں خلقت کائنات کی علت غائی کو رسول خدا، امام علی اور حضرت زہرا کے وجودِ بابرکت سے تعبیر کیا گیا ہے۔وہ حدیث یہ حدیث قدسی ہے:’’**لولاک لما خلقت الأفلاک ولو لا علی لما خلقتک ولو لا فاطمة لما خلقتکما**‘‘؛

’’اے محمد! اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو خلق نہ کرتا اور اگر علی (علیہ السلام) نہ ہوتے تو میں تمہیں خلق نہ کرتا اور اگر فاطمہ (علیہا السلام) نہ ہوتیں تو میں تم دونوں کو خلق نہ کرتا‘‘۔

اس حدیث میں تین جہات سے اعتراض ہوئے ہیں:

۱۔ادبی اعتراض

۲۔سندی اعتراض

۳۔متنی اعتراض

اس مقام پر ہم اعتراضات کو بیان کرکے ان کے جوابات دیں گے:

۱۔ادبی اعتراض

بعض افراد نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جملہ ادبیاتِ عرب کے قاعدے کے خلاف ہے، اس لیے کہ کلمہ ’’**لو لا**‘‘ قاعدے کے مطابق ضمیر منفصل پر آنا چاہیے نہ متصل پر، یعنی اس طرح

کہا جائے" لو لا انت" نہ " لو لاک "

جواب

پہلا یہ کہ: اگر چہ قاعدہ کلی یہی ہے کہ (لولا) ضمیر منفصل پر آنا چاہیے لیکن بعض مقامات پر سجعِ کلام کی رعایت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے قاعدے کے خلاف بھی استعمال ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ: صدرِ حدیث جو پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مربوط ہے بہت سی اہل سنت اور شیعہ کتابوں میں اسی تعبیر "لولاک" کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔(۱)

۲۔سندی اعتراض

بعض کا کہنا ہے کہ " **حدیث لو لاک** " جو حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہرا علیہا السلام کے اضافے کے ساتھ ہے اس کی سند معتبر نہیں ہے۔

جواب

مرحوم حاج سید حسن میر جہانی کتاب "**جنّة العاصمة**" میں تحریر کرتے ہیں: جس وقت میں نجف اشرف میں مقیم تھا۔ ایک روز مرحوم علامہ محمد سماویؒ (**ابصار العین** کے مولف) کے گھر میں میری نظر ایک خطی کتاب پر پڑی کہ جس کا نام "**کشف اللئالی**" تھا جو عالم جلیل شیخ صالح ابن عبد الوہاب بن عرندس حلیؒ جو بزرگان شیعہ میں سے ہیں، اور نویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں، کی تالیف تھی، وہ تقریباً تین سو صفحے پر مشتمل تھی، احمد تونی کے خط سے تھی۔ میں کتاب کے موضوعات کو دیکھ رہا تھا کہ میری نظر ایک حدیث پر پڑی کہ جس کو بزرگ افراد بغیر سند کے مکرراً نقل کر رہے ہیں کہ ان میں سے بعض اس حدیث کو احادیثِ موضوعہ

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۷، ص ۱۹؛ مستدرک حاکم، ج ۲ ص ۶۱۵؛ شرح المواہب، ج ۱، ص ۴۴ و.....

(جعلی) میں سے جانتے تھے، اور اس حدیث کو مذکورہ کتاب میں مسنداً نقل کیا تھا اور وہ حدیث یہ ہے: (**فی کشف اللئالی لصالح بن عبد الوهاب بن العرندس انه روی عن الشيخ ابراهيم بن الحسن الوراق ، عن الشيخ علی بن هلال الجزائری ، عن الشيخ احمد بن فهد الحلّی ، عن الشيخ زين الدين علی بن الحسن الخازن الحائری ، عن الشيخ ابی عبد اللّه محمّد بن مكی الشهيد ، بطرقه المتصلة الی ابی جعفر محمد بن علی بن موسی بن بابويه القمی ، بطريقه الی جابر بن عبد الله الأنصاری عن رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم عن اللّه تبارك و تعالیٰ انّه قال : يا احمد ! لو لاک لما خلقت الافلاک ولو لا علی لما خلقتک ولو لا فاطمة لما خلقتكما ، ثم قال جابر : هٰذا من الاسرار التی امرنا رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم بكتمانه الّا عن اهله**)؛ ۔

(کتاب کشف اللئالی میں صالح بن عبد الوہاب عرندس، انہوں نے شیخ ابراہیم بن حسن وراق سے، اور انہوں نے شیخ علی بن ھلال جزائری سے اور انہوں نے شیخ احمد بن فہد حلیؒ سے اور انہوں نے شیخ زین الدین علی بن حسن خازن حائری سے اور انہوں نے شیخ ابی عبداللہ محمد بن مکی شہید سے اپنی متصل طریق سے ابی جعفر محمد بن علی ابن موسیٰ بن بابویہ قمی سے اور انھوں نے اپنی طریق سے جابر ابن عبداللہ انصاریؒ سے اور انہوں نے رسول خدا ﷺ سے اور آپؐ نے خدائے تبارک وتعالی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: اے احمد! اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو خلق نہ کرتا اور اگر علی (علیہ السلام) نہ ہوتے تو میں تمہیں خلق نہ کرتا، اور اگر فاطمہ (علیہا السلام) نہ ہوتیں میں تم دونوں

کوخلق نہ کرتا۔اس وقت جابر نے کہا: یہ اسرار میں سے ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کے چھپانے کا حکم دیا ہے سواء ان لوگوں کے جو اس کے اہل ہوں۔)

وہ مزید کہتے ہیں: ''کشف اللّئالی'' کے مولّف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے اور وہ علمائے شیعہ میں سے فقہ واصول وحدیث کے مولف تھے۔(**كان عالماً ناسكاً ورعا ادبياً شاعراً و مات سنة ۸۴۰ وقبره فی حلة محلة حيفا و مزاره يتبرك به ، وسلسلة الرواة فی هذا الحديث كلّهم عدل امامی و من كبار المشيخة، فسند الحديث فی غاية الاتقان**)؛

''وہ ایک عالم،عبادت گزار، باتقویٰ،ادیب وشاعر تھے اور انھوں نے آٹھ سو چالیس ہجری (۸۴۰ھ) میں وفات پائی اور ان کی قبر شہر حلہ کے حیفہ نامی محلے میں ہے اور ان کا مزار لوگوں کی حاجات پوری ہونے کا مرکز واقع ہوا ہے اور اس حدیث کے راوی سب عادل امامی اور بزرگان علماء حدیث میں سے ہیں لہذا اسنادِ حدیث نہایت ہی قوی ہے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں: (وہ چیز جو بحث کا باعث بن رہی ہے وہ حدیث کا مفہوم ہے، بہت سے اذہان دوسرے اور تیسرے جملہ کو قبول کرنے کا تحمل نہیں رکھتے ہیں، لہٰذا اس لیے انکار کرتے ہیں اور حدیث دلالت کے اعتبار سے متانت کی انتہاء پر ہے، اس لیے کہ یہ تین بزرگوار مرکزی ارکان میں سے ہیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام دریائے نبوت اور امامت کی مجمع البحرین اور نور نبوت اور امامت کی مجمع النورین ہیں اور محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کی ذوات مقدسہ کہ تینوں ایک دوسرے پر قائم ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک ذات بھی نہ ہوتی تو دوسری ذات کا وجود نہ ہوتا۔ ذہن کے قریب کرنے

کے لیے مثلاً ایک تام الخلقت شخص جو اندرونی اور بیرونی اعضاء وجوارح سے مرکب ہے کہ ان اجزاء اور اعضاء میں سے بعض خادم اور بعض مخدوم ہیں اور اجزاء مخدومہ میں سے بھی بعض کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ باقی اجزاء کا قیام اور بقا ان کی وجہ سے ہے کہ اگر وہ نہ ہوں تو ان میں سے کسی دوسرے کا وجود نہیں ہوگا، ان میں مرکزی اعضاء کا قیام بھی ایک دوسرے پر ہے۔مثلاً ہر شخص کے بدن میں مرکزی اعضاء ہیں جیسے دماغ جو پیغمبر کی جگہ پر ہے اور جسم میں قلب امام کی جگہ پر اور جگر جو ان دونوں کا مجمع البحرین ہے۔پس اگر یہ کہا جائے اگر دماغ نہ ہوتا قلب بھی نہ ہوتا اور اگر جگر (کہ دل تک خون کے پہنچانے کا سرچشمہ اور وہاں سے دماغ اور دوسرے اعضاء تک خون پہنچانے کا واسطہ ہے) نہ ہوتا تو نہ دماغ ہوتا نہ دل، کوئی تردید اور شک اور اعتراض باقی نہ رہتا۔

لہٰذا اب اعتراض کا کوئی مقام باقی نہیں رہ جاتا کہ کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث حضرت زہرا علیہا السلام کے اپنے والد اور شوہر سے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔اس لیے ایک حدیث میں جو مشہور اور مستفیض ہے ذکر ہوا ہے کہ جس کو فریقین نے پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: (**فاطمة بضعة منّی**)؛ (فاطمہ☆ میرا پارۂ تن ہیں) نیز فرمایا: (**فاطمة روحی التی بين جنبی**) ''فاطمہ میری وہ روح ہے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہیں''' ، اور آپؑ کو اپنے روح سے تعبیر کرنا حقیقت کی بنا پر ہے مجاز کی بنا پر نہیں ہے۔قاضی عضدی اور صاحب ''**مواقف**'' کا بیان کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ بیان فاطمہؑ کے بارے میں مبالغہ اور محبت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اور مجاز کی بنا پر تھا جو قابل قبول نہیں ہے)۔(۱)

۱۔الجنۃ العاصمۃ،میر جھانی۔

۳۔متنی اعتراض

اسی طرح اشکال کیا گیا ہے کہ حدیث کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام؛ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام سے افضل ہیں۔

جواب

اس حدیث کی اس طرح وضاحت کرنے سے کہ جس سے اس کے تمام اطراف و جوانب واضح ہو جائیں لہٰذا ہم اس کی تین جہات سے بحث اور تحقیق کرتے ہیں:

الف: پہلے جملے کی تشریح

اس حدیث کا پہلا جملہ (**لولاک لمّا خلقت الأفلاک**) کو مندرجہ ذیل بیانوں کے ساتھ واضح کرتے ہیں:

پہلا بیان: برہان مظہر جامع

عرفا کہتے ہیں: (خداوند متعال کی مطلقہ ہویت کیونکہ مقام ظہور میں اس پر احکامِ وحدت غالب ہیں اس لیے کثرت نہ صرف مقہور بلکہ محو ہو جائے گی۔

تین عقلی عوالم، مثالی اور طبیعی جو لوازمِ اسماء اور صفات کے ظہور عینی کے نتائج ہیں اپنے احکام متکثرہ کے اظہار سے تفاصیل عینی اور متفرقاتِ فعلی میں احکامِ وحدتِ حقیقی کو مخفی اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔ پس حق اگر چہ مقام ظہوراتِ ذاتی میں وحدتِ قاہرہ کو اور ظہوراتِ متکثرہ فعلی میں تعینات خاصہ کا اظہار کرتا ہے لیکن وہ وحدت بغیر کثرت کے اور یہ کثرت بغیر وحدت کے ہے۔

اسی وجہ سے ذاتی شے کے لیے ان دو مقام پر تفصیلی طور پر اور وحدت نے ظہور کیا ہے اس

کامل مظہر کو جس میں تمام تفصیلی اور اجمالی مظاہر ہیں اور تمام سرّی حقائق اسمائے ذاتی اور اسماء صفاتی اور فعلی پر مشتمل ہو اور یہ مظہر وہی انسان کامل ہے جو ذاتِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں متجلّی ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ: کیونکہ وحدتِ ذاتی میں اسمائے تفصیلی کے لیے کوئی محل نہیں ہے اس لیے کہ تفصیل ایک قسم کی کثرت ہے اور ہر قسم کی کثرت وہاں مقہور ہے اور عالمِ خارج کے تفصیلی مظاہر میں ظاہر ہوگی اور احکامِ کثرت وحدت اور اس کے احکام پر غالب ہیں یعنی وحدتِ ذاتی ان مظاہر میں ظہور نہیں رکھتی اللہ کا فرمان اعتدالی صورت کا مقتضی ہے کہ اس میں وحدتِ ذاتی یا کثرتِ امکانی ایک دوسرے پر غالب نہ ہوتیں کہ حق کے لیے ایک مظہر اور اسماء تفصیل کی جہت سے اور ان کی وحدتِ حقیقی ہو، اور وہ صورتِ اعتدال جو عدالتِ کبریٰ کی حامل ہے وہی انسان کامل ہے جو تمام مطلق ذاتی اور مقیدِ کونی پر محیط ہے اور دوسری جہت سے واحدیت جو عالم الوہیت کے دائرے میں اور اس سے مافوق ہے مرتبط ہے اور دوسری جہت سے عالم طبیعت سے وابستہ ہے.....)۔(۱)

دوسرے جملہ کی تشریح

دوسرے جملہ کی تشریح میں (**و لو لا علی لما خلقتک**) میں ہم کہتے ہیں:

اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ اگر امامتِ علی علیہ السلام نہ ہوتی تو تمہاری نبوت ظاہر نہ ہوتی، اس لیے کہ امامت نبوت اور رسالت کی تکمیل کا نام ہے۔ ادیان الٰہی اور انبیاء کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت احکام کو تدریجی طور پر بیان کرنا ہے، اس طرح کہ ابتداء میں احکام آسمانی کتابوں میں کلی طور پر ذکر ہوتے ہیں اور انبیاء پر ارسال ہوتے ہیں اور دوسرے مرحلے میں

۱۔رجوع کریں تمہید القواعد، ابن ترکہ، ص۱۷۲، باشرح (تحریر تمہید القواعد) آیت اللہ جوادی آملی۔

انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اس شریعت کے احکام کو خاص محدودہ میں بیان کریں، اور آخری مر حلے میں ان کو دستور دیا جاتا ہے کہ تمام اور کامل چیزوں کو اپنے بعد اپنے اوصیاء ائمہ کے حوالے کیا جائے تا کہ اس راستے سے احکام الٰہی احسن اور کامل طور پر بیان ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امامِ معصوم کی ضرورت انبیاء خصوصاً انبیاء اولوالعزم کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کہ آیۂ اکمال میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے، جیسے کہ غدیر کے واقعہ کے بعد خداوند متعال فرماتا ہے: ''**الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا**''(۱)۔

'' آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے''۔

ج۔ تیسرے جملے کا بیان

تیسرے جملے کی وضاحت میں (**ولولا فاطمة لما خلقتكما**) ہم کہتے ہیں:

فاطمہ زہرا علیہا السلام اماموں کی ماں اور وہ امامت اور نبوت کے درمیان ایک حلقۂ اتصال ہیں خداوند متعال نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ائمہؑ اور اپنے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصیاء کو ان کی ذریت میں سے قرار دے اور وہ ذریت طیب، طاہر، بےنقص اور معصوم ہے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت فقط حضرت زہرا علیہا السلام سے ہے کہ جو معصومہ ہیں۔

دوسری بات یہ کہ: ہر دین اور آئین میں ایک معصوم مرد اور عورت کا نمونۂ عمل پیش ہوا ہے

ا۔سورہ مائدہ، آیت ۳۔

تا کہ لوگ ان کی اقتداء سے حق اور حقیقت کی جانب ہدایت پائیں۔ اگر عیسائیت کے آئین میں حضرت عیسیٰؑ مردوں کے لیے نمونۂ عمل ہیں تو جناب مریمؑ عورتوں کے لیے نمونۂ عمل ہیں، اسلام کے آئین میں پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نمونۂ عمل مردوں کے لیے اور حضرت زہرا علیہا السلام صرف ایک ہی نمونۂ عمل امت اسلامیہ کی عورتوں کے لیے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین

۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ ق